ـدی کی زبردست یادگار

یعنی

رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب

دھرم مہوتسو

منعقدہ ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

بمقام اسلامیہ کالج لاہور

باجازت خاص اگزکٹو کمیٹی دھرم مہوتسو

حسب فرمایش خواجہ غلام محی الدین صاحب تاجر پشمینہ لاہور

سنہ ۱۳۱۵ ہجری مطابق سنہ ۱۸۹۷ء

مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور

سناتن دہرم گزٹ

سناتن ہندو دہرم کا ماہوار رسالہ

دو زبان میں یہی ایک رسالہ کل ہندوستان میں چھپتا ہے جو سناتن ہندو دہرم کا معاون ہے اور جسمیں اعلےٰ
ین درجہ کی لائق اور مشہور اصحاب کی قلم کے مضامین دربارہ سناتن دہرم شائع ہوتے ہیں *
ایت اعلیٰ درجہ کی کاغذ پہ نہایت خوشخط اور صفائی کے ساتھہ چہاپا جاتا ہے * یہ رسالہ اکثر ۶۰ صفحہ
کے حجم کا ہوتا ہے * قیمت سالانہ مبلغ تین روپیہ * درخواست خریداری اس پتہ پر آوے ۔

پنڈت گوپی ناتہہ

اڈیٹر رسالہ سناتن دہرم گزٹ لاہور

اخبار پنجاب سماچار لاہور

پنجاب کے ہفتہ وار اردو اخباروں میں سب سے چلتا پرزہ ہندو کا وکیل تازہ تر خبروں کا گنجینہ ہر شنبہ کو پنجاب کے دارالخلافہ
لاہور سے بڑی آب وتاب کے ساتھہ شایع ہوتا ہے۔ ملکی مضامین پر نہایت بیباکانہ بحث کی جاتی ہے اور رعایا کے
حقوق کو گورنمنٹ پر بڑے عمدہ طور سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اور ملکی انتظام کی خرابیوں کو مؤدبانہ سرکار دولتمدار
خدمت میں پیش کرنے میں اپنا آپ ہی ثانی ہے ۔ باایں ہمہ قیمت سالانہ صرف (عہر) ہر ۱۶ صفحے اخبار اور مضامین
کے لحاظ سے اس سے سستا اخبار پنجاب بہر میں کوئی نہیں ۔

المشتہر

ہیرا لال کپور مینیجر ہفتہ وار اخبار پنجاب سماچار لاہور

تجویز دربارہ طبع ثانی براہین احمدیہ مصنفہ حجۃ الاسلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الرحمن رئیس قادیان
صفحہ ۲۶۴ ۔

انٹروڈکشن

اس رپورٹ کے شائع ہونمیں بیشک معمول سے زیادہ کسیقدر تاخیر ہوئی لیکن اسکا باعث بعض اُن اصحاب کی کم توجہی ہے جنہوں نے جلسہ میں زبانی تقریریں بیان کر کے انکے قلمبند کرنے میں اسقدر دیر کردی ان زبانی تقریروں کو محفوظ کرنے کے لیے جلسہ کی طرف سے وربیٹم نوٹس اور مختصا رنویس رپورٹرز کا انتظام کر دیا گیا تھا اور اگر یہ حفظ ما تقدم نہوتا تو اسوقت مکمل رپورٹ کا شائع کر دینا محالات سے تھا۔ ہم نہایت ہی افسوس سے اُن احباب کا یہاں ذکر کرتے ہیں جنہوں نے باوجود رجسٹری شدہ وغیر رجسٹری شدہ خطوط کے متواتر بھیجنے پر بھی رسید تک کی پرواہ نکی۔ انعقاد جلسہ کے دوسرے ماہ ہی کل سپیکروں کی خدمت میں لکھ دیا گیا تھا کہ وہ مقررہ میعاد کے اندر اپنی تقریریں قلمبند کر کے بھیجدیں ورنہ اونکی طرف سے رپورٹر کی لکھی ہوئی وربیٹم تقریریں شائع کر دی جاویں گی چنانچہ بعض احباب نے تو اپنی تقریریں بھیجدیں اور بعض نے وربیٹم تقریروں کو منگوا کر صرف نظر ثانی پر اکتفا کی کیونکہ یہہ تقریریں حتی الامکان تقریر کرنے والوں کے اپنے ہی بولے ہوئے الفاظ تھے۔ لیکن بعض بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے نہ مقررہ تاریخ تک اپنی تقریریں بھیجیں اور نہ نظر ثانی کے لیئے لکھا حتی کہ رسید خط کی بھی پرواہ نہ کی اور اخیر مدت آگئی۔ ایسی صورت میں کمیٹی نے جیسا کہ طریق ہے وربیٹم رپورٹ سے انکی تقریر اخذ کر لی۔ ایسے بزرگ اگر کہیں اپنی تقریر میں اتفاقیہ نظر ثانی کی ضرورت سمجھیں تو اپنی غلطی کو اسکا جواب سمجھیں۔ کمیٹی نے محض اُنکی خاطر اسقدر تاخیر اشاعت رپورٹ میں ڈالدی ورنہ اس رپورٹ کو آخر فروری میں شائع ہونا چاہیے تھا۔ یہہ جلسہ جس شان و شوکت۔ امن اور اطمینان سے ہوا محتاج بیان نہیں منتظمان جلسہ کی ہدایات کا پہلے سے ہی قیاس کر کے یہہ ضروری معلوم ہوا کہ نہایت وسعت والا مکان انعقاد جلسہ کے لئے تجویز ہو۔ اس ضرورت کو اسلامیہ کالج لاہور سے بہتر کوئی اور مکان پورا نکر سکتا تھا۔ جو انجمن حمایت اسلام نے نہایت خوشی دیا اور اُسکا خاص شکریہ کمیٹی ادا کرتی ہے۔ جلسہ یکساں رونق اور دلچسپی کے ساتھ چار دن ۲۶ دسمبر ۹۶ء سے لیکر ۲۹ دسمبر ۹۶ء

تک ہوتا رہا بعض دن تو تعداد حاضرین سات آٹھ ہزار تھی ابتدا میں اس اوتسب کے لئے صرف تین دن اعلان کئے گئے تھے۔ لیکن سپیکروں کی زیادتی تعداد نے بعد میں ایک دن اور کی ضرورت ثابت کردی اس جلسہ کی صدارت اور تقریروں کو حسب شرائط کمیٹی اندازہ کرنے کے لئے چند بزرگ پہلے ہی ماڈریٹر مقرر ہو چکے تھے جنہیں سے ایک ایک کر کے ہر روز صدر نشین مقرر کئے گئے جیسے کہ آگے چلکر معلوم ہوگا ماڈریٹروں کے نام نامی یہہ ہیں۔ (۱) رائے بہادر بابو پرتول چندر صاحب جج چیف کورٹ پنجاب (۲) خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج سمال کاز کورٹ لاہور۔ (۳) رائے بہادر پنڈت رادہاکشن صاحب کول پلیڈر چیف کورٹ سابق گورنر جموں۔ (۴) حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی۔ (۵) رائے بہوانی داس صاحب ایم اے۔ اکسٹرا سٹلمنٹ افیسر جہلم (۶) جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور۔

کمیٹی نہایت ادب کے ساتھہ ان بزرگوں کی تکلیف برداری کرنیکا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اب یہاں وہ پانچ سوالات لکھے جاتے ہیں جو کمیٹی کی طرف سے بغرض جوابات شائع ہوئے۔ ان جوابات کیلئے یہہ ضروری سمجھا گیا تھا کہ تقریر کرنیوالا اپنے بیان کو حتی الامکان اوس کتاب تک محدود رکھے جسکو وہ مذہبی طور سے مقدس مان چکا ہے۔

سوال اول ✤ انسان کی جسمانی۔ اخلاقی۔ اور روحانی حالتیں۔

سوال دوم ✤ انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبیٰ۔

سوال سوم ✤ دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح پوری ہوسکتی ہے۔

سوال چہارم ✤ کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

سوال پنجم ✤ علم یعنے گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

خاکسار

دہنپت رائے بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پلیڈر چیف کورٹ

پنجاب سکرٹری دہرم مہوتسو۔

پہلا اجلاس

بوقت صبح

بروز ہفتہ بتاریخ ۔ ۲۶ ۔ ماہ دسمبر ۱۹۱۶ء

پروگرام کے بموجب کارروائی جلسہ نے ٹھیک دس بجے شروع ہونا تھا لیکن ابھی ساڑھے نو نہ بجے تھے کہ مکان جلسہ تماشبینوں سے معمور نظر آنے لگا۔ تجویز دادہ موڈریٹر صاحبان میں سے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اور حکیم نورالدین صاحب صدارت کے سٹیج پر متمکن تھے ۔ سردار دیال سنگھ صاحب رئیس مجیٹھہ عزیزوں میں سے ایک کی ناگہانی موت پر شریک جلسہ نہ ہو سکے انکی جگہہ سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی موڈریٹر قرار دیے گئے ٹھیک دس بجے ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی منتظمہ نے سٹیج پر آکر ذیل کی تقریر سے کارروائی جلسہ کو شروع کیا ۔

تقریر ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ کمیٹی منتظمہ

صاحب میر مجلس اور ہمارے دیش کے بھائیو ! آپ کو واضح ہو کہ یہ جلسہ جس میں آپ تشریف لائی ہیں اس غرض سے منعقد ہوا ہے کہ چند سوالات جو کہ میں ابھی آپ کو پڑھکر سناؤنگا انکی بابت وہ صاحب جو کہ مقرر ہونے ہیں تقریر کرنے کے واسطے یا مسودہ پڑھنے کے لیے ہمکو سمجھائیں کہ ہمارے بزرگوں کی کیا رائے ہے یہ بات آپکے سامنے کہنا کچھ بھی نامناسب نہیں ہے کہ ایسے جلسے ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں اور پہلے بھی ہوا کرتے تھے چنانچہ جب کہ ہندوستان میں مسلمان دین کی تشریح کرنے والے عیسائی مذہب کے فاضل اور پنڈت خلوت میں جمع ہوا کرتے تھے یہ بات تاریخ ہند کے پڑھنے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے اور یہی بات تھی جس سے کہ رہنا ہوتا تھا اگر ہم اور پہلے زمانے کی طرف غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فرصت کے وقت مختلف مذہب کے لوگ اگر دوستانہ طور پر بات چیت کیا کرتے تھے معمولی عقل کے لوگ باریک باتوں تک نہیں پہونچ سکتے تھے اور وہ ان جلسوں میں حل ہو جایا کرتی تھیں ۔

چنانچہ مہاراجہ بکرماجیت کے زمانہ میں نورتن لکھے گئے ۔ میں نے مہابھارت میں دیکھا ہے کہ غیر ملک کے لوگ اپنی زبانوں میں بولتے تھے یہ تو تھا پچھلے زمانہ کا حال اور ذکر اب ہم دیکھتے ہیں کہ شکاگو یعنے امریکہ میں اسی قسم کا ایک بڑا بھاری جلسہ ہوا جو ان لوگوں کی ثروت اور دولت کے باعث ایسی عمدگی سے ہوا جسکا بیان میں بیان

نہین کرسکتا جن لوگون نے اوسکی رپورٹ پڑہی ہے انکو اچھی طرح معلوم ہوگا جینے بہی وہ رپورٹ پڑہی ہے کہ کس امن اور شائستگی سے اتنا بڑا جلسہ ہوا ہے چنانچہ ایک اخبار مین دیکھا تھا جس سے امریکن لوگوں کی شائستگی ثابت ہوتی ہے کہ پانچہزار آدمی اس مین شامل تھے اور جو ایک دن کے اجلاس مین پریسیڈنٹ بھی ہوئے تھے وہ کہتے ہین کہ جلسہ مین اگر کوئی شور وشغب تھا تو وہ صرف پولیس سپاہیوں کا تھا۔ خیر یہہ تو ایک بڑا بھاری جلسہ تھا اور امریکہ کے متمول اور فاضل لوگون کی کوشش سے ہوا تھا یہہ جلسہ اگرچہ اسی شان کا تو نہین مگر ہے اسی قسم کا *

اور اسی لیئے کوئی نرالا یا نئی قسم کا جلسہ نہین بلکہ ایسا ہی جلسہ ہے جو قدیم زمانے مین بہی ہوا کرتے تہے اور اب بھی ہوتے ہین آپ لوگوں کا اور میر مجلس صاحبان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون کہ آپ لوگون نے اپنی تشریف آوری سے ہمکو مشکور فرمایا ہم پرمیشر (پروردگار) سے پرارتہنا (بندگی) کرتے ہین کہ ہمارے دل مین رغبت پیدا کرے اور ہم آخر تک ساری مضامین شوق سے لین۔

مین نے ابھی کہا ہے کہ اس جلسہ مین کوئی ایسی بات نہین ہے جو قدیم زمانے مین نہ ہوتی رہی ہو اوس زمانہ مین تھا اوتاروں کے ذریعہ ہمکو خدا تعالی کی مرضی کا پتہ لگتا تھا اور مشکل سے مشکل باتین جو الہیات کے متعلق ہوتی تہین حل ہوجایا کرتی تہین پہر بہی اُس زمانہ مین باہم ایک دوسرے کے ملنے کے ذریعے ایسے نہ تہے جیسے اب ہین چنانچہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ مدارس کے لوگ لاہور والوں سے نہ ملتے تہے اور یہہ بات تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں کہ ایک وقت تھا جبکہ راجپوتانہ کے لوگ دلی والوں سے نہ مل سکتے تہے۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ دیش دیشانترون کے لوگ آکر ملتے ہین مہارانی وکٹوریہ جسکے زمانہ مین ہم امن اور آرام سے رہتے ہین اسکا اور انگریزی گورنمنٹ کا تہ دل سے دہنباد کرتے ہین جب کہ دور دور ملکون کے مہذب خیالات ہم تک آتے ہیں اور اخبارات کے ذریعہ شائستگی پہیل رہی ہے تو یہ بات ضرور ہے کہ فرصت کے وقت ہم سب اکٹھے ہوکر سوچیں کہ آتما کی بہلائی کس مین ہے اسلیے اس جلسہ کی منشا یہ ہے کہ اتفاق سے ملکر بات چیت مذہبی کیا کرین اور یہہ بہی ایک منشا ہے کہ ستیہ ودیا اور معتبر علم دین کی بابت پہیلایا جاوے تاکہ غلط فہمی دور ہو جیسے ابہی کہا تھا کہ یہ جلسہ اس زمانہ مین بہی نیا نہین بلکہ پچہلے دو سالون مین شکاگو مین ہوچکا ہے اسلیے بیان میں شکاگو کے موافق جلسہ ہونا نہایت ضروری ہے اور وہ سوالات جنکا مسودہ لکھکر دیئے ہین یہہ ہین

سوالات (۱) انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان (۲) عقبے کا ذکر (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے۔ اور وہ غرض کس طرح ہوسکتی ہے (۴) کرم یعنے اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت مین کیا ہوتا ہے (۵) گیان یعنے علم حاصل ہونے کے ذریعے۔

یہ سوالات ہمارے سامنے ہین امید ہے کہ جو لوگ انپر تحریر کرینگے یا مسودہ پڑھینگے وہ ہمکو اچھی طرح سمجھائینگے تاکہ عام لوگ بھی سمجھ کر لابھہ اوٹھائیں میں یہہ بھی بتلانا چاہتا ہوں کہ اس جلسہ سے بہت سے صاحبان نے ہمدردی ظاہر کی ہے جو انکی بہت ساری چٹھیوں سے معلوم ہوسکتی ہے جو آئی ہوئی ہیں اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بہت ہی کم لوگ ہونگے جو اس جلسہ کے مخالف ہون لیکن آپکو یاد رہے کہ شائستہ اور مہذب لوگوں نے اکثر ہمدردی ظاہر کی ہے یہہ دیکھکر آپکو اور بھی تعجب ہوگا کہ یہہ جلسہ ایک ایسے مکان مین ہے جسکی نسبت کہتے تھے کہ ہم اور وہ مخالف ہین۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہم سب لوگ جو مخالف مشہور تھے ایسے مجمع مین ایک جگہہ جمع ہیں جسکی نسبت لوگوں کو یقین تھا اور جو باہم مخالف مشہور ہیں جو لوگ قبل از وقت یہہ کہہ رہے تھے کہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا اور یہہ جلسہ عبث ہوگا ان کو دیکھنا چاہیے کہ کسی اور نتیجہ کی بابت تو میں کچھ نہیں کہتا مگر یہ نتیجہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ باہم ایک دوسرے کے مخالف گنے جاتے ہیں وہ باہم ملکر ایک جگہ بیٹھے ہیں اور اپنے دین کو میری سمجھ میں زیادہ تر تہذیب کے ساتھ ملنے کے یہ معنے ہیں کہ دل سے کدورت اور تعصب دور ہو۔ مخالفت کا خیال نہ رہے اور ایک مخالف دوسرے سے دشمنی پیدا نہ ہو بلکہ باوجود اختلاف رائے کے بھی باہم سلوک اور محبت کریں نور محبت اسی وقت دستیاب ہوسکتا ہے جب انسان اپنے ہی مذہب پر سچے دل سے چلے کیونکہ میں ایسا کوئی مذہب نہیں دیکھتا جو باہمی پریم اور محبت کی تعلیم نہ دیتا ہو۔ اسی پریم اور محبت کے ذریعہ ایک مخالف الرائے کو اپنا ہم خیال بنا لینا بھی آسان ہے یہ تقاضا ہے علم کا۔ یہ تقاضا ہے ترقی کا جس قدر لوگ دنیا مین مہذب ہوتے جاتے ہین اسیقدر یہی عاجزی ایشور کی طرف ہوتی جاتی ہے اور یہی قدر امن۔ شائستگی اور شانتی اور آرام کی روح دنیا میں پھیلتی جاتی ہے آجکل کے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ علم دار خدا سے منکر ہوجاتے ہین مگر بیکن صاحب کہتے ہیں کہ بڑے علم سے اسقدر خطرہ نہیں جتنا چھوٹے علم سے جسقدر آدمی بہت پڑھ جاتے ہیں انکی دماغی قوتیں جتنی نشو و نما پاتی ہیں جس قدر دانائی اور عقل میں ترقی ہوتی ہے اسیقدر وہ جانتے ہیں کہ پرمیشر کی مہماں بڑی ہے۔ پروردگار کی شوکت اور جلال اتنا ہی لا انتہا نظر آنے لگتا ہے۔ اسوقت انسان بردبار ہوکر باہم پریم کا سبق سیکھ لیتا اور اتفاق کرتا ہے۔

اسلیے ایسے جلسوں سے کوئی دہشت نہیں کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا وہ وقت آنیوالا ہے کہ ہم سب اتفاق سے رہینگے اور شائستگی اور تہذیب میں بسینگے۔ معاملہ دین کا اس طرح کا ہے کہ ہم لوگوں کی طاقتیں اور عقلیں اوسکی تہ تک پہونچنے میں قاصر ہیں۔ آپکو معلوم ہوگا کہ جس وقت بڑے بڑے بزرگوں کی خدمت میں سوال کیا گیا اونھوں نے کہا کہ کل جواب دینگے۔ مگر اسی طرح پر وہ پرمیشر کی قدرت اور خلقت کے سوال کو حل نہ کرسکے۔ تاریخ

بتلاتی ہے کہ ڈی مو ستہندیت سے اسکے متعلق سوال کیا گیا اس نے کہا کہ کل جواب دینگے اور ہر روز اسیطرح کہتے رہے آخر ایک دن کہا کہ جس قدر سوچتا ہوں اسی قدر عاجز آتا ہوں یہی حال ہے ۔ یہ سمندر ایسا نہیں کہ اسکی تہاہ کا پتہ لگجاوے ممکن ہے اپنے بیان بھی ہوں کہ آپ کی تشفی نہ ہووے ۔ آپ خوش نہ ہوں ۔ جہاں بڑے بڑے عالموں اور گردوں کی عقلیں حیران ہیں وہاں ہم تم کیا کر سکتے ہیں اسلیئے آپ ایسی صورت میں ہمارے قصور معاف کردینگے غرض یہ ہے کہ حل کر کے دکھا دیئے جائیں ۔ یہ سوالات پرمیشر کے متعلق سمندر سے بڑے ہیں اسلیئے پروردگار کی نسبت سوچنا ہی بڑی بات ہے اگر ہم لوگوں سے آپ کو قابل تشفی جواب نہ ملیں تو آپ سمجھ لیں کہ ہم اس جانور سے بڑے نہیں جو چونچ سے سمندر کو خالی کردینا چاہتا تھا جو سوالات سب کے سامنے ہیں وہ سب دیشوں کے سلتے رہے ہیں ۔ بغیر لحاظ کسی خاص مذہب کے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں قریباً سب مذہب یکساں ہیں کسی کے پرکرتی میں فرق ہو اصل میں مادہ ایک ہی پایا جاتا ہے اسیطرح کون شخص ہے جس میں صفت انسانیت ہو اور وہ تمام دنیا کی نسبت میری ہو جانے پر یہی نہ سوچے کہ کدہر سے آیا ہوں اور کدہر جاؤں گا ۔ میں خوب جانتا ہوں کہ جن آدمیوں کو شبہ ہوگئی ہے وہ خوب سوچتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کا کیا حال ہوگا آپ یہ جانیں کہ اگر ہم لوگوں میں اختلاف بھی آجاوے ۔ اختلاف سے مراد بیجا حملہ نہیں بلکہ اختلاف رای ہے میں نے کہا کہ ہم لوگوں کی پرکرتیاں سبھاؤ اور سیرتیں علیحدہ علیحدہ ہیں ایک چیز کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اسکی نسبت مختلف بیان کرتے ہیں جب تک ضد کا تعلق نہ ہو جب تک انسان کی یہ حالت رہتی ہے بہت ہی خوب ہے اس موقع پر مجھے ایک نقل یاد آئی ہے ۔ کہتے ہیں ایک جگہہ پر لوگ تصویر دیکھنے آیا کرتے تھے اس تصویر کے دیکھنے سے حیرات اور دنیداری حاصل کیا کرتے تھے چونکہ دیکھنے والے بہت تھے اسکی نسبت بات چیت ہونے لگی کسی نے کہا کہ یہ عمدگی لال رنگ کی ہے کسی نے کہا نہیں یہ عمدگی کالے رنگ کی ہے تیسرے نے کہا کہ میں تم دونوں سے بہتر جانتا ہوں یہ عمدگی نہ کالے رنگ کی ہے نہ لال کی بلکہ سفیدی کی ہے جو چھپی ہے ۔ تھوڑے دنوں تک یہ بات ہوتی رہی پھر ایک اور شخص نے کہا کہ یہ عمدگی ایک رنگ کی ہے جو ہرا ہے جو اس تصویر میں دکھائی دیتی ہے کئی سال تک جھگڑا رہا کہتے ہیں کہ ایسا ہوتا رہا بہت سے آدمی جمع ہو گئے کئی ایک آدمی رحلت کر گئے اور زندگی کے اونچے تہرے پہنچ گئے صاحبان جب انہوں نے کہا کہ اسکی عمدگی در اصل یہ ہے وہاں سے اگر آپ تصویر کو فلانی جگہہ سے دیکھینگے چنانچہ جب دوسرے مخالف اس مینار پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ ہر ایک درست ہے غرضکہ منشا مدعا یہ ہے کہ وہ تصویر حق کی تھی وہ تصویر تھی سچائی کی جب لوگوں نے غفلت کی نظروں سے دیکھا سچائی اسی طرح موجود ہے جیسے آسمان پر سورج یعنی آسمان کے سچائی بھی دل میں موجود ہے اگر میری زبان ہوتی میں اسکو بیان کرسکتا جس طرح بیان

میں نقص آجاتا ہے اسیطرح دماغ کے نقص پر جھگڑا کرنا ٹھیک نہیں ہے - ہماری کتابیں جو گیان کا مخزن ہیں اگر ہم ان کو نہیں سمجھ سکتے اور سچائی کو دیکھ نہیں سکتے تو ایسا کوئی موقع ہونا چاہیے کہ کوئی ہمیں دکھائے اور سمجھائے اسلیے یہ ایک جلسہ ہے جس سے آدمی کو بہت لابھ ہونے والا ہے کیونکہ جو صاحبان اعلے کتابوں تک نہیں پہونچ سکتے وہ اعلے آدمیوں کی زبان سے سنیں اسیطرح ہر ایک آدمی کے دل میں شوق ہے کہ سچائی کو دیکھے اور سچائی ظاہر ہو میں نے کہا کہ اسکا لب لباب دیکھنا چاہیئے نتیجہ دیکھیو کہ سچائی کس طرف ہے - ابھی ایک سورج گرہن پڑنے والا ہے جس میں سورج ساری کا سارا تاریک ہوجائیگا - اس میں تمام دنیا کے نجومی جمع ہونگے اور دیکھنے کو آئیں گے اسی طرح اگرچہ ہم لوگ دین کی نسبت جانتے ہیں اور ہم میں اعلے انسان اور ہادی ہیں جو ہمیشہ کوشش کرتا چاہتے ہیں - میرے شہر بہت ہی خوبیوں کا مخزن ہے کہ ہم اگر بیان نہیں کرسکتے ہمکو کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم اعلے ہوجائیں - اس جلسہ میں مختلف مذاہب کے فاضل آئے ہیں جو ہم کو سمجھائیں گے - اعتراض کرنے کی کسیکو گنجایش نہ ہوگی میں پہلے یہ بیان کرچکا ہوں کہ اس جلسہ سے بڑے بڑے صاحبان کو ہمدردی ہے چنانچہ آپ دیکھ سکتے ہیں - میر مجلس صاحبان کسقدر معزز آدمی ہیں جو بیٹھے ہیں مختلف مذاہب کے لوگ موجود ہیں میں یہ بھی کہہ آیا ہوں کہ یہ جلسہ نیا نہیں ایسے جلسے پہلے بھی ہوتے آئے ہیں اگرچہ شکاگو کا جلسہ بڑا بھاری جلسہ تھا مگر یہ بھی کم نہیں آپ لوگ علم - اتفاق وغیرہ کسی چیز میں یوروپینوں سے کم نہیں میں امید کرتا ہوں کہ آپ نہایت شوق سے سب تقریریں سنیں گے - اوم شانتی - شانتی - شانتی -

ماسٹر درگا پرشاد صاحب تقریر کے ختم ہونے پر کمیٹی منتظمہ کی طرف سے مندرجہ ذیل الفاظ بولنے کے لیے پھر کھڑے ہوئے -

صاحبان! مجھے کمیٹی کیطرف سے ہدایت ہوئی ہے کہ میں آپ کو اطلاع دوں کہ جناب **سردار دیال سنگھ** صاحب اس سبب سے کہ ان کے اقارب میں ایک ناگہانی موت ہوگئی ہے - تشریف نہیں لا سکتے اور اپنی جگہ اونہوں نے بھائی جواہر سنگھ سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی کو نامزد فرمایا ہے - جو ہر طرح سے اچھا انتخاب ہے -

ایسا ہی جناب بابو **پرتول چندر** صاحب جسٹس جج چیف کورٹ پنجاب بھی تشریف نہیں لا سکے کیونکہ انکے کرم یعنے سمبندھی مسٹر بنرجی جج ہائیکورٹ الہ آباد ابھی ابھی تشریف لائے ہیں - البتہ دوسرے وقت پر دونوں صاحبان تشریف لاکر مشکور کریں گے - اب بھائی جواہر سنگھ صاحب جلسہ کو افتتاح کریں گے -

اسپر سردار جواہر سنگھ صاحب اپنی کرسی صدارت سے اوٹھکر سپیکر کے منبر پر آگئے اور ذیل کی تقریر افتتاحی فرمائی

افتتاحی تقریر جناب سردار جواہر سنگھ صاحب ہوڈ ریڈیر

برادران! اس جلسہ کو فارملی طور پر اوپن کرنے کے واسطے یعنے اس جلسہ کی کارروائی شروع کرنے کے لیے ضابطہ کے طور پر اس جلسہ کے پروموٹرز نے مجھے یہ عزت بخشی ہے ۔ کہ میں فارملی اوپن ڈکلیئر کروں میں اسوقت کوئی لمبی چوڑی تقریر کرنے کے لیے نہیں کھڑا ہوا ہوں ۔ بلکہ یہ بتلانے کے لیے کھڑا ہوا ہوں ۔ کہ ہر مذہب و ملت کے لوگ جو یہاں موجود ہیں ۔ اون کی خدمت میں التماس کروں ۔ کہ اُن سب کو یہ بات جاننی ضروری ۔ بلکہ بہت ضروری ہے ۔ کہ جس مذہب کے ساتھ وہ تعلق رکھتے ہیں ۔ اوسکی خوبیاں بیان کریں یعنے اپنے مذہب کے رو سے سوالات مقررہ کا جواب دیں ۔ اور کبھی دوسرے مذہب پر کنایتًا یا صراحتًا حملہ نہ کریں ۔ ہم جو ایک جگہ اکھٹے ہوئے ہیں ۔ اس سے ہماری غرض بجز اسکے اور کچھ نہیں ۔ کہ باہم اتحاد اور ارتباط بڑھے اور آسان سے آسان طریق پر ایک سچے مذہب کی خوبیوں پر اطلاع پائیں اگر تعصب اور حسد ایسے جلسوں سے بڑھے تو پھر کچھ فائدہ نہیں اسیلئے تعصب اور ضد جیسی بری چیزوں کو دور کرنے کے لیے یہ جلسہ منعقد ہوتا ہے ۔ کیونکہ تعصب ایک ایسی چیز ہے کہ جسکو مذہب کے نزدیک بھی نہ آنے دیا جاوے ۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ اگر کوئی مذہب سچا ہے ۔ تو اوسپر پیرو تعصب کیوں کر سکتا ہے ۔ کیونکہ سچا مذہب ہمیشہ تعصب سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے ۔

آپ جانتے ہیں ۔ کہ مذہب کوئی چیز نہیں ۔ کہ بازار سے خرید اجاسکے یا تبادلہ پر مل سکے مذہب کا تعلق ہمیشہ کی زندگی سے ہے پھر آپ خیال فرمادیں کہ مذہب جیسے معاملہ میں کسیکی رو رعایت کی کیا وجہ بس معاملات مذہبی میں تعصب اور ضد نہ ہونی چاہیے ۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جب آدمی ایک پیسہ کا مٹی کا برتن مول لیتا ہے تو اسے کئی دفعہ ٹھکور لیتا ہے ۔ تو پھر لیتا ہے ۔ پھر مذہب ایسی شئے کو بلا دیکھے بھالے قبول کرلینا کیا مطلب رکھتا ہے مذہب جسکا تعلق روح کے ساتھ ہے ۔ اور جسکا اثر جاودانی زندگی پر پڑتا ہے ۔ اوس میں بھی اگر انسان تعصب کو کام میں لاوے تو سخت غلطی ہوگی ۔ اور اسکا نتیجہ کبھی بھی اچھا اور مفید نہیں ہوسکتا بلکہ پھر وہ ساری کوشش لاحاصل اور بیہودہ ہوگی ۔ اور میری رائے میں جب کہ مذہب کوئی زرخرید چیز نہیں تو میں نہیں سمجھتا اس میں تعصب آئے ہی کیوں ؟

اسکے علاوہ خدا ایک ہے ۔ اور اسکے بندے سب ایک ہیں ۔ اور سب کو اس نے روح دی ہے ناک ۔ کان سب اعضا یکساں دیے ہیں ۔ پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ انسان کے لیے اپنے اپنے علیحدہ علیحدہ مذہب قائم کیے

جائیں جبکہ سب آدمیوں کی ضروریات جسمانی ایک ہی قسم کی ہیں پھر کوئی وجہ نہیں کہ مذہب جو روح کی آسیری کا ایک ذریعہ ہے بہت سی ہوں ۔ لیکن اب چونکہ اب بہت سی مذاہب ہیں اور جو حق کے طالب ہیں ۔ وہ نہیں کرتے ہیں ۔ اسلیے یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے ۔ تاکہ عام طور پر تہذیب اور متانت کے پیرایہ مین یہ بتلا یا جاوے کہ حق کیا ہے ؟ ۔

حق کے پانے کے ذریعہ پروفیسر ۔ اور یہ ہم ہر ایک مذہب کے لائق اور فاضل پروفیسر کے منہ سے سنیں گے ۔ جو اس پلیٹ فارم پہ کھڑے ہوکر بیان کریں گے ۔ اگر تقریر کرنے والے صاحبان کو بالکل کھلا چھوڑ دیا جاتا ۔ تو پھر کوئی حد وحساب نہ رہتا ۔ اور اصل مقصد پورا نہ ہوسکتا ۔ بلکہ ہر ایک مذہب کا پروفیسر جو چاہتا بولتا ۔ اسلیے اس مقصد کو پورا کرنے اور اس قباحت او نقص کے رفع داد کے لیے پانچ مضامین مقرر کر دیے گئے ہیں ۔ جن پر جس مذہب کے پروفیسر جس طرح چاہیں ۔ بولیں مگر جلسہ مین کسی دوسرے مذہب پہ اپنی دوران تقریر میں صراحتًا یا کنایتًا حملہ نہ کرے اور حملہ کرنا بھی کیوں چاہیے ۔ ؟

جبکہ ایک شخص یہ سمجھ لے کہ میں حق بیان کرتا ہوں پھر دوسرے مذہب پہ حملہ کرنے کے کیا معنے ؟ اسلیے اس جلسہ کے بانیوں نے بڑی سوچ بچار کے بعد یہ قید لگادی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے مذہب پر کسی قسم کا خفیف سی خفیف حملہ کا اشارہ بھی نہ کرے ۔ میں بہت ہی خوش ہوں ۔ کہ ہمکو یہ بہت ہی اچھا موقعہ پھر ایک مذہب کی خوبیوں کے سننے اور سوچنے کے لیے ملا ہے پیشتر اس کے کہ میں بیٹھ جاؤں **انجمن حمایت اسلام** کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے ایسے اچھے کام کے لیئے اپنا مکان دھرم مہوتسو کے لیے دیا ہے بہت لوگ کہتے ہیں کہ ایک بڑے بھاری سیکرٹری نے ایک خاص فرقہ کے مکان میں جلسہ کیا جب لوگوں کا یہ حال ہے ان سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ پیشکش بات کو چھوڑ کر دوسرے کی بات سُنیں ۔ اسکے علاوہ اگر یہ جلسہ اگر کسی اور مذہب کے معتقدوں کے مکان میں ہوتا تو بھی یہ اعتراض ہوسکتا تھا ۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ ایک عقلمند کو اگر ایک دوکان سے اچھا سودا نہیں ملسکتا تو کیوں دوسری دوکان سے نہ لے جو کام انجمن حمایت اسلام نے کیا ہے وہ بہت قابل تعریف اور شکر گذاری کے لائق ہے ۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بجائی شکر گذاری کے اوسپر نکتہ چینی کی جاتی ہے میں ان لوگوں سے مخاطب نہیں جو انصاف نہیں کرسکتے یا نہیں کرنا چاہتے میں اپنے دل کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ یہ لوگ تنگ دل نہیں ہیں کوئی آدمی خواہ وہ کسی ہی مذہب کا کیوں نہ ہو اس پلیٹ فارم پہ کھڑے ہوکر اپنے خیالات آزادی کے ساتھ ظاہر کرسکتا ہے اسیلیے مین اس جلسہ کو فارملی اوپن ڈکلیئر کرتا ہوں ۔

سردار صاحب ممدوح کی اس تقریر کا ایک خاص اثر حاضرین جلسہ پر تھا کیونکہ انہوں نے اون خفیف اعتراض کی جو بیکان جلسے کے متعلق تھا جڑ کاٹکر اتفاق کا بیج بو دیا۔ سردار صاحب کے بیٹھ جانے پر خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب اپنی کرسی پر سے اوٹھے حسب قرارداد کمیٹی۔ آپ آج کے دن کے لیے موڈریٹروں میں سے پریسیڈنٹ جلسہ قرار پائے تھے۔ شیخ صاحب نے ظاہر کیا کہ پروگرام کے بموجب یہ وقت پنڈت امراد سنگھ صاحب کا ہے۔ جو جین مذہب کے وکیل ہیں۔ لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ اس لیے یہ وقت جناب میر ناصر نواب صاحب نبیرہ خواجہ میر درد کو دیا جاتا ہے۔ جنہوں نے کمیٹی کی تحریک پر اغراض جلسہ کو مدنظر رکھکر نظم لکھی ہے امید ہے کہ آپ صاحبان بہت محظوظ ہونگے۔

نظم جناب میر ناصر نواب صاحب نبیرہ حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب حمد خدا کو ہے مسلّم ہے ذات میں سب سے جو مقدم
ہر چیز کو جو کہ پالتا ہے اجسام میں جان ڈالتا ہے
رحمن و رحیم جسکے ہیں نام روشن ہیں جہان پہ جسکے سب کام
خالق ہے وہی وہی ہے مالک وہ باقی ہے اور سب ہیں ہالک
دنیا کو اسی نے ہے بسایا یہ باغ اسی نے ہے لگایا
اجسام کو اس نے ہے بنایا روحوں کو وجود میں وہ لایا
ہر ذرہ کیا ہے اس نے پیدا اسی نے کیا کل جہاں ہویدا
خود مخفی ہے شان اسکی ظاہر ہیں اسکے ہزارہا مظاہر
آنکھوں سے نظر نہیں وہ آتا پر قدرتیں سب کو ہے دکھاتا
پوشیدہ ہے گو جمال اس کا ہر سو ہے عیاں جلال اسکا

پوشیدہ نہیں ہے اسکی صنعت ہے سب پہ محیط اسکی قدرت
دنیا و تمام اہل دنیا قدرت کا ہے اسکے اک نمونا
اور اس سے کروڑ چند بڑہ کر گلزار کھلا ہے آسمان پر
یہ سورج و چاند اور یہہ افلاک یہ آب و ہوا و آتش و خاک
یہ کوہ و درخت اور تارے قدرت کے ہیں اسکے سب نظارے
ہے سب کا وہی بنانے والا پہر انکو اسی نے ہے سنبہالا
ہے ارض و سما کا وہی بانی اور کرتا ہے وہ ہی پاسبانی
رزاق وہی وہی ہے قیوم ہوجائے جہان ورنہ معدوم
ہے وہ ہی مصوّر زمانہ اور وہ ہی منوّر زمانہ
وہ چاہے جسے نہال کردے چاہے جسے پائمال کردے
پر عدل سے ہے وہ کام کرتا انصاف ہے صبح و شام کرتا
ہیں ظلم سے پاک اسکے سب کام بیوجہ نہ قہر ہے نہ انعام
تدبیر ہر ایک وہ ہے کرتا بے وقت نہیں ہے کوئی مرتا
انداز سے کام ہو رہے ہیں سب اسکے غلام ہو رہے ہیں
سنکر بہی ہیں اسجگہہ یہ مائل جاتے نہیں پیش کچہہ دلائل
کر سکتے نہیں وہ کچہہ بچارے ہے ورد وزبان ملے وارے
تقدیر ہے جبکہ پیش آتی تدبیر نہیں ہے پیش جاتی
رستم کا نہ زور پیش جاوے قارون کا نہ مال کام آوے
آتے نہیں کام کچہہ بہی اسباب جب آتا ہے حکم رب الارباب
آتے نہیں کام فوج ولشکر ہوجاتے ہیں پست شاہ کشور
جب آتی ہے سر پہ موت کی فوج اسوقت دکہاتی ہے عجب موج
جسوقت گلی میں جان آئی کام آتے نہیں ہیں باپ بہائی
سر پیٹتے ہیں طبیب اپنا منہ نوچتے ہیں غریب اپنا

کوئی نہیں وقت ٹال سکتا
اک دم بھی نہیں سنبھال سکتا

انسان ہے اس جگہہ پہ ناچار
ہتھیار ہیں اس جگہہ پہ بیکار

اوسان نہ عقل کام آوے
دم نکلے کو کون موڑ لاوے

علت کے لیے ہے کوئی معلول
یہ بات ہے کل جہاں میں مقبول

اللہ ہی علت العلل ہے
قبضے میں اسی کے سب کی کل ہے

بُت کو بنا رہا وہی ہے
مٹنے کو مٹا رہا وہی ہے

ازخود نہیں گردش زمانہ
ہے پھیرتا اس کو وہ یگانہ

ہے واحد و لاشریک و قادر
ہر جا ہے وہ حاضر اور ناظر

گر ہوتے خدا جہاں میں دو تین
دنیا میں نہ رہتی کچھ بھی تزئین

عالم میں بڑا فساد ہوتا
جب ان میں میاں عناد ہوتا

جب ہوتی خداؤں میں لڑائی
ہو جاتی جہان کی صفائی

ہیں اسکے وجود پر دلائل
اوہام اگر نہ ہوویں حائل

ایجاد کا چاہیئے ہے موجد
ہٹ دھرمی نہیں نہ اسمیں ہے ضد

کل چلتی نہیں بجز چلائے
کچھ ملتا نہیں بجز ہلائے

خود کیونکہ ہے گردش زمانہ
دو سوچ کے رائے عاقلانہ

ازخود نہیں کوئی چیز بنتی
مکڑی بھی ہے اپنا جالا تنتی

دنیا کا ہے بوجھہ کس کے اوپر؟
اور دیتا ہے کون اس کو چکر؟

اس گولے کو کس نے یوں بنایا؟
رفتار یہ کس نے یوں لگایا؟

کس طور بنا نظام عالم؟
دن رات جٹے ہیں کیونکہ باہم؟

عالم میں جو دیکھتے ہو ترکیب
صانع کے بغیر ہے یہ ترتیب؟

ارواح کو ہے تلاش اسکی
ہر دل میں ہے بود و باش اسکی

گذرے ہیں کروڑ اسکے عاشق
مانا ہے جہاں نے جن کو صادق

جو راہ میں اسکے مر گئے ہیں
دنیا میں وہ نام کر گئے ہیں

سچوں کی گواہیاں ہیں مقبول — بے شبہ دلیل ہے یہہ معقول
مانے کوئی اسکو یا نہ مانے — اس امر کے ہم نہیں دیوانے
مٹی سے ہمیں بنایا اس نے — قدرت سے ہمیں جلایا اُس نے
اللہ نے ہمکو عقل بخشی — اور علم کی روشنی عطا کی
اس نے دیے ہم کو ناک اور کان — بخشے ہیں اسی نے ہم کو اوسان
انسان کی زبان اس نے کھولی — کیا خوب سکھائی اس نے بولی
بخشے ہیں دل و دماغ اس نے — دو ہمکو دیے چراغ اُس نے
تقریر کی اس نے دی ہے طاقت — تحریر کی اسنے بخشی قدرت
جب ہوش و حواس اسنے بخشے — تب ہمپہ کھلے ہزار عقدے
صورت میں ہمیں عجیب بنایا — اور خوب لباس سے سجایا
کھانے کی عجیب نعمتیں دیں — القصہ بہت عنایتیں کیں
رحمت کا کیا جب اس نے سایہ — حیوان سے آدمی بنایا
ہے پشت و پناہ وہ ہمارا — انسان کا ہے وہی سہارا
گر فضل نہ ہووے اسکا شامل — ناقص سے بنے یہ کیوں کہ کامل؟
کیڑے سے بنایا اسکو انساں — سب کو کیا اس کا زیر فرماں
کی اسنے عطا اسے حکومت — دی اس نے عجیب شان و شوکت
حکمت میں اسے کیا فلاطوں — دولت میں بنایا اسکو قاروں
اس درجہ بنایا اس کو شہ زور — ہاتھی کو بھی جانتا ہی یہہ مور
حملہ میں ہے شیر نر سے بڑھ کر — اس جیسا کوئی نہیں دلاور
شہ زوری میں ہے اگر یہہ رستم — ہے داد و دہش کے وقت حاتم
شوکت میں سکندر و سلیماں — ہیبت سے ہے اسکو دیو لرزاں
ایجاد میں اسکو دسترس دی — حاصل کرے تاکہ یہہ ترقی
تم دیکھ رہے ہو حال دنیا — ایجاد ہوا ہے آج کیا کیا

ہے علم و کمال اس کو حاصل — ہر جاہ و جلال اوس کو حاصل
ہر علم سے کردیا خبردار — ہر کردیا اس کو اس نے مختار
سچ جھوٹ کی راہ بھی دکھا دی — اور اسکی جزا سزا سنا دی
قدرت کے دکھا دیئے دلائل — ہر طور کے دیدیئے وسائل
عرفان کا اپنے نور بخشا — سب سے دیا اسکو بڑھکے رتبہ
سب اسکو سکہائے اپنے احکام — غالب نہ ہوں تاکہ اسپہ اوہام
افراط کی سرکشی سے اسکو روکا — تفریط کی بیخودی سے ٹوکا
خوب اسکو بنایا واقف کار — تا اسکو نہ ہو کسیجگہہ ہار
جو حکم دیئے وہ فائدے کے — باہر نہ ہوتا یہہ قاعدے کے
غافل نہ ہو تاکہ صبح اور شام — آخر کو ہو جس سے اسکو آرام
ہر حکم میں اسکے ہے بھلائی — تا دور ہو اس سے کل برائی
بیجا کا نہیں ہے کچھ تحکم — احکام کو اسکے جانچ لو تم
جلدی سے نہ اعتراض کرنا — آخر کو ہے ایک روز مرنا
جو اس نے سکہائی ہیں عبادات — فی الاصل ہیں وہ ہی نیک عادات
رہنا ہے جو اسکی بندگی میں — ہرگز نہیں بستا گندگی میں
احکام خدا اگر نہ ہوتے — انسان شرف کو اپنے کھوتے
کچھ ان میں کمال ہی نہ ہوتا — یہ جاہ و جلال ہی نہ ہوتا
تدبیر و ہنر نہ اوس کو آتا — جنگل ہی کے گھاس پات کھاتا
یہ کارروائیاں نہ ہوتیں — یہ اسکی صفائیاں نہ ہوتیں
یہ عمدہ لباس ہی نہ ہوتا — جو آپ ہے وہ پاس ہی نہ ہوتا
ان آدمیوں پہ ہائے افسوس — جو بھاگتے ہیں خدا سے کوسوں
کرتے نہیں جو کہ اسکی اطاعت — لاتے... نہیں جو بجا عبادت
اللہ ہے مہربان اسپر — کرتا ہے فدا یہہ جان کسپر؟

کیوں اسکی طرف نہیں یہ آتا | وہ مہر سے اسکو ہے بلاتا
کرتا نہیں وہ تو سخت گیری | کرتا ہے ہمیشہ دستگیری
جب بھول ہوئی معاف کردے | تھوڑی سی سزا بھی دی اگر دی
پر اس نے نہ چھوڑی اپنی غفلت | کرنے لگا یہ غرور و نخوت
احکام کو توڑنے لگا پھر | اغیار سے جوڑنے لگا یہ
پیغامبروں کو اس نے بھیجا | برباد نہ ہووے تاکہ دنیا
کی خلق کی اپنی رہنمائی | بھولوں کو دوبارہ راہ دکھائی
ظلمت کا جہاں میں جب ہوا زور | جب شرک سے خلق ہوگئی کور
فی الفور ہی نور کو اتارا | پر نور کیا جہان سارا
ہر قوم میں اس نے بھیجے مرسل | ظاہر کریں تاکہ حق و باطل
دنیا کو سبق پڑھائیں حق کا | باطل کا مٹائیں شور وغوغا
آدم سے لگا کے تا بایں دم | جھگڑے رہے اس جہاں میں باہم
تھا نوح کا سب سے پہلے جھگڑا | طوفان نے آکے جو مٹایا
پھر ہوتے رہے ہزاروں قضیے | مشہور جہاں میں جنکے قصے
تاریخیں بھی جنکی ہوگئیں گم | اب گویا کہ ہوگئے وہ گم صم
اک معرکہ آکے پھر پڑا سخت | آزار رساں تھا ایک کمبخت
دشمن تھا خدا کا اور شقی تھا | رب ہونے کا آپ مدعی تھا
فرعون ہے جسکا نام مشہور | تھا مصر کا بادشاہ مغرور
موسیٰ ہوئے اسکی سمت مامور | لڑنے لگے آکے ظلمت و نور
ہوتی رہی دیر تک لڑائی | مدت ہوئی ان میں ہاتھا پائی
انجام کو نور آیا غالب | ظلمت میں گئے بہی کے طالب
موسیٰ کو دیا خدا نے غلبہ | قلزم نے مٹایا خوب جھگڑا
پھر ہوتے رہے بہت تماشے | دنیا میں ہوئے ہزاروں قضیے

ہر جا پہ ہوا ظہور حق کا   جہوٹوں کو کیا خدا نے جہوٹا
سچوں کی ہی آبرو بنائی   جہوٹوں پہ پڑی بری تباہی
بے باک ہوئے خراب ہر جا   ناپاک ہوئے ذلیل و رسوا
اس ہند میں بہی ہوئے کئی پاک   تاریخ ہے جنکی بس خطرناک
تہے رام و کرشن جنہیں سرتاج   تہے وقت میں اپنے جو مہاراج
تہے مصلح قوم یہ بہی دو تو   تاریخ میں انکا حال دیکھو
پہر انکے بہی تہے عدو برابر   آخر کو ہوئے مگر وہ ابتر
انجام کو ہوگئے جو برباد   دنیا سے گئے ذلیل و ناشاد
ہے رام و کرشن کی سدا جے   انکے لیے مدحت و ثنا ہے
ہر قوم میں نیک لوگ آئے   خلقت کے لیے بہلائی لائے
پہر خلق نے کی نہ ان کی عزت   دیتے رہے انکو سخت ذلت
کرتے رہے ان کو یونہی بدنام   پہیلائے جہان میں انپر اوہام
لیتے رہے کام افترا سے   ہرگز نہ ڈرے ذرا خدا سے
ہوتے رہے انبیا پہ حملے   پہونچائے گئے وہ سخت صدمے
کتنوں کو کیا جہاں سے ناپید   بہتیروں کو جیل میں کیا قید
بعضوں کو کیا ہلاک سم سے   بعضے رہے ہمکنار غم سے
آتش میں جلا دیا کسی کو   سولی پہ چڑہا دیا کسی کو
گردن سے کسیکا سر اوتارا   لب تشنہ کسیکو جاں سے مارا
ہے ناصحوں کا جہان دشمن   ہوتی ہے ہمیشہ ان سے ان بن
ہر ایک نہیں مگر برابر   ہے کوئی مطیع کوئی خودسر
پہر ایک زمانہ سخت آیا   پلٹی گئی کل جہاں کی کایا
دنیا پہ بڑی اندہیری آئی   اندہیرے سے بہر گئی خدائی
بیخوف ہوئے تمام انساں   ظلمت کا اٹہا جہاں میں طوفاں

فاسد ہوئے جبکہ بحر اور بر
جب حد سے بڑھی جہاں میں شر

جب چھا گیا کل جہاں پہ اندھیر
ظلمت نے لیا زمانے کو گھیر

اک مصلح خاص بہر تو آیا
اور حق کا کلام ساتھ لایا

پیدا ہوا کل جہاں کا ہادی
کرنے لگا خلق میں منادی

اور آیا بھی ملک میں عرب کے
رہتا نہ تھا جو کسی سے دبکے

مرکز جو تھا سب شرارتوں کا
کہاتا جو تھا مال غارتوں کا

غارتگر و بیحیا و سفّاک
تھے لوگ وہاں کے سخت بیباک

ڈر ان کو نہ تھا ذرا خدا کا
اصنام کی ہو رہی تھی پوجا

تھا بغض و نفاق انکے دلمیں
تھی پھوٹ تو ان کی آب و گل میں

وحشت کا نہ تھا کوئی ٹھکانا
عادات تھے انکے جاہلانہ

تھا سر میں غرور دل میں نخوت
مردہ تھے تمدن و محبت

قانون کے بے لگام تھے وہ
انسان برائے نام تھے وہ

جب آیا وہاں ڈرانے والا
پیغام خدا سنانے والا

سوتے ہوئے نیند سے جو چونکے
کتوں کیطرح سے اسپہ بھونکے

لڑنے لگے نور اور ظلمت
برپا ہوئی ملک میں قیامت

مصلح نے اٹھائے سخت صدمے
سب ہو گئے برخلاف اسکے

جو اس سے ملا ہوا وہ ناچار
جاری ہوئی اک عجیب پیکار

اک سمت سے ہو رہی تھی نرمی
اور دوسری سمت سے تھی گرمی

وہ حق کی طرف بلا رہا تھا
احکام خدا سنا رہا تھا

اور ملک تھا مبتلائے اوہام
گھٹی میں پڑے ہوئے تھے بدکام

دل پہ تھی چڑھی ہوئی سیاہی
اور سر پہ سوار تھی تباہی

سب ہو گئے دین حق کے دشمن
مانع ہوئے اسکے مثل رہزن

لاتے نہیں نبی پہ جو کہ ایماں — ہر وقت تھا ان کو خطرہ جاں

ایذائیں بہت اوٹھا رہے تھے — کفار انہیں ستا رہے تھے

بنتا نہ تھا کوئی ان کا حامی — کرتے تھے سب ان سے بد کلامی

بے قاعدہ انکو تھے ستاتے — ہر وقت تھے انکا دل جلاتے

ہر وقت تھی مار دھاڑ ان پر — دکھوں کے گرے پہاڑ ان پر

جب نوبت اضطرار آ گئی — دشمن ہوئی انکی کل خدائی

کرنی پڑی ان کو گھر سے ہجرت — ناچار کیا وطن کو رخصت

اللہ نے انکو یوں بچایا — مکے سے مدینے لا بسایا

نقصان اٹھائی حد سے زیادہ — پر ہو گئی راہ دیں کشادہ

ہر طور کی زحمتیں اٹھائیں — ایذائیں بہت اونھوں نے پائیں

نیکی کو کیا جہاں میں قائم — چن چن کے مٹا دیے مظالم

سر بیچ کے دین کو خریدا — تب لوگ بنے خدا رسیدہ

وہ وقت تھا سخت ابتلا کا — اور آج تو ہے کرم خدا کا

آزادی کا آگیا زمانہ — بھاگے وہ خیال جاہلانہ

شائستہ بنے ہیں آجکل لوگ — اور دور ہوئے ہزار ہا روگ

تحقیق کی کھل گئی ہیں راہیں — دنیا کو ملی بہت پناہیں

ہے ہند میں آج فضل باری — پہلی سی نہیں ہے بیقراری

انگریز ہیں ہمیں حکمراں اب — دنیا کا نصیب ہے جوان اب

ہر سمت خوشی کے قہقہے ہیں — بلبل کیطرح سے چہچہے ہیں

کافور ہوئے ہیں جہل و اوہام — تحقیق سے لے رہے ہیں سب کام

اظہار کا حق کے وقت آیا — ہے جوش میں اپنا اور پرایا

ہر فرقہ کے آدمی اکٹھے — کس شوق سے ایک جا ہیں بیٹھے

سب اپنے ہنر کریں گے اظہار — ہر دین کے آئینگے مددگار

مذہب کے کھلیں گے آج دفتر
ہر فرقے کے یہاں کھلیں گے جوہر

تہذیب سے ہوگی گفتگو یاں
ہر دین کی ہوگی جستجو یاں

اخلاق سے بات چیت ہوگی
تہذیب سے بات چیت ہوگی

آساں نہیں یاں زباں ہلانا
کچھ کھیل نہیں یہاں پہ آنا

دعوی پہ دلیل لانی ہوگی
ورنہ وہ فقط کہانی ہوگی

جو بولے کتاب سے وہ بولے
کچھ اپنی طرف سے لب نہ کھولے

دے اپنی کتاب کا حوالا
سمجھے جسے حکم وہ خدا کا

کچھ اس سے نہ بیش و کم کرے وہ
باہر نہ قدم ذرا دھرے وہ

ہر بات پہ حکم لاتا جاوے
ہر حکم یہاں سناتا جاوے

ہو اصل کتاب کی عبارت
حاصل ہو ہر اک کو بصارت

پھر اردو میں اسکی ہووے تفصیل
قرآں ہو یا کہ ہو وہ انجیل

ہو وید و پران یا کوئی اور
ہر ایک کا ہو یہاں یہی طور

رکھتا نہ ہو جو کتاب کوئی
اس سے نہیں یہ خطاب کوئی

وہ اپنے بیاں کرے دلائل
اسکو نہیں یہ حجاب حائل

ہر بات کرے وہ عاقلانہ
تقریر نہ ہووے جاہلانہ

تہذیب سے خلق سے بیاں ہو
ہر ایک کا حال تا عیاں ہو

عالم کی ہو جس میں خیر خواہی
ہووے نہ وہ باعث تباہی

مخلوق کو جس سے فائدہ ہو
القصہ کہ نیک قاعدہ ہو

تقریر میں امن و عافیت ہو
تحریر میں کچھ صلاحیت ہو

ہے وقت عجب بہار کا آج
آویگا نظر یہاں خدا آج

ویدوں کے کھلیں گے آج جوہر
تقریر کے یہاں لٹیں گے گوہر

یاں شاستروں کی بات ہوگی
کچھ بات نہ واہیات ہوگی

ودانتی وید کو پڑھیں گے
تقریر کے واسطے بڑھیں گے

آمین گے دہرم سبھا کی ممبر — سب لوگ سنیں گے انکا لکچر
انجیل کے آئے ہین جو سناد — ہیں اپنے کمال میں جو استاد
تثلیث کی تشریح وہ کرینگے — کل جلسہ کے روبرو دہرینگے
سچ جہوٹ کا ہوگا یہاں نتارا — اللہ کا سب کو ہے سہارا
اسلام کا حال یاں کہلے گا — قرآن کا جلال یاں کہلیگا
ہوجائیں گے راز آشکارا — جلدی نہ کرے کوئی خدارا
اس جلسہ میں جو کوئی نہ آیا — اور اپنا بیان کچھ نہ لایا
فرقے کو کیا ذلیل اس نے — جبکو نہ دی دلیل اس نے
اسوقت کو ہاتھ سے جو دیگا — خود اپنے لیے وبال لے گا
گلیوں میں جو پہرتے ہیں مناتی — کسواسطے یاں نہیں وہ آتی
جو شور نہیں جو کرتے ہیں منادی — یاں آتے نہیں وہ کیوں فسادی
سیلوں میں لگاتے ہیں جو ڈیرے — دیہات میں کرتے ہیں جو پھیرے
یاں آکے سنائیں اپنا لکچر — کچھ شور نہیں نہ یاں کوئی شر
یاں جہل نہیں نہ کچھ لڑائی — ہوتی ہے مزے سے یاں صفائی
عزت سے یہاں مقابلہ ہے — کوئی نہیں یاں کسی کے درپے
موجود ہیں سارے اہل عزت — یاں آنے میں کچھ نہیں ہے ذلت
گالی نہ یہاں فضول گوئی — پہر کس لیے یہاں نہ آئے کوئی
یہ خاص نہیں کسی کا جلسہ — مل جل کے کیا ہے سب نے میلہ
یہاں طالب حق ہوئے ہیں سب جمع — پہر دیکھیے یار ہوویں کب جمع
عبرت کا نظارہ ہے عزیزو — پر لطف تماشا آکے دیکھو
جو اس سے ہٹا وہ حق سے بہاگا — منظور نہ ہوگا عذر اس کا
ای ناصر دل فگار خاموش — کر بند زبان کھول اب گوش

میر صاحب کی نظم کے بعد پنڈت اشری پرشاد صاحب بلائے گئے آپ ایک مشہور اور نامور مقرر اور سرغنہ عمدہ دار سناتن دہرم سبھا کے ہیں سناتن دہرم سبھا پنجاب میں اپنی مذہبی واقفیت کی باعث نہایت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

جناب پنڈت اشیری پرشاد صاحب سناتن دہرم

دنیا مین انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا ہے
اور وہ غرض کسطرح حاصل ہو سکتی ہے

معزز صاحب میر مجلس و اصحاب حاضرین جلسہ

بہ تعلق اس ہدایت کے جو اس موقعہ پر تقریر کرنے والون کے لیے کی گئی ہے کہ کسی دوسرے مذہب والے کے دل دکہانے والے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں میں شروع میں اس امر کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی دوسرے مذہب کے پیرو صاحب کو ان الفاظ سے ناراضی ہو (جو میں نے ایک دو موقعہ پر استعمال کیے ہیں کہ ہندو دھرم دوسرے مذاہب سے افضل ہے) تو از راہ عنایت مجھے معاف فرماویں۔

منجملہ ان مضامین کے جو اس موقعہ عظیم پر غور کے لیے تجویز کیے گئے ہیں میں اسوقت چند خیالات صرف درباب اس سوال کے پیش کروں گا کہ دنیا مین انسان کی ہستی کی اصلی غرض کیا اور وہ غرض کس طرح حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ باقی ہر چہار مضمون در اصل اسیکی جزو ہیں اور مضمون ہذا کے مفصل طریق پر بیان کرنے میں خود انکا ذکر بھی ہونا لازمی ہے۔ قبل شروع کرنے کے مجھے اسی امر کا اظہار ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ جو کچھ میں آپ صاحبان کے روبرو کروں گا وہ تاحد علم و یقین میرے سب کے بمتابعت اس ہندو جماعت کے عقیدہ کے ہوگا جسے سناتن دہرمی یا پورانک یا پرمتھک وغیرہ ناموں سے پکارا جاتا ہے تاہم خاص اس موقعہ پر میں اس جماعت کے کسی حصہ کیطرف سے باضابطہ وکیل کی طرح منتخب ہوکر کہڑا نہیں ہوں اسلیے جن خیالات کو میں ظاہر کروں گا وہ خاص میرے ذاتی بطور ایک سناتن دہرمی ہندو کے تصور کیے جائیں اور انمیں سے کوئی خیال مستند مذہبی کتب سناتن ہندو دہرم سے نقیض پایا جائے تو وہ بالکل غلط متصور ہونا چاہیے اس امر کا اظہار بلحاظ خیالات صحاب سناتن دہرم کے اور نیز بلحاظ نکتہ چینی بعض مخالفان کے ضروری معلوم ہوا ہے کیونکہ بہت سی صحاب سناتن دہرم۔ اس مہوتسو کی کارروائی کو تاحال اندیشہ کی نگاہ سے دیکھتے ہین جسکے لیے انکے پاس کسیقدر معقول وجہ موجود ہے اور بہت سے مخالفان سناتن دہرم کا دستور ہے کہ نکتہ چینی کرنے کے وقت پورا لحاظ انصاف کا نہین رکہتے اور اکثر اوقات سناتن دہرم کو ایسے امور

سے اپنے مطلب وارن کرتے ہیں جنکے لیے اشانا فا سناتن دہرم ہرگز ذمہ وار نہیں ہو سکتا

اسی موقع پر میں ممبرکان سن سبھا کی توجہ اس امر کی طرف نہایت ادب سے دلانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اپنی کوشش کو واقعی منزل مقصود پر پہونچانا چاہتے ہیں اور جو کچھ سناتن دہرم میں دنیا کو فائدہ پہونچانے کے قابل ہے اُس سے دنیا کو واقف کرانے کی آرزو رکھتے ہیں۔ تو اس امر کے لیے خاص تردد کریں کہ واقعی اور سچے سناتن دہرمی پنڈتوں ([illegible]) کے علم کے شبہات (جو وہ رکھتے ہوں) معلوم کرکے انکو اپنے ارادوں سے پورا واقف کریں اور اپنی کارروائی کا شریک بنائیں۔

جن الفاظ میں سوال زیر غور کے اول حصہ کو مرتب کیا گیا ہے ممکن ہے کہ ان الفاظ سے مختلف مرادیں لی جائیں اسلیے جو مرادیں میں نے ان الفاظ سے سمجھی ہے اوسکو شروع میں بیان کردینا مناسب ہے۔ میں ان الفاظ سے مقصود یہ سمجھتا ہوں کہ انسان کو موجودہ حالت میں کیا غرض اپنے سامنے رکھنی چاہیے یا یوں کہو کہ انسان کو زندگی بھر میں کس مقصد اعلے کے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیئے ضرورت اس تشریح کی اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ عبارت موجودہ سے یہ مراد سمجھنی بھی ممکن ہے کہ کس غرض سے انسان پیدا کیا گیا ہے یعنے خالق نے کیوں یا کس مطلب کے لیے انسان کو بنایا اور غور کرنے پر ظاہر ہوگا کہ جو کچھ خالق کائنات کے لیے کائنات کو پیدا کرنے کے واسطے تحریک دہ ہوا ہوگا اس کی بابت تحقیقات طاقت انسانی سے باہر ہے۔

اس امر کے یقین دلانے کے لیے کہ جو سوالات انسان کے لیے قابل غور ہو سکتے ہیں ان سب میں سے بڑھکر توجہ طلب یہ سوال ہونا چاہیئے بہت کچھ دلیل بازی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ بات جس کی وجہ سے انسان دیگر تمام وجودوں سے (جو اسکے حد تواسے کے اندر واقعہ ہیں) اپنے آپ کو بزرگ تر ماننے کا دعوی رکھتا ہے عقل کے اعلے استعمال کی قابلیت ہے۔ کھانے۔ پینے۔ سونے۔ اولاد پیدا کرنے۔ دکھ سکھ محسوس کرنے وغیرہ میں بیشمار دیگر حیوانات اسکے برابر اور بعض صفتوں میں کوئی کوئی بلا اشتباہ اس سے بڑھکر ہیں۔ محض جسم صفات میں بہت سے اُن موجودوں میں سے جنکو حیوانی اور نباتی جان سے محروم تصور کیا جاتا ہے انسان سے بدرجہا افضل ہیں۔ الا عقل کا اعلے استعمال ہی وہ ایک صفت ہے جس میں انسان اون تمام وجودوں سے جو اسکے چاروں طرف موجود ہیں سبقت لیجانے کے قابل ہے۔ لیکن اسکا ذی عقل ہونا کس مصرف کا ہوگا اگر اس ایک سوال کی بابت وہ کچھ پختہ اور یقینی رائے نہ رکھتا ہو کہ زندگی کے دوران میں اوسے کونسا مدعا

پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ بغیر اسکے اس کی حالت اس مسافر کی طرح ہوگی جو ایک وسیع میدان میں چل رہا ہے مگر نہیں جانتا کہ کدھر کو اس نے جانا ہے

اگرچہ اس سوال کی بابت اطمینان بخش جواب معلوم کرنا ہر ذی عقل کے لیے واجب معلوم ہوتا ہے تاہم ہر سرزمین سے نوسو ننانوے اشخاص موجودہ حالت دنیا میں ایسے ہیں کہ یا تو انہوں نے کبھی اس سوال کو سوچا ہی نہیں یا صرف سرسری قسم کا خیال اس کی بابت کبھی کیا ہوگا۔ زیادہ تر حیرانی کے قابل یہ بات ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ خیال کرتے ہیں اور جو اور معاملات میں بعض دفعہ بال کی کھال اوتارنے کی کوشش کرتے ہیں بقدر ایک بھاری فیصدی کے ایسے ہیں کہ اس میدان دنیا میں اس سوال کے متعلق محض اندھا دھند طریق پر چل رہے ہیں۔ بہتیرے اشخاص بیوپار میں نہایت ہوشیار ہیں لاکھوں کے سودے کرتے ہیں۔ کروڑوں کے منافعات حاصل کرتے ہیں۔ بڑے مدبران سلطنت ہیں۔ کروڑوں انسانوں کے معاملات کو چلاتے ہیں۔ صدہا انتظامی کارروائیاں طے کرتے ہیں۔ بڑے پایہ کے جج اور وکلا ہیں مسائل قانون کی موشگافی سے دنیا کو حیران کر دیتے ہیں مشہور طبیب ڈاکٹر موت کے مونہہ میں سے مریضوں کو کھینچ لیتے ہیں۔ بڑے بڑے فلاسفر اور مقنن اور فاضل اجل وغیرہ ہیں۔ لیکن اس سوال ضروری کی بابت کبھی انہوں نے بالکل یا کافی غور نہیں کیا کبھی انہوں نے غور عمیق سے خیال نہیں کیا کہ اس زندگی سے گذر کر ہمارا کیا حال ہوگا اور جو کچھ حالت بعد زندگی کے ہے کیا وہ حالت اس قابل ہے یا نہیں کہ ہماری صحیح کوشش سے بہ نسبت نہ کوشش کرنے کے بہتر ہو سکے میں آج اس مختصر وقت میں اس عظیم الشان سوال کے جواب کا کوئی حصہ بتشریح بیان نہیں کر سکونگا بلکہ اس کے متعلق صرف چند ضروری رموز کا محض حوالہ دے سکوں گا۔ جن اصحاب کو شوق ہو کہ سناتن دھرم کے گرنتھوں میں کیا کچھ اس بارہ میں لکھا ہے انکو مفصل حال دریافت کرنے کے لیے خود کوشش کرنی پڑے گی۔

یہ امر تو اب دنیا کے بہت سے عالموں نے تسلیم کر لیا ہے اور جوں جوں حکیمانہ غور اس ہمارے سوال پر مبذول ہوتا جاتا ہے یہ ثابت ہوتا جاتا ہے کہ نہایت پرانے زمانے میں ہندوستان کے رشیوں نے اس سوال کی بابت غور کیا اور ان کتابوں میں (جنکو سناتن دھرمی ہندو لوگ الہامی کتب مذہبی میں شمار کرتے ہیں) اپنے غور کا مکمل نتیجہ مبتلاشیان راستی کے واسطے درج کر دیا۔ جن کتابوں میں

بالخصوصیت اس سوال کا ذکر درج ہے ان کا نام درشن ہے جو تعداد مین چھ ہین۔ بعض وقت بین ان کو چھ شاستر کے نام سے بھی موسوم کرتے ہین۔ اصل گرنتھون مین عالمانہ طریق پر اصول درج ہین۔ جس پر مین بعد دیگر فاضلون نے بھاری بھاری شرحین لکھکر مضمون کو زیادہ سہل کیا ہے۔ ان مین سے ایک گرنتھ کی شروعی عبارت

अथातो धर्म्म जिज्ञासा ॥ یہ ہے ۔

جسکی مراد یہ ہے کہ اس گرنتھ مین تحقیقات کی گئی ہے کہ انسان کا دہرم (فرض) کیا ہے علاوہ ان درشنوں کے اپنشدون اور کئی دیگر گرنتھون مین بھی خاص خاص ٹکڑون کا بالکل سوال کا ذکر کیا گیا ہے۔

جہانتک میری محدود واقفیت پہونچی ہے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس محققانہ طریق سے ہمارے رشیوں نے اس سوال کے بارہ میں غور کیا ہے کسی اور مذہب میں اسکا نمونہ نہیں ملتا۔ اکثر صورتوں میں تو اس طریق پر صاف الفاظ مین سوال ہی نہیں اٹھایا گیا۔ اور اگر کبھی اس سوال کے متعلق کچھ غور کیا گیا بھی ہوگا تو سرسری طور پر ہوگا۔

بڑا بھاری مقصد جسکو ہمارے رشیوں نے انسان کے واسطے زندگی میں مدنظر رکھنا ضروری سمجھا ہے وہ مختلف عبارتوں میں ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر اخیر مدعا سب کا ایک ہی ہے۔ عموماً اسکو پرمانند (یعنی نہایت درجہ آنند (خوشی) جو ممکن ہے) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے نہایت عمدگی کے ساتھ اس کی تشریح و توضیح کی ہے کہ وہ پرمانند کیا ہے اور کس طریق اور کن وسائل سے حاصل ہو سکتا ہے۔

مثلاً اصول سانکھیہ میں پہلا اصول ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے

अथ त्रिविधदुःखात्यन्त निवृत्ति रत्यन्त पुरुषार्थ

جسکی مراد یہ ہے کہ نہایت بھاری کوشش تین قسم کے دکھوں کے نہایت دفعیہ پر صرف کرنی چاہیے۔

سوال مذکور پر غور کرنے کے وقت ظاہر ہوگا کہ ایسے امر کے پا پہنچنے کے لیے (کہ جو کچھ کسی مذہبی یا دیگر کتاب مین

ہمارے رشیوں نے تمام جاندار وجودوں کو معہ تین قسم کے دکھوں کا بیان کیا ہے یعنے جو وجود ہے ان تین قسموں میں کسی نہ کسی قسم میں مبتلا پایا جائیگا۔ انکے نام یہ ہین۔ آدہی بہوتک۔ آدہی دیوک۔ ادہیاتمک اور تمام ایسے دکھوں اور تکلیفوں کا نہایت دفعیہ یعنے ایسا کہ پھر وجود کبھی ان میں مبتلا ہونے کا مستوجب نہ رہے وہ مدعا ہے جس کے لیے نہایت کوشش کی جانی چاہیے۔

انسان کے واسطے بطور مقصد اعلے پیش نظر رکھے جانے کے قابل بیان کیا گیا ہے فی الحقیقت وہ اس قابل ہے یا نہیں) نہایت ضروری اس امر کا جاننا ہے کہ انسان کیا ہے۔ کیونکہ جب تک اس امر کی بابت ہمیں کچھ اولی شبہ واقفیت نہ ہو اس وقت تک یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ اصلی سوال کا فلاں حل صحیح یا اطمینان بخش ہے یا نہیں ہے۔ برعکس اسکے جب یہ معلوم ہو جاتے کہ انسان کیا ہے (جس میں یہ بھی شامل ہے کہ موجودہ حالت کے شروع یعنی تولد سے پہلے وہ کس حالت میں تھا اور موجودہ حالت کے اختتام یعنے معمولی موت کے بعد کس حالت میں ہوگا) تو سوال مذکور پر غور کرنے میں نہایت آسانی ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو کچھ جواب اس آخر الذکر سوال کا ہو انسان کی ہستی کا مدعا صرف یہہ ہوگا کہ اس کی حالت بہتر ہو اور اس امر کا فیصلہ کہ انسان کے لیئے بہتری بنسبت حالت موجودہ کے ممکن ہے یا نہیں۔ یا یہہ کہ بہتری کی صورت کیا ہے اس امر پر کلاً منحصر ہے کہ انسان کیا ہے۔ اسی امر کے تصفیہ پر کہ انسان کیا ہے اس امر کا فیصلہ کلاً منحصر ہے کہ جو کچھ بطور مقصد انسان کے بیان کیا جاتا ہے وہ فی الواقع اس نام سے موسوم کیے جانے کے قابل ہے یا نہیں کیونکہ (جیسا آگے اشارہ کیا جائیگا) موجودہ حالت میں مختلف جاندار وجود مختلف حالتوں کو اپنے لیے باعث خوشی کا مانتے ہیں۔

میں نے ابھی ذکر کیا تھا بقدر ایک ہزاری فیصدی کے ان لوگوں میں سے جو دیگر معاملات میں فہمیدہ اور لائق اور تجربہ کار اور ہوشیار مانے جاتے ہیں اہم سوال زیر غور کے بارہ میں نہایت افسوس کے قابل طریق پر اوقات بسری کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یا زیادہ تر یہی ہے کہ ان کو کبھی خیال اس امر کا نہیں آیا کہ ہم کیا ہیں۔ کیا محض مادی اجزا کا مجموعہ اور حالت موجودہ کے اختتام پر قطعاً نابود ہو جانے والے ہیں یا کہ جو کچھ ہمارے اندر ہیں۔ اور تو اور وہ کا فرق کرنے والا ہے مادی اجزا سے علیحدہ اور بعد حالت موت کے قائم رہنے والا ہے اور اگر باقی رہنے والا ہے تو اسکی صفات وغیرہ کیا ہیں

اس سوال پر ہمارے رشیوں نے (جیسا کہ امید کیا جا سکتا ہے) نہایت پر تجلی شعاعیں اپنے الہامی صحیفوں میں ڈالی ہیں جن کی بے مثال عظمت کو مغربی دنیا کے بہت سے فاضلوں نے محسوس کیا اور اکثروں نے ان میں سے مسائل سناتن دہرم کی راستی کو تسلیم کیا ہے۔ اس موقعہ پر سوائے اسقدر اشارہ کے اور زیادہ ذکر کرنا ناممکن ہے میکس مولر صاحب نے (جنکا نام اب اکثر تعلیم یافتہ ہندوستان کے باشندوں کے کانوں تک کبھی نہ کبھی ضرور پہونچا ہوگا) ایک تذکرہ میں (جو دربارہ ہندوؤں کے علم وید انت کے انہوں نے شائع کیا ہے) بیان کیا ہے کہ ہندوؤں کا یہہ علم وہ ہے جو دنیا بھر کی تمام حالتوں کے لوگوں کے لیے کارآمد

وحوادث قوائی عقلی پر ایسی تاثیر ڈالتے ہیں جو مطابق انکی نوعیت کے کسیقدر درجہ تک مفید یا نقصان مند ہوتی ہے الا یہہ بات بالکل صحیح نہیں ہے کہ جسقدر توانا اور مضبوط اور صحیح جسم ہوگا اوسیقدر توانا اور مضبوط اور صحیح قوائے عقلی ہونگے۔ بلکہ برخلاف اسکے ایسی نظیریں جن میں دیکھا جاتا ہے کہ لاغر اندام اور ضعیف جسم اور پستہ قد و کم خوراک کھانے والا وغیرہ شخص بہ نسبت دوسرے شخص کے جوان باتوں میں حواوس سے ترجیح رکھتا ہو زیادہ تر عقلمند اور مضبوط رائے والا اور دقیق غور کرنے والا وغیرہ ہوتا ہے) اس قدر کثرت سے ساتھہ ملتی ہیں کہ یہہ خیال بالکل قابل تسلیم نہیں رہتا کہ مضبوط عقل اور رائے کے لیے مضبوط جسم درکار یا لازمی ہو۔

جسمی مضبوطی اور عقلی مضبوطی کے باہمی تعلق کو چھوڑ کر جب آتمک حالت پر غور کیا جائے تو صورت اور بھی عجیب نظر آتی ہے کسیقدر درجہ تک تو ضرور قوائے عقلی و جسمی کی درستی آتمک حالت کی درستی قائم رہنے کے لیے ضروری معلوم ہوتی ہے مگر اُس حد سے آگے چلکر تو مضبوطی جسم اور تیزی وچالاکی قوائے عقلی سے آتمک حالت پر صاف صاف حارج اثر پڑتا ہوا ظاہر ہوتا ہے۔ صرف ایک مثال بطور تشریح کے دینی کافی ہوگی۔ مثلاً ایسے آدمی شاذونادر ملینگے جو جسم میں نہایت مضبوط اور قوائے میں خوب تیز اور جلد اثر پذیر ہوں اور انکے روبروئے کوئی شخص کوئی بات برانگیختہ کرنے والی کرے اور وہ برانگیختہ نہ ہوں۔ حالانکہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ برانگیختہ کرنے والی بات سنکر برانگیختہ نہ ہونا یہہ آتمک خوبی ہے اور برانگیختہ ہونا آتمک نقص ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوا کہ جسمی اور عقلی مضبوطی اور تیزی کی موجودگی سے آتمک نقص کا ظاہر ہونا زیادہ قرین قیاس تجربہ سے ثابت ہوتا ہے۔

علاوہ اور کئی امور مندرجہ شاستر ہائے کے ایک ذکر اپنے موقعہ پر خاص توجہ دلائے جانے کے قابل ہے جس کا اس اخیری امر کے ساتھہ بہت بھاری لگاؤ ہے۔ ذکر مذکورہ ہے جس میں یہہ تین جملہ ہائے الفاظ یعنے ستوگن ورجوگن وتموگن بیان کیے گئے اور جن میں ان تینوں کی اسم صفت۔ سانکی ورجسی وتامسی کا بیان ہے مجھے افسوس ہے کہ اس موقعہ پر میں ان الفاظ کی بابت مفصل طور پر کچھہ نہیں کہہ سکتا لیکن تمام متلاشیان ستی اور شائقان واقفیت اسرار ستی کی خدمت میں نہایت ادب سے اصرار کے ساتھہ عرض کرتا ہوں

نوٹ۔ ستوگن کی کامل حالت میں برہم (خدا) بالذات ہے اور خالق کائنات ہوجانے میں رجوگن کی حالت اور کائنات کے فنا کرنے کی صورت میں اوسکو تموگن کی حالت میں کہا جاتا ہے۔

کہ تا وقتیکہ ان الفاظ کی بابت کما حقہ غور نکریں گے ان کو آتمک تحقیقات میں بہت کچھ دقت پیش آئیگی - اور اکثر اوقات ممکن ہے کہ غلطی میں مبتلا رہیں -

جو کچھ کائنات میں وجود ہے اور تمام وجود رکھنے والی اشیا ء کی حالتیں اور تمام افعال اور اقوال اور خیالات ان تین قسموں میں منقسم ہونے کے قابل ہیں -

عموماً مادی وجودوں میں تموگن کا زیادہ تر ظہور اور عقلی حالتوں میں رجوگن کا ظہور اور آتمک حالتوں میں ستوگن کے ظہور کا امکان پایا جاتا ہے - لیکن ہر ایک شے اور حالت وغیرہ تینوں گنوں سے مرکب ہے البتہ کوئی ایک گن ہر ایک میں غالب تر یا نمایاں تر یا زیادہ تر محسوس ہونے کے قابل معلوم ہوگا -

ہر ایک قسم کی اشیاء اور وجود ہائے اور حالتہائے مختلفہ میں بھی تینوں گنوں کی مختلف مقداریں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً بعض انسانوں کی آتمک حالت میں ستوگن کا زیادہ حصہ بہ نسبت دوسرے انسانوں کے پایا آتمک حالت کے ستوگن کا غلبہ بہ نسبت مادی جسم کے تموگن یا عقلی حالت کے رجوگن کے - اور برخلاف اسکے بعض انسانوں میں قوائے عقلی کا رجوگن غالب تر اور بعض دیگر ان کی حالت میں محض جسم پروری کا خیال اور چار پایوں کے برابر تمام اوصاف تموگن کا اظہار عیاں ہوگا -

مختلف اشیائے خوردنی و نوشیدنی میں بھی اختلاف پایا جائیگا - یعنے اگرچہ بمقابلہ عقلی اور ذہنی حالت و آتمک حالت کے تمام مادی جسموں میں تموگن کا غلبہ متصور ہونے کے قابل ہے - اور مختلف اشیاء میں تموگن کی موجودگی کم یا زیادہ صاف طور پر دکھائی دیگی مثلاً پیاز و لہسن اور سیب و ناسپاتی وغیرہ میں یا دودھ اور گندم میں یا جو اور چاول اور گوشت میں یا مولی اور شلغم میں تموگن کا اندازہ یکساں نہیں ہے -

اسیطرح پر انسان جب کہ سوتا ہے اور جبکہ اپنی نیند سے اُٹھتا ہے یا جبکہ نیند سے اُٹھکر کاروبار میں مصروف ہو ان حالتوں میں اور صبح کے وقت جب ایک شخص اشنان (غسل) کرکے پوجا ریاد خدا کے لیے تیار ہو اوس حالت میں اور اس حالت میں جبکہ دو تین پہر تک کاروبار میں مصروف رہکر تھکا ماندہ ہوگیا ہو - جبکہ بھوک سے سخت لاچار ہو اس حالت میں اور اس حالت میں کہ خوب سیر ہوکر کھانا کھایا ہو - جبکہ کسی سنسان جگہ میں تنہا بیٹھا ہو یا جبکہ ایک آباد قصبے کے اندر کاروبار میں مصروف یا ایک دھوم دھام کے جال میں شریک ہو - صریح فرق معلوم ہوگا -

اس موقعہ پر مجھے ان الفاظ کی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت صرف اسوجہ سے محسوس ہوئی ہے کہ موجودہ زندگی میں انسان بلحاظ آتمک قابلیت کے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ اونکی دانست میں انسان محض مادہ اور قوائے عقلی کا مجموعہ ہے اور حالت موجودہ کے اختتام پر بالکل نابود ہوجانے والا ہے۔ بعض اسکو باقی رہنے والا تو مانتے ہیں۔ لیکن آتما یعنے روح کے بارہ میں انکے خیالات صاف نہیں ہیں۔ بعض آتما کی ہستی کو مادہ اور قوائے عقلی سے علیحدہ مانتے تو ہیں لیکن پہر بہی خواہشات اور حظات مادوی و عقلی کی پابندی میں پہنسے پڑے ہیں۔ اور کسی وقت ان خواہشات سے اعلی تر درجہ کا خیال بہی ان کو نہیں آتا۔ بعض دیگر (جنکی تعداد لنسبتاً بہت کم ہے) وہ ہیں جو خواہ کسی حالت مادوی میں ہوں آتمک بہتری کو ملحوظ رکہتے ہیں اور اسکے لیئے فکرمند اور کوشاں رہتے ہیں۔ اس قسم کے فرقوں کے لحاظ سے انسان بہی تین عام قسموں یعنے ساتکی۔ رجسی۔ تاسی میں منقسم ہونے کے قابل ہیں۔

جس کی سرسری تشریح اس طریق پر کر سکتے ہیں کہ وہ جنکی خواہشات محض مادوی جسم تک محدود ہیں جو جسمی خوشی و آرام کے سامان کے حصول میں ہر وقت مصروف اور اسکے حصول سے خوش اور ناحصول سے متردد اور دور ہوجانے سے غمناک پائے جائیں وہ تاسی میں داخل ہونگے۔

جو لوگ علاوہ جسم کی خواہشوں کے قوائے عقلی کے حظوں کو ویسا ہی یا اس سے بڑہکر ضروری تصور کرتے اور انکے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں وہ رجسی کے نام سے موسوم کیے جانے کے قابل ہونگے اور جو لوگ آتمک خوبی کے بڑہانے اور آتمک آرام کے متلاشی ہونگے وہ ساتکی کہلائینگے۔ واضح رہے کہ یہہ نہایت سرسری قسم کا بیان ہے مگر اس موقعہ پر نفس مضمون کی طرف توجہ دلانے کے لیے میری سمجہ میں کافی ہے ان تین گنون کی اصلیت اور وسعت اور تعلقات پر غور کرنے اور انکی واقفیت حاصل کرنے سے کئی قسم کے ضروری معاملات (جو سوائے اوس غور کے نہایت پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں) نہایت آسان ہوجائینگے اور بہت سے امور جن پر معمولی حالت میں نظر کرنے پر ان میں کوئی خوبی یا عظمت یا دلچسپی یا توجہ کشی خیال نہ کی جائے نہایت ضروری اور اہم معلوم ہونے لگینگے۔

اس واقفیت کے ذریعہ سے یہہ معلوم ہوگا کہ انسان کے جسم اور قوائے عقلی اور آتمک (روحی) حالت کا باہم کیا تعلق ہے اور ان میں سے ہر ایک کا بمقابلہ باقی دو کے کیا درجہ ہے۔ جب یہہ باتیں انسان کو معلوم ہونگی اس وقت وہ اس قابل ہوسکیگا کہ سوال زیر غور کے صحیح جواب کو پہونچ سکے

برخلاف اسکے جبتک ان امور کی بابت معقول واقفیت حاصل نہ ہو انسان ہرگز اس قابل نہ ہوگا کہ اس شاندار مضمون کی تہ کو سمجھ سکے ۔

اون مختلف انسانی حالتوں کو جنکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے اسطرح پر بہی عبارت میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ مختلف انسان بلحاظ آتمک ترقی کے مختلف درجوں میں ہیں ۔ سب سے نیچے درجہ پر وہ رکھے جاتے ہیں جو صرف مادی جسم کی ضرورتوں میں ہی غلطان و پیچان ہیں ۔ ان سے اوپر وہ جو علاوہ انکے عقلی ضرورتوں پر بہی توجہ کرتے ہیں ۔ اور ان سے اوپر وہ جو آتمک ضرورتوں کو بہی محسوس کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک درجہ کی جاندار وجود پر باہمی مقابلہ میں کم و بیش درجہ پر تصور کیے جانے کے قابل ہیں ۔

ہمارے ہادیاں نے یہہ بہی دکھایا ہے (اور روزمرہ کے تجربہ سے اسکی کامل صحت ثابت ہوتی ہے) کہ جس جس شخص میں جس گن کا غلبہ ہوگا مطابق اسکے اوس شخص کے لیے آخری مدعا کے حصول کے واسطے کسقدر مختلف قسم کا تردد کرنا ضروری ہوگا ۔ چنانچہ ہماری مذہبی کتابوں میں مختلف لوگوں کے لیے انکی آتمک ترقی کے درجہ کے لحاظ سے اس زندگی کے لیے مختلف طریق اوقات بسری کے بیان کیے گئے ہیں جن تمام کا اخیری اور سب سے اعلے مدعا ایک ہے ۔ لیکن جس جس درجہ کا کوئی شخص ہو بلحاظ اوسکے اسکو لیے اس آخری مدعا کے حاصل کرنے تک درمیان میں ادنی تر درجہ کی مدعا کا حاصل ہونا بہی ملحوظ رکھا گیا ہے مگر ان تمام سے علت غائی خالص اوس آخری مدعا کے حاصل کرنے کے لیے تیار کرنا ہے ۔

مختلف درجہ کی آتمک حالتوں والے انسانوں کے لیے آخری مدعائے عظیم بتدریج حاصل کرنے کی غرض سے ہمارے رشیوں نے جو ہماری نظام تجویز کیا ہے جس پر نہایت سخت حملہ جات مخالفان کی طرف سے ہوتے رہے ہیں لیکن جسکی بیحد خوبی صرف اسوقت معلوم ہوتی ہے جب اوسپر وہ شخص (جو امور دقیق پر غور کرنے کا عادی ہو اور فی الواقعہ جانتا ہو کہ کس طریق سے کسی اہم معاملہ کی بابت رائے بنائی جاتی ہے) کامل غور کرے (میری غرض ورن ویوستہا یعنے برہمن ۔ کہتری ۔ وغیرہ ذاتوں کا نظام اور اسکے متعلق آشرم دہرموں سے ہے ۔ اہل انصاف کو غور کرنے پر واضح ہوگا کہ جس طریق پر مختلف ورنوں اور آشرموں کے واسطے یہہ فرائض بیان کیے گئے ہیں اگر ان پر پورا عملدرآمد کیا جاوے تو جو بے انتظامی اسوقت دنیا میں موجود ہے اور جو ہماری تفاوت مابین مختلف

درجات کے لوگوں کے نہایت مہذب اقوام مغرب میں پائے جاتے ہیں ہرگز پیدا نہ ہونگے - مثلاً انگلینڈ اور صوبہ ہائے متحدہ امریکہ میں (جو اسوقت دنیا میں نہایت مہذب اور متمول متصور ہیں) یہ حالت ہے کہ جبکہ ایک طرف وہ آدمی بھی موجود ہیں جو نہیں جانتے کہ کس قدر انکی کل دولت ہے اور نہیں جانتے کہ کیا اس دولت سے کام لیا جائے دوسری طرف ایسی مفلس بھی موجود ہیں جو خوراک سے محتاج رہتے ہیں اور آتمک حالت ادنی درجہ کے لوگوں کی تو ناگفتہ بہ -

چونکہ انسان دنیاوی اور نیز آتمک حالتوں کے لحاظ سے مختلف درجات پر ہیں اسلیے ہمارے بزرگوں نے انکے واسطے آخری مدعا کے حاصل کرنے کے لیے وسائل بھی مختلف تجویز کیے ہیں جن میں سے وہ جو نہایت اہم ہیں حسب ذیل ہیں -

(۱) - کرم کانڈ جس میں سنسکاروں کی تکمیل اور گرہستہ دھرم (تعلیم و تربیت عقلی اور ورزش بدنی اور صحت جسمانی وغیرہ بہت سی ہدایات اس میں داخل ہیں) عام نیکوکاری خیرات وغیرہ - ایشور پوجن - دیوتا پوجن - جپ - تپ وغیرہ کے ناموں کی ذیل میں تجاویز بتائی گئی ہیں - اور ابتدائی مراتب جن سے آتمک ترقی کی طرف میلان پیدا ہو عمل میں لائے جانے کی ہدایت کی گئی ہے -

(۲) - اسی کے متعلق خاص جپ - پوجن - ہون وغیرہ خاص دنیاوی مدعاؤں کے حصول اور خاص تکالیف کے رفع کرنے کے لیے تجویز کی گئے ہیں -

(۳) - اس کے بعد جب انسان کو خواہش پیدا ہو جائے اور وہ ادھکاری (یعنے لائق) بن چکے تو آتم گیان یا آتم بودھ یعنے آتما کی اصلیت کی واقفیت اور اس طریق کی جس سے انسان اپنی آتما اور قوائے عقلی کے درمیان تمیز کر سکے اور آتما کو مادی اور عقلی حالت سے علیحدہ حالت میں معلوم کر سکے - اور آتما کی اس درجہ کی ترقی کو پہونچ سکے کہ آتما جسمی اور عقلی حادثات اور ضروریات اور احکامات کا مطیع نہ رہے بلکہ جسم اور عقل ہر دو پہ قدرت حاصل کرے -

(۴) - حالت بالا کے ساتھ ساتھ اس بات کا علم حاصل ہونے کے طریق کہ کل کائنات کی اصلیت کیا ہے - اور ایشور کی بابت سچا علم کیا ہے - جسکو تتو گیان یا تتو بودھ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

(۵)۔ اس درجہ کے پہلو بہ پہلو اوس حالت کو پہونچنے کا موقعہ ہوتا ہے جسے سدھی (یعنے کمال) کہتے ہیں۔ سدھی کی حالت کو آٹھ مختلف قسم بیان کیے گئے ہیں جنکو آٹھ سدھیاں بھی کہتے ہیں۔ انکے نام حسب ذیل ہیں۔

انما (अणिमा-) ذرہ کے برابر ہو جانے کی طاقت۔

لگھما (लघिमा-) چھوٹا ہو جانے کی طاقت

مہما (महिमा-) بڑا ہو جانے کی طاقت

پراپتی (प्रापति-) ہر جگہہ پر پہونچنے کی طاقت حتی کہ دوسرے سیاروں تک بھی پہنچ سکے

پرکامیہ (प्रकाम्य-) خواہش پوری کرنا

بھوما (भूमा -) زمین کے اندر گھس جانے اور حسب خواہش نکل آنیکی قدرت

وشتو (वशित्व-) دوسری وجودوں کو اپنے اختیار اور بس میں کر لینا اور خود کسی دوسرے کے اختیار یا قابو میں نہ ہونا

ایشی تو (ईशीतृत्व-) اشیاء مختلفہ کو پیدا اور معدوم کرنا وغیرہ

اور علاوہ ان سدھیوں کے چند دیگر طاقتیں بھی ہیں جو یوگ کے ذریعہ سے قابل حصول بیان کی گئی ہیں۔

(۶)۔ سب سے اہم اور سب سے آخری مدعا کا (جسے کیوالیہ (कैवल्य) یا پرمانند وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے) حاصل کرنا ہے جس کے حاصل ہونے پر انسان جنم و مرن یا کسی قسم کے تغیر و تبدل یا رنج و الم یا نقص و کمی وغیرہ حوادث کا مطیع نہ رہے۔

پنڈت جی کی تقریر کے ختم ہونے پر نصف گھنٹہ آرام کے لیے چھوڑا گیا جس میں مسلمان احباب تو نماز ظہر ادا کرنے کے لیے گئے۔ اور دیگر احباب تکان کو دور کرنے کے لیے ریفرشمنٹ کمروں میں چلے گئے۔ جو مختلف مذاہب کے لیے اسلامیہ کالج کے مختلف کمروں میں۔ بلحاظ ملت و قومیت تجویز کیے گئے تھے۔

بعد از دوپہر

ڈیڑھ بجے ریٹ الفین جوق بجوق جمع ہونے شروع ہوئے خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب نے اعلان کیا کہ اب
مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اپنی تقریر فرماویں گے امید ہو کہ آپ صاحبان نہایت توجہ سے سنیں گے۔

تقریر جناب مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ
وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۝

حضرات! شروع مطلب سے پہلے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سب سے پہلے یہہ عرض ہے اگر قبول ہو میری بڑی سرفرازی ہے اور وہ یہہ ہے کہ تالی نہ بجائی جاوے چیرز نہ دی جائیں۔ مرحبا نہ کہا جاوے تحسین نہ کیا جاوی۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ تعریف ہو یا تحسین۔ حاضرین سے مراد نفس ضرور ہے۔ جزاک اللہ و مرحبا نہ کہیں تاکہ ایسا نہ ہو وہ مغرور ہو جاوے۔ دوئم میں فہرست مضامین پیش کرتا ہوں تاکہ آپ گھبرا نہ جاویں۔ اول میں آیات پڑھوں گا۔ پھر تمہید کروں گا۔ پھر آیات کا ترجمہ کروں گا یہہ سوالات جلسہ کے ہیں اور یہ انکی جوابات چونکہ قرآن جلسہ کی ترتیب پر نازل نہیں ہوا۔ اسلیے اسکا کوئی حصہ کسی آیت سے اور کوئی کسی آیت سے نکلتا ہے جسکو میں ترجمہ سے بتلاتا جاؤنگا۔ پھر میں عقلی دلائل بیان کرونگا کہ قرآن نے جو دلائل بیان کیے ہیں وہ انکے موافق ہیں اور انکا سارا حاصل یہہ ہے کہ مذہب کوئی چیز ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا۔ غرض میں مذہب پر بڑا زور دونگا۔ پھر از رو دو حصہ میں ہوگا ایک عام یعنے یہودی ہو نصاری یا ہندوں کا غرض کوئی مذہب ہو دوم خاص اور میں یہہ بھی بتلاؤں گا کہ کوئی قوم آسمانی مذہب سے خالی نہیں گذری پھر ایک حصہ عام مذہب کی متعلق ہوگا اسکے بعد میں بیان کروں گا اسکے عقلی دلائل کہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور ہونا چاہیے پھر میں ایسے مذہب کا بیان کروں گا جسکا میں وکیل بنکر کھڑا ہوا ہوں۔ وہ کیا؟ اسلام کے لیے دلائل بیان کروں گا جنکو سنکر کوئی رنج حاضرین کو نہیں ہوگا۔ حاضرین میرے عربی پڑھنے سے گھبرا نہ جاویں کیونکہ میں اسکے بعد جلدی ترجمہ کرونگا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(١) تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ
اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (٢) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ
مَّکِیْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا
الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ
لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ (٣) لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ
ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ
(٤) وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ
فَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (٥) وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَ
جَعَلْنَا لَکُمْ فِیْھَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ (٦) اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ ظَاھِرَۃً وَّبَاطِنَۃً (٧) وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ
لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (٨) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْفُلْکَ
لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ وَسَخَّرَ لَکُمُ الْاَنْھٰرَ وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ وَسَخَّرَ لَکُمُ
الَّیْلَ وَالنَّھَارَ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ
لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (٩) وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی
الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ
السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (١٠) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ
بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ
لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (١١) وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا
اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ

لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني
صغيرا ربكم اعلم بما في نفوسكم ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا وات
ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا ان المبذرين كانوا اخوان
الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا (١٢) وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
ما اريد منهم من رزق وما اريد ان يطعمون ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين
افحسبتم انما خلقناكم عبثا وانكم الينا لا ترجعون فتعالى الله الملك الحق لا اله الا
هو رب العرش الكريم - كما بدانا اول خلق نعيده وعدا علينا انا كنا فاعلين
ما خلقكم ولا بعثكم الا كنفس واحدة ان الله سميع بصير قال من يحيي العظام
وهي رميم قل يحييها الذي انشاها اول مرة وهو بكل خلق عليم - الله يتوفى
الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها فيمسك التي قضى عليها الموت و
يرسل الاخرى الى اجل مسمى ان في ذلك لايت لقوم يتفكرون - فمن يعمل مثقال
ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره - لهم البشرى في الحيوة الدنيا و
في الاخرة - لهم عذاب في الحيوة الدنيا ولعذاب الاخرة اشق - وما اصابكم
من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير ولا تحسبن الله غافلا عما يعمل
الظالمون - انما يؤخرهم ليوم تشخص فيه الابصار - افنجعل المسلمين كالمجرمين
ما لكم كيف تحكمون - ما يبدل القول لدي وما انا بظلام للعبيد - انا عرضنا
الامانة على السموت والارض والجبال فابين ان يحملنها واشفقن منها وحملها
الانسان انه كان ظلوما جهولا - وربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة
سبحان الله وتعالى عما يشركون - واذا جاءتهم اية قالوا لن نؤمن حتى نؤتى مثل
ما اوتي رسل الله الله اعلم حيث يجعل رسالته سيصيب الذين اجرموا صغار
عند الله وعذاب شديد بما كانوا يمكرون - قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تريدون
ان تصدونا عما كان يعبد اباؤنا فاتونا بسلطان مبين قالت لهم رسلهم ان
نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده وما كان لنا ان ناتيكم

بسلطان الا باذن الله وعلى فليتوكل المومنون - قالوا لولا نزل هذا القرآن على
رجل من القريتين عظيم اهم يقسمون رحمت ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم
في الحيوة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا - ورحمت
ربك خير مما يجمعون - انظر كيف فضلنا بعضهم على بعض وللاخرة اكبر درجت
واكبر تفضيلا - قل ما كنت بدعا من الرسل وما ادري ما يفعل بي ولا بكم ان اتبع
الا ما يوحى الي وما انا الا نذير مبين - وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا - انما
انت منذر ولكل قوم هاد - ان انت الا نذير - انا ارسلناك بالحق بشيرا ونذيرا
وان من امة الا خلا فيها نذير - وما كان ربك مهلك القرى حتى يبعث في امها رسولا
يتلوا عليهم اياتنا وما كنا مهلكي القرى الا واهلها ظلمون - انا اوحينا اليك
كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده واوحينا الى ابراهيم واسمعيل واسحق
ويعقوب والاسباط وعيسى وايوب ويونس وهارون وسليمان واتينا داود
زبورا ورسلا قد قصصنهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك وكلم الله
موسى تكليما رسلا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل
وكان الله عزيزا حكيما - شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذي اوحينا
اليك وما وصينا به ابراهيم وموسى وعيسى ان اقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه
كبر على المشركين ما تدعوهم اليه - الله يجتبي اليه من يشاء ويهدي اليه من
ينيب - لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة ولكن
ليبلوكم في ما اتاكم فاستبقوا الخيرات الى الله مرجعكم جميعا فينبئكم بما كنتم فيه
تختلفون - وكذلك اوحينا اليك روحا من امرنا ما كنت تدري ما الكتب ولا
الايمان ولكن جعلناه نورا نهدي به من نشاء من عبادنا وانك لتهدي الى صراط
مستقيم - قل لو شاء الله ما تلوته عليكم ولا ادريكم به فقد لبثت فيكم عمرا
من قبله افلا تعقلون - وما كنت تتلوا من قبله من كتاب ولا تخطه بيمينك اذا
لارتاب المبطلون - قل نعلم انه ليحزنك الذي يقولون فانهم لا يكذبونك

وَلٰکِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ یَجْحَدُوْنَ ۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْکُ اِفْتَرٰىہُ
وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۔ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ
اکْتَتَبَھَا فَھِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ لِسَانُ
الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ قُلْ
فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِہٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ
صٰدِقِیْنَ ۔ وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَ
ادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا
فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ
الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ
لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا ای حضرات جو کچھ مینے پڑہا ہے یہہ آیات قرآن مجید کی ہیں وہ قرآن مجید جسکو اہل اسلام تو مقدس
سمجھتے ہیں میں انکا ترجمہ اور مضمون بیان کرنے سے پہلے یہہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ ناظرین کو اس امر
کی اطلاع دوں کہ جن سوالات کا جواب یہہ جلسہ چاہتا ہے ان سب کا رجوع ایک ہی چیز کی طرف ہے اور وہ
مذہب ہے اوسکو خواہ اور طرف ہی لیجا دیں مگر وہ مذہب ہی میں آجاتا ہے جسکے لیے دلچسپی پیدا کرنا جلسہ کا اصل
الاصول ہے ان آیات میں متفرق طور پر ہر ایک سوال کا جواب موجود ہے جسکی میں شرح کرتا ہوں مگر مجموعہ
جس کا نام مذہب ہے اور جسکے جواب میں بہت جلد مذہب آسمانی کی طرف رغبت دلائی گئی ہے خواہ وہ عرب کے
ہوں یورپ کے یا فارس کے خدا کی طرف سے یہ مذاہب ہیں تم سوال کروگے کہ ہندوستان میں مذہب آسمانی کہاں
ہے ۔ جواب دینے سے پہلے میں بتلا دوں گا کہ مذہب کیا چیز ہے ۔؟

اس لیے جو آیات مینے پڑہی ہیں ان سے ہر ایک مذہب والے کو فائدہ پہونچیگا ۔ اور کوئی صاحب
مذہب آسمانی کے فائدہ سے محروم نہ رہیں گے ۔

ما برائے وصل کردن آمدیم نے برای فصل کردن آمدیم

یہہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ دنیا میں کوئی فرد بشر نہیں جو مذہب نہ رکھتا ہو دہری نیچری یا آزاد خیال بھی
مذہب رکھتے ہیں گو دوسرے لامذہب ہی کہیں مگر لامذہبی بھی ایک مذہب ہے ہیں اسکی تائید کے لیے بنیاد کہتا

ہوا۔ بلکہ اسکے لیے جو آسمانی ہے مگر اوسپر حملہ بھی نہ ہوگا ان آیات میں آسمانی مذہب کا ذکر ہے میں ابھی اسکی تشریح کروں گا اب ترجمہ بیان کرتا ہوں۔

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا برکت والی وہ ذات پاک ہے جسکے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہی ساری دنیا کی جو آخرت کو نہیں پہچانتے انکے لیے دنیا کا نام لیتا ہوں جو کچھ دنیا میں خلق اور پیدائش ہوا ہے اوسکی طرف سے اس نے ایک زندگی مقرر کی اور ایک موت کی حالت دو حالتیں ہیں جانداروں پر بلکہ نباتات پر بھی تاکہ اللہ بتلاوے اور سب پر کھلجاوے کہ تم میں نیکوکار کون ہے۔ اوس میں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ انسان پر حالتیں کیا کیا ہیں روحانی اور جسمانی۔ اسکی طرف اشارہ ہے تشریح پھر کرونگا یہ سوال بھی آگیا کہ انسان کی ہستی سے کیا غرض ہے بغیر اچھے عمل کرو۔ اور ساتھ ہی اشارہ ہوا عقبے کا جو آخرت میں ظاہر ہوگا۔

پھر فرمایا انسان کو ایک چھنی ہوئی صاف کی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پہلا آدم پہلا انسان تھا۔ پھر سلسلہ شروع ہوا نطفہ تھوڑے قطرہ کو کہتے ہیں قطرہ منی کا پھر اوسکو قطرہ بناکر مضبوط ٹھیراؤ کی جگہ میں رکھا پھر وہ چھیچھڑا بن جاتا ہے خون کا جما ہوا پھر ٹکڑا گوشت کا پھر ہڈیاں بن جاتی ہیں یہ حالتیں ڈاکٹروں کو اسوقت محسوس ہوئی ہیں جبکہ بہت دنوں کے نطفے رکھہ کر دیکھے گئے ہیں پھر ہر ایک حالت اوسپر آتی ہے۔ جوان ہوتا ہے بڈھا ہوتا ہے پھر موت آتی ہے پھر اوٹھایا جاوے گا بعض حالتیں سب میں ہیں بعض ایسی ہیں جو صرف حیوانات میں پائی جاتی ہیں بعض ایسی ہیں جو خاص انسان میں ہیں انکی تشریح پھر بیان کروں گا۔ قرآن کیوں نازل ہوا اخلاق کی اصلاح مطلوب ہی۔ نیچر کی طرف زیادہ رغبت منظور نہیں زیادہ تشریح قرآن نے نہیں کی اور نہ کرنی چاہیے وہ اوس عظمت والا ہے کہ تمکو جدا طور پر پیدا کیا پھر مارے جاؤ گے پھر اوٹھائے جاؤ گے جب پیدا کی۔ تو اے بھائیو پیدائش ایسی ہی نہیں جو ہمارے بھائیوں کی ہے مثلاً ایک لوہار ہے وہ لوہا بھی پیدا کرے گا اور تھوڑا بھی لائیگا آدم کو بنایا کس چیز سے اسکی تشریح دوسرے حصہ میں کرونگا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیونکر تعلیم دی۔ خدا نے بتلایا ہے کہ ہماری پیدائش ایسی نہیں ہے جیسے کہ تمہاری أَمْ خُلِقُوا وَلَمْ يَكُنْ شَيْئًا۔

کبھی نہ سوچنا کہ لوہار کی طرح ہمکو بنایا ہے۔ اگر یہ سمجھو کہ کوئی شے پہلے تھی وہ تھوڑی سی لے لی تو خدا اکو خدا نہیں سمجھا قل ہو اللہ احد۔ کہدی اللہ ایک ہی اور صمد ہے اور صمد کے معنے جب وحدانیت

کی تعریف اور اثبات کی طرف آویگا تو بتلاؤں گا کہ وہ مادی یا ہتیاروں کا محتاج نہیں ہے تمہاری پیدائش اور
تمہارا کھڑا کرنا ایک جان کی مانند ہے اسکو کچھ ضرورت نہیں ہتیاروں کی خدا کی پیدائیش تمہاری پیدائیش جیسی نہیں
(ہوالذی یحیی ویمیت) پہر فرمایا میری پیدائیش ایسی نہ سمجھنا جیسے ہتیاروں سے یا مصالح سے زندہ کرنا ایسا
ہے کہ کہا کن فیکون۔ ارادہ کیا اور ہو گیا اور جو خدا اپنے ارادی اور آپ سے کچھ نہ کریگا وہ خدا نہیں۔ پہر اللہ
فرماتا ہے ان لوگوں کو جو تعجب کریں کہ کیونکر اوٹہاتا ہے پیدائیش تو دیکھ لی جب اسکا ریسہو مانا۔ اب دوسرا
عالم ہے اوٹہانا کھڑا کرنا اسکے واسطے فرمایا اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ
فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی تم تعجب کروگے کہ
کیونکر اوٹہائیگا تعجب نہ کرو روز مارتا ہے اور روز اوٹہاتا ہے۔ فرمایا اللہ قبض کرتا ہے یعنے ایک قسم کی موت بہیجتا
ہے وقت سونے کے اور ایک تو مارتا ہے انکو جو مرے ہیں اور ایک قسم کی موت بہیجتا ہے وقت سونے کے
ان میں سے بہت ایسے ہوتے ہیں کہ سوئے اوٹہتے نہیں دوسری کو چھوڑ دیتا ہے ایک وقت تک تحقیق والے
عالموں کے دو قول ہیں کہ روح سونے کے وقت جدا ہو جاتی ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ شعور کی روح جدا ہو جاتی
ہے روح دو ہیں ✤ وہ پروردگار ہے جس نے پہلے پیدا کیا دوبارہ بہی کریگا اور یہہ آسان ہے اوسپر جب
ہڈیاں سڑ اور خاک ہو جائیں گی کیونکر اوٹہائی جائیں گی کہدی کہ جس نے پہلے پیدا کیا اوسپر دوبارہ اوٹہانا
کہا مشکل ہے ان آیات میں جواب ہر عقیدے کا کہ اہل اسلام کہتے ہیں کہ جسم کے ساتھ اوٹہائی جائیں گے نیا
اور جسم میں انکی تشریح دوسرے حصہ میں بیاں کروں گا۔ کہ جسم کے ساتھ اٹھایا جانا حشر روح کی نسبت بہت انسب
ہے فرمایا ہمنے انسان کو پیدا کیا اچہے انداز پر اگر اوروں سے مقابلہ کرو اونٹ سے گہوڑی سے جسمانی حالت
ایسی ہے روحانی صفات میں مقابلہ کرو تو ادس میں نہیں ہے افسوس یہ ہے کہ وہ اپنے آپکو گرا دیتا ہے وہ جانوروں
سے بہی بدتر ہو جاتا ہے۔

پہر فرمایا کہ تمام بنی آدم کو ہمنے بزرگی دی اور مخلوقات میں ایسے اسباب پیدا کردیے جو انکی خدمت میں
لگے ہیں مثلاً گہوڑے ہاتھی نباتات بہی کہ انکی ٹہنیاں بناتے ہیں جہاز بناتے ہیں بزرگی دی ہے خاصکر
انسانوں کو ایک دوسرے پر بزرگی دی ہے کوئی اچہا ہے کوئی برا کوئی دولتمند ہے کوئی فقیر ہے کوئی ظالم ہے
کوئی عادل ہے کوئی خوبصورت ہے کوئی بدصورت یہ اسواسطے کہ کون شکر گذار ہے اور کون ناشکر گذار یہہ
جو سوال ہے ایک بڑا دولتمند ہے ایک غریب ہے ایک ظالم سفاک انکی نظیر حیوانات اور نباتات میں بہی

ہے اسکی تشریح حیوانات نباتات کے بیان میں کرونگا جو نوع ۔قسم اور صنف میں جنبسر نہیں انگریزی نرالی
کیا کہتے ہیں ۔ دیکھو شہد کی مکھی ایک نوع ہے انمیں ایک کوئین بی ہے خدا نے اوسے بزرگی دی ہے وہ
کیا کیا سلطنت کرتی ہے اور دوسری مکھیاں اسکی عزت کرتی ہیں یہ قانون بتلاتا ہے کہ تمہاری قوائی مختلف
ہیں جسمانی بھی روحانی بھی کوئی یہ سوال نہ کریگا ۔ یہی دوسری تقریر میں کہ کیوں یہ نبی ہے کیوں یہ افضل
ہے اسکا جواب یہ ہے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے اللہ یزکی بخشتا ہے خدا کا یہ فعل ہرگز سوال نہیں ہوسکتا اگر یہ نبی
پر سوال کرو گے میں اسکا جواب دینے کو طیار ہوں تم اسپر کوئی سوال نہیں کر سکتے تم سے اللہ پوچھے گا ۔
پھر فرمایا ہمنے تمہیں دنیا میں قدرت اور مقدرت دی اور ایسے اسباب بنا دیے جن سے تم اپنی زندگی بسر کرو شکر
گذار کم ہیں نہیں سوچتے کہ کیوں ایسے اسباب دیے اگر سوچیں تو فکر میں لگ جائیں کہ اللہ کن باتوں میں
خوش ہے ۔

تم نے کیا سمجھ لیا ہے تمکو یونہی بیکار پیدا کیا ہے تم سے کچھ کام نہیں لینا یا ارادہ کیا ہے ؟ ٹکڑا لوہے کا
بیکار پڑا ہو تم کہوگے گاڑی سے ٹوٹ گیا ۔ ایک گھڑی ہے اسکا چکر ہے سوئی دیکھکر کہدوگے ۔ کہ دہاگر
کے واسطے ہے ۔ چکر چلانے کے لیئے سوہاں تو کہدوگے ۔ اور انسان جو روحانی اور جسمانی قوتوں کا مجموعہ
ہے ۔ اس سے کچھ کام نہ لیا جاوے اور کوئی نتیجہ نہو اور تم سے اسکا بدلہ نہ لیا جاوے ۔ اس خیال
سے اللہ تعالی بہت بلند ہے کہ ہم سے کوئی کام نہیں لینا ۔ تم سے تمہاری قوتوں سے کام لینا ہے ۔ کیا کام ؟
ای لوگو سن لو اللہ فرماتا ہے کہ میں نے تمام بنی نوع انسان کو اور ایک اور مخلوقات کو جسکو جن کہتے ہیں
عبادت کیلیے پیدا کیا ہے جن کی تشریح میں اسی مجلس میں بیان کرونگا ۔ اور پیچھے بتلاؤنگا کہ اون کا
وجود ممکن ہے ۔ میں اختلافی مسائل کے لیے نہیں کھڑا ہوا بلکہ اتفاقی مسائل کے لیئے تاکہ مجھے ثواب
ہو ۔ پھر کہا میں ہوں رازق رزق دینے والا اس سے کیا مقصود ہے کہ ہاتھ جوڑ کر مسجد یا ٹھاکر دوارہ
میں بیٹھ جاؤ ۔ میں نے تمکو پیدا کیا ہے عبادت کیلیے یہ اسکا ذریعہ ہے ۔ ایسا نہو کہ اسی میں لگ جاؤ
ہم مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو تو کہتے ہیں کہاں سے کھائیں کہاں سے اللہ اکبر کماؤ لیکن اول فرض کو
پورا کرو ۔ کہ بعد عبادات کے طلب حلال بھی فرض ہے ۔ یہ بھی ایک ڈیوٹی ہے ۔ ہماری ذمہ اگرچہ
روزی کسب پر نہیں ۔

نادان آنچناں روزی رساند   کہ دانا اندر آں حیراں بماند

میں کیا مثالیں پیش کروں۔ جتنے بھیجنے والے لکھ پتی ہوگئے۔ عبادت کو مقدم رکھو اور کسب کو پیچھے۔
تم کیوں پیدا کیے گئے ہو اللہ کو ایک امانت سپرد کرنی ہے۔ تم نوکر ہو وفادار نوکر بنو۔ دیکھو اور غور کرو
اپنی فطرت میں۔ میں انگریزی لفظ بولتا ہوں اپنے نیچر میں اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی امانت کو یعنے اخلاق
کا حکم عبادت کا حکم نیک بدکام کرنے کا حکم پیش کیا۔ زمینوں اور آسمانوں پر عرض کیا اونہوں نے کہا
کہ ہماری قوای ہی ایسے نہیں۔ ایک یہ سننے بھی ہیں اللہ بہتر جانتا ہے کہ حالی گفتگو تھی۔ انکی حالت نے
کہا کہ اے اللہ ہم میں مادہ ہی نہیں۔ فطرت انسان بولی کہ ہم اوٹھاتے ہیں کیونکہ ہمارے اندر ظلم کی بھی طاقت
ہے۔ اور جہل کی بھی طاقت ہے۔

کون چیز منع ہے کون اخلاق کو بگاڑنے والی ہے۔ کیا جہل کی طاقت ہی۔ کیا عدل کی طاقت ہے ظلم
کی طاقت ہے۔ جیسے سوئی جو سینے کے واسطے ہو چکر چلانے کے لیئے ہے۔ کل کام میں ترتیب کا
خیال رکھو۔ کہ کون مقدم ڈیوٹی ہے کون دوسرے درجہ کی ڈیوٹی

اس امانت کو اوٹھانے والے ممتاز ہوگئے اور تم میں سے پورے درجہ کو ادا کرنیوالے بھی ہیں ایسے بھی ہیں جو
قاصر ہیں وہ چور ہوگئے۔ اور ایسی جماعت بھی ہے جو پورے طور پر ادا کرنے والی ہے۔ اور وہ رسول
ہیں خواہ یورپ کے ہوں یا افریقہ کے یا امریکہ کے ہوں انکی تشریح میں آگے چلکر بیان کرونگا۔ دیکھا
یہہ امانت اٹھانیوالے تھے۔ اور جو نادان تھے وہ گھبراگئے۔ اور کہنے لگے ارے میاں یہ تو ہمارے
جیسا ہی کھاتا ہے اور پیتا ہے اور بولتا ہے اگر تم اسکا کہنا مانوگے تو گھاٹے میں رہوگے۔ اپنے
جیسے انسان کی تابعداری کرتے ہو؟

اللہ جل شانہ نے انکو امتیاز بھی بخشا ہے۔ پھر بھی ان میں فروتنی ہے وہ آگے اسی لیے ہیں جب
لوگوں نے کہا کہ تم بشر ہو اونہوں نے کہا کہ ہاں ہم کھاتے بھی ہیں مگر اللہ جسپر چاہے خاص فضل کرے۔
ہمکو ایک خاص خطاب ہوا ہے۔ پھر ایک انعام ہوا ہے۔ ہمکو دل ایسے دیئے ہیں۔ اخلاق ایسے دیے
ہیں۔ اور ان میں ایک اور بھی خاصیت تھی جسکو میں پیچھے بیان کرونگا یعنے معجزہ مگر پھر بھی انہوں نے
کبھی دعوی کرنے کے لیے نہیں کہا۔ تم جو کہتے ہو نشانی لاؤ ظاہر تو کہتے ہیں ہمارا ذاتی اختیار کچھ
نہیں ہے۔ جسوقت اللہ چاہتا ہے۔ بیشک نشان ہمکو دیئے گئے ہیں۔ مگر ہمارے اختیار میں نہیں
کہ جب چاہیں تھیلے میں سے دکھا دیں۔ فرمایا اے رسول تم بھی امانت داروں میں ہو جو اول درجے کے

امانت دار رواں ہے ہیں - اون لوگوں کو جو آپ کے وقت تھا - تھو فرمایا انکو ... اتیری ... ہم ... ان ... ن
... جیسے نوح کی طرف نوح پہلے نبی تھے - آدم نبی نہ تھا - شیث بھی نبی تھے مگر ان کو خدا نے
کی وجہ سے کہا - جیسا نوح - ابراہیم - اسمٰعیل - اسحاق - سلیمان - داؤد - اور انکی اولاد کو بیٹے عرب کے لوگوں
کو انھیں کا نام بتایا جنکو وہ جانتے تھے - اگر انکو ہندوستان کے کسی نبی کا نام بتلایا جاتا - کیونکر سمجھتے
اسکی بابت کہدیا - بہت رسول ہیں جنکا ذکر تجھ سے کیا اور بہت ہیں جنکا ذکر نہیں کیا -

فرمایا کہ رسول تو ایسا ہے جیسے وہ رسول تھے - اور دین تو ایسا لیکر آیا ہے جو ابراہیم - موسے -
انبیا علیہم السلام کو دیا تھا - پھوٹ نہ ڈالو خدا کو یہ ناگوار ہے - اللہ جسکو چاہے چن لے - جسکو چاہے دکھائے -
جسکو چاہے چن لے دوسری آیت فرمائی اسی مضمون کی - بعض بعض امور ایسے ہیں کہ جن میں خاص خاص
طریقے بھی ہیں - اور خاص خاص رہیں ہیں ایک وقت ضرورت تھی ایک حکم کی دوسرے وقت دوسرے
کی پیغمبر صاحب فرماتے ہیں ساری نبی ایسے ہیں جیسے سوتیلے بھائی سب کا باپ ایک اسکی تشریح اپنے دوسرے
بیان میں کرونگا انکو کہدے میں انکو کہا رسول نہیں - کیا معنے کہ کیا رسول پہلے نہیں ہوئے : پہلے بھی ہوئے
اور ایک یہ کہ دین بھی پہلا ہے - اگر اختلاف ہے تو فروعات میں - اصول ایک ہی ہے ہم کسی قوم پر عذاب
نہیں کرتے جب تک ان میں رسول نہ بھیجیں اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک قوم میں ڈرانے والے آئے تو
یہ بھی ایک ڈرانے والا ہے - تو ایک اللہ کی طرف سے ڈر سنانیوالا ہے جو نہ مانے گا اسے عذاب ہوگا اور
جسنے مانا اسکو بشارت ہے - میں ایک مثال بھی دیدوں میں یقینا نہیں کہہ سکتا - میںنے ایک کتاب دیکھی
ہے مظہر جان جاناں کے معمولات کی - اس میں ایک خواب لکھا ہے - جس سے معلوم ہوا کہ رام اور کرشن نبی تھے -
خواب بھی ایک علم ہے علم الٰہی میں سے خواب کے کئی قسم ہوتے ہیں ایک خواب ہوتا ہے خیالات کا
جو کام دن کو کریں وہی نظر آتے ہیں - کہیں سودے رہے ہیں - کہیں سیر کر رہے ہیں - ایک خواب ہوتا ہے
اخلاط کی اثر صفرا وغیرہ کا اثر صفراوی آدمی آگ ہی دیکھتا ہے اسکو خلطی خواب کہتے ہیں - اخلاقی خواب جو
انسان میں خلقی طاقتیں ہوتی ہیں جیسے غصہ - حلم - اپنے دشمنوں کو پیار کرنا یا انپر رحم کرنا یہ طاقت ان میں
ہوتی ہے جو امانت کی اول درجہ کے اوٹھانے والے ہوتے ہیں - اللہ اکبر - وہ انکو ماریں اور وہ مارنے
والوں کے حق میں دعا کریں - وہ اور ہیں جنکے ایسے اخلاق ہیں غصہ والے کو تو شیر نظر آتے ہیں شیر
کیا ہے حضرت آپ ہی ہیں جو درندگی کی صفت تھی وہ ہی ہے + الٰہی تو وہ کیا ہے اللہ تعالے بندے کے دلپر

القا کرتا ہے اوس میں نہ اخلاق کو دخل ہے نہ اخلاط کو۔ کوئی فرد بشر نہ ہوگا جس نے سچی خواب نہ دیکھی ہو کوئی ہو دہریہ ہو۔ لامذہب ہو سب کو سب بالضرور کوئی سچی خواب آجاتی ہے۔ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے ایسے پنتالیس حصہ اور ہوں تو نبوت ہی۔

سنو اے مسلمانان میں تمکو کہتا ہوں کہ جو خواب نبی کا ہو وہ تو وحی ہے۔ کیونکہ شیطان ان پر قادر نہیں۔ نبیوں کے بعد جو اور لوگ انکی امانت دار نہیں انکی خواب سند نہیں ہے۔ مثلاً اگر کبھی ایسے خواب کسیکو آجاوی کہ نماز معاف ہوگئی ہے۔ اسکو نہ مانو تمکو جب خواب آوی قرآن کریم کی طرف دوڑو۔ اگر موافق ہے تو الحمدللہ مبشرات ہی شیطانی وسوسہ نہیں۔ شیطان بہی تو ایک چیز ہے۔ صاحبان خواب جو دیکھا رام یا کرشن انمیں سے کسیکو دیکھا کہ وہ آگ میں ہے معلوم ہوا کہ وہ معرفت الٰہی کی آگ تہی۔ چونکہ قرآن میں نہیں بتلایا گیا۔ اسلیے یقین نہیں ہے۔ جو رسول نہیں بتلاگیا وہ ہمارا ایمان نہیں۔ اور یہہ جو تم کہو کہ ویدوں اور شاستروں میں فرق ہے۔ ممکن ہے کہ کیسی اور کے ہوں۔ میں اپنے ہی گھر میں دیکہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں ایسی باتیں ہیں جو قرآن نے نہیں بتلائیں۔ ہمارا قرآن بتلاتا ہے کہ ہر قوم میں نذیر گذرا۔

اگرچہ میرا دعوی بڑا وسیع ہے میں نبیوں کی تائید میں کھڑا ہوں لیکن میں عملاً ایک نبی کا پیرو ہوں اُن کی تائید کروں گا۔ جو سچے ہونگے سب کی تائید ہوگی۔ نبوت کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے یوں فرمایا ہے کہ کہدے ان سے اے میرے بہائیو میری حالت کو دیکھو۔ تم میں میں نے عمر کاٹی چالیس سال جب ہوئے اسوقت دعوی کیا کہ میں نبی ہوں مجھے اللہ نے پیغام بہیجا ہے یہ کام کرو یہ کام نہ کرو۔ عمر تم میں کاٹی کبہی قرآن پڑہا؟ اور کوئی امتیاز چاہا؟ جب عمر کاٹی اور امتیاز نہ چاہا تو کیا اب جہوٹ بولتا ہوں۔ ای رسول ہم جانتے ہیں کہ تجھے بڑا غم ہوتا ہے اس بات سے کہ جب کہتے ہیں کہ جہوٹا ہے فریبی ہے ملے رسول ہم جانتے ہیں یہ تجھے جہوٹا نہیں کہتے یہ مجھے کہتے ہیں ایک شخص بڑا معاند اور سخت جاہل تہا اسلیے اسے ابوجہل جہالت کا باپ کہا گیا۔ یہہ ٹائیٹل اسے قیامت تک ملگیا۔ اسنے کہا اے محمد ہم تجھے جہوٹا نہیں کہتے بلکہ تو جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے یہہ جہوٹ کہتا ہے دیلہی دیکھو کہ وہ ایک ساری دنیا کو کیونکر سنبہال لیگا۔ اسے رسول تجھے جہوٹا نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔ تو غم کیوں کرتا ہے فرمایا وہ کہتے ہیں جو منکر ہیں رسول کے یہ جہوٹ بولتا ہے کہ یہہ کتاب لیکر آیا ہے کہا کہ یہ بناتا ہے اور

دوسری قومیں اسکی مدد کرتی ہیں کہ یہودی جو آپکے زمانے میں تھے ۔ وہ حکایتیں ثمود کی بتلاتے ہیں اور یہہ بناتا ہے ۔ یہہ بھی کہتے ہیں کہ کچہ حکایتیں سُن لی ہیں ۔ رات دن یاد کر کے سنا دیتا ہے ❊ کوئی جواب دی لیکن طلبکہ میری تفصیل سُن لے جو دوسرے حصہ کے متعلق ہے ۔ یہ عام حصہ ہے سب نبوتوں کے لیے ۔ غور تو کرو جو قرآن لایا ہے اس میں کیا صرف قصے ہی ہیں ۔ ای مسلمانان ۔ اور ای ہماری غیر قوم کے برادران قرآن میں پانچ علوم ہیں (۱) علم توحید (۲) ایک حصہ احکام کا یہ کرنا اور یہہ نکرنا اخلاق کا معاملات کے متعلق برادری کے متعلق حکومت کی متعلق میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب بیان کروں تو بہت ہی مشکل ہو ۔ میرا رسالہ اشاعتہ السنتہ ہے اگر شوق رکھتے ہو تو دیکھہ لو (۳) وعدہ اور وعید ۔ ابھی میری تقریر میں آئیگا کہ کرموں کا پھل کیوں لازم ہے (۴) امثال ۔ مثالیں ۔ کہاوتیں (۵) قصص ۔ یہہ ہیڈ ہیں ۔

فرمایا یہہ اُس نے قرآن بھیجا ہے اوس نے سکھایا ہے کہ جو سر جانتا ہے اسکے دو معنے ہیں ۔ ایک تو موٹے معنے ہیں ایک فعل رات کو واقع ہوا ۔ مثال دیتا ہوں کہ روزہ میں حکم تھا کہ رات کو صحبت نہ کرو ۔ ایک شخص رات کو بیوی کے پاس چلا گیا حکم نازل ہوا ۔ اور اُس کے راز کو بتایا اور نہیں تو وہ مان گیا جیسے کسی سے تبلایا گیا تھا یہ تو موٹے معنے ہیں ۔ اور ایک باریک معنے ہیں جو تشریح طلب ہیں جو دیر میں سمجہ میں آئینگے اور وہ یہ کہ قرآن کا ہر ایک حکم سر رکھتا ہے ۔ میں نالائق ہوں پہر بھی میں سمجہتا ہوں سوال کرتے ہیں کہ وضو کرنے میں منہ ہاتھ دہوتے ہیں ہوا نکل جاوے تو وضو کرتے ہیں پیشاب پاخانہ سے غسل نہیں ۔ منی نکلنے سے غسل کرتے ہیں میں حاضر ہوں مجھ سے پوچھو ۔ میں تبلاؤنگا ۔ میرے گھر آؤ اور میں یہہ بھی کہتا ہوں کہ اس جلسہ کے لیے نہ میری آرزو تھی اور نہ مجھے خبر تھی مجھے اپنے گھر ولیہ میں مُلا د ۔ اور میں جانے کو طیار ہوں سکھوں یا برہمنوں کے مندروں میں بھی ۔ میری عمر اسیطرح گذری ہے ۔ مجھے نوکری کی ضرورت نہیں پڑی ۔ قرآن کے احکام میں اسرار ہیں باوجود نالائق ہونے کے تبلاؤنگا ایسے بعض احکام ہیں جیسے معنے نبیوں کو بھیجا ہے ۔ جنکو عقل نہیں پہونچ سکتی مثلاً خدا کی ذات خدا کی ارادات مرضیات ۔

اس قرآن کو اس خدا نے بھیجا ہے جو اسرار کو جانتا ہے جسکو کوئی انسانی عقل نہیں پہونچ سکتی ۔ یہودیوں نے نہیں سکھایا ۔ یہ بڑا ظلم اور بناوٹ ہے ۔ ای رسول ہم یہہ جانتے ہیں ۔

آپ ایک نصرانی لوہار کے پاس جاتے تھے جب آپ نبی تھے اگر کہیں کہ قرآن اسنے سکھایا تو یہ وہ قرآن ہے کہ جو عربی ہے جسکی فصاحت ظاہر ظاہر ہے اور وہ تو عجمی ہے ۔ وہ تو جانتا ہی نہیں ۔ پھر تم کہو کہ خود بنالیا مضمون سیکھ کر عربی کر لیا ۔ فرمایا تو تو کبھی لکھنا نہیں جانتا تھا الحمد للہ کہ مخالفوں کی شہادت بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمی ہونے پر ہے جو آپ سراسیر پر فاش ہوئیں گی ۔ نہ تو آپنے کبھی لکھا نہ پڑہا ۔ نہ شعر پڑہا ۔ نہ لکچر دیا ایک دفعہ کمیٹی بیٹھی کہ رسول کے گرد سے لوگوں کو کیونکر ہٹائیں کوئی کہتا ہے کہ جادوگر ہے کوئی کہتا ہے پاگل ہے کوئی کہتا ہے شاعر ہے کہنے لگے ساری عمر میں جھوٹ نہیں کی جادوگر کیونکر ہوا دیوانہ کیونکر ہوا کہ اوسنے کسیکو کچھ نہیں کیا ۔ آپ کا نام امین تھا ۔ فیصلے نبوت سے پہلے لائے جاتے تھے اور لوگ کہا کرتے تھے جو گالی نہ دے اور اف نہ کہے وہ دیوانہ ہو ؟ شاعر کہدو ۔ شاعر کیونکر کہیں قرآن دیکھ لو آخر کار کمیٹی نے کہا کہ کوئی بات نہیں بنتی ایک بات بنے گی ۔ تاثیر جادو کی ہے ۔ ہاتھ میں ہاتھ رکھا گھر بار چھوٹ گیا ۔ خدا کی طرف سے اس قسم کی نظم اور عبارت نبی بنائی القا کی جاتی ہے اپنے پاس سے نہیں لاتا یہ تو شاعر بھی نہیں خطیب بھی نہیں ۔

فرمایا کہتے ہیں کہ بناوٹ ہے ۔ کہدو کہ سورتیں بناکر دکھادو ۔ سورت ٹکڑہ کو کہتے ہیں جیسے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ ... الخ دس سورتیں لاؤ دس نہ سہی ۔ ایک ہی لاؤ ۔ ای بہائیو تم ہو ہنود مسلمان جو ہیں وہ بھی کم مذاق رکھتے ہیں سمجھ میں کیونکر آوے تمام انسان ملجاویں بلکہ ایک اور مخلوقات یعنی جن تم نہیں جانتے پھر بھی اس بات پر اتفاق کریں کہ ملکر بنادیں ۔ کیسے ہی جوش میں آجاویں نہ بنا سکیں ۔ ساری ملجاؤ ۔ نہ بنا سکوگے ۔

ایک موٹی بات کہتا ہوں ۔ ایک گھڑی ہے ۔ تم نہیں جانتے کہ اچھی ہے یا بری ۔ سو روپیہ اسکی قیمت کہدی جاوی ۔ تم جاؤگے واچ میکر کے پاس ۔ جوہری کے پاس اس گھڑی کے لیے عرب اور عجم یعنے گنگ وہ دوسروں کو سمجھتے تھے کہ بول ہی نہیں سکتے ۔ جب قرآن نے عام اشتہار دیدیا تو چاہیے تھا کہ سب ملکر بنادیتے اگرچہ چھاپے خانے نہ تھے مگر پھر بھی مشہور ہو جاتے اسوقت آریہ عیسائی مخالف ہیں کوئی بھی نہیں جو یہ دکھلاوے کہ فلاں وقت قرآن بنایا گیا ۔

وہ رسول جسکی دوسرے حصہ میں بحث ہوگی ۔ جسکا اس حصہ سے تعلق ہے وہ ہزار لیکر آیا ہے جسکو عقل نہیں پہونچتی ۔ اللہ اکبر ۔

کوئی سوال کرے ایسے آدمی جو اچھی باتیں سکھائیں وہ نبی ہوتے ہیں نہیں نبی نہیں ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جو عام عقلمندوں کو نہیں آتیں مثلاً ان اسرار میں سے ایک خدا کی ہستی ہے۔ جہاں ہماری حواس نہیں پہونچتے خدا کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس کان نے کبھی اوسکی آواز نہیں سنی ایسے کاموں کے لیے اللہ تعالےٰ نے نبی پیدا کیے ہیں وہ اور طور پر اللہ کو دیکھتے اور اسکے ساتھ بولتے اور اسکی باتیں سنتے ہیں۔ اگر کوئی عقلمند سمجھاتا تو تشبیہ سے سمجھاتا عام کس طرح سمجھتے۔ اگر تشبیہ کے پیرایہ میں سمجھایا جاوے تو بہر بڑی خرابی ہوتی۔ بہر ہمارے جیسا ہوا جیسا کسی نے پہلے کہا کہ اگر اُسے ہمارے جیسا خالق کہا جاوے کہ مادہ اور ہتہیار کی ضرورت ہو۔ اوس ہادی اور رسول نے تو سمجھایا ہے اسی تشبیہ کے ساتھہ جو انسان میں ہوتی ہیں۔ الرحمن علے العرش الاستوےٰ وہ آنکھہ والا ہے اور کان والا ہے اسکے دونو ہاتہہ کھلے ہیں لیکن کہا اسکی مانند کوئی چیز نہیں۔ جو لفظ کہیں گے وہ تمہاری ضرورت کے موافق سمجھائیں گے۔ ہر چیز کے لیے ایک ہوتی ہے حقیقت۔ اصلیت مبدء ایک ہوتا ہے نتیجہ۔ مثلاً ہاتہہ۔ ہاتہہ کی اصلیت تو ہے پنجہ گوشت وغیرہ۔ نتیجہ ہاتہہ سے دینا پکڑنا وغیرہ۔ یہ فرمایا کہ اسکی نسبت یہ لفظ ہمنے بولے ہیں لیکن انکی حقیقت مراد نہیں تمہارے ساتھہ مشابہت حقائق اور اصلیت میں نہیں ہے جو تمہارے دل میں تصور گذرے کہ خدا کا ہاتہہ ایسا ہے اسکی حقیقت اوس سے بڑہکر ہے۔ خدا کا ہاتہہ ایسا ہے جس نے آدم کو بنایا اسکی بنائی ہوئی دنیا ہے۔ غرض فعلوں میں مشابہت رکھتا ہے حقائق میں نہیں دیکھو خدا کی ہستی کو کیونکر سمجھایا۔ لیس کمثلہ شیٔ یعنے اسکی مثل کوئی چیز نہیں۔ فعل میں ملتا ہو لیکن حقیقت میں نہیں ملتا۔ یہ اسکی ذات کا سمجھانا ہے۔ بہر اسکی ہستی کا سمجھانا ہے یہہ ماننا ہی ہمیں نہیں کہ خدا ہے بلکہ اسکی توحید کے ساتھہ ماننا چاہیے اور کا کوئی ہمرنگ نہیں۔ مکہ کے لوگ جو حضرت کے مخاطب اور مخالف تہے وہ ان اوہام میں مبتلا تہے انکو سمجھایا ہے کہ خدا ایک ہے۔ سورج بہی ایک ہے۔ ایک کا مصداق ہونا کوئی بڑی بات نہیں۔ کیونکہ ایک ہو اسکا سا وجود دوسرا نہیں۔ اس توحید کے بعد اسکی صفات کو مانتا ہے کہ وہ اپنی صفات میں بہی وحدہ لاشریک ہے تیسرا وہ اپنی تعظیم کے استحقاق میں فرد ہے اسکو بولتے ہیں توحید ذات۔ توحید صفات۔ توحید استحقاق عبادات۔

کہا کہ خدا کو تو ایک مانتے ہو گو یا ذات اسکی الگ ہو۔ سورج ایک ہو۔ تارا بہی ایک ہے۔ سورج جب چہپ جاتا ہے تارے روشنی دیتے ہیں کمی بیشی کا فرق ہوا ہے بیشک رب مانو کہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ تک رہیگا۔ کبھی اسکی

ابتدا نہیں ہے وہ سب کچھ کرتا ہے ۔ مگر ہماری طرح نہیں ۔ یہ توحید ذات وصفات تیسرا ایک تعظیم بادشاہ کی ایک نائب کی اسی طرح درجہ بدرجہ اسکی تعظیم ایسی ہو جو کسیکی نہ ہو ۔ یہ تین توحید سکھلائی ہیں اسکے بعد اخلاق ۔ اس قسم کے اخلاق سکھائے ہیں نمونہ بنکر جب تک خود آدمی آپ نہ کرے لوگ پیروی نہیں کرتے جن آدمیوں نے انکے خون بہا دیے ان کے لیے دعائیں کیں ۔ ای اللہ انکو معاف کر دی یہ مجھے جانتے نہیں ۔

خدا تعالی قرآن میں حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا عدل کے معنے ہیں برابر برابر کرنا ترازو کی دونو پلڑے برابر کرنا کسیکا کچھ نہ رکھنا ۔ اسکے ساتھ احسان بھی کرو ۔ دنیا ہے ایک دیدو سوا روپیہ مقرر کرکے دینا سود ہے یہ جائز نہیں اسکے بعد قرابت داروں سے احسان کرو ۔ ایک تو ساری قرابت دار ہیں دوسرے خاص قرابت داروں کے علاوہ ہمسایوں تک بھی احسان کرنے کا حکم دیا ۔ کہا کہ پہلے توحید اللہ کی اختیار کرو ۔ کوئی ایسا استحقاق تم پر نہیں رکھتا ۔ پھر ماں باپ ۔ پھر ہمسایہ ۔ ایک مسلمان ہے اسکا ہمسایہ غیر مذہب ہے اوسکے ساتھ بھی احسان کرو ۔ ایک حدیث میں ذکر ہے عبد اللہ بن عمر فاروق کا ۔ انکے گھر میں بکری ذبح ہوئی تو پوچھا کہ فلانے یہودی کے گھر گوشت بھیجا ہے ؟ وہ انکا ہمسایہ تھا ۔

ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے ۔ کنبہ کے معنے عربی زبان میں بیٹا بیٹی کے نہیں بلکہ جسکی پرورش کریں ۔ اللہ کو وہ بہت پیارا ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرے مسلمانوں پر خیال ہے کہ وہ مارنے کے لیے ہیں ۔ جہاد ہے مگر وہ ڈلفینسو ہے جیسے کہ فرمایا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ مارو اللہ کی راہ میں اونہیں جو تم سے لڑیں ۔ اور زیادتی مت کرو جو تم سے نہ لڑیں ان سے مت لڑو ۔ ایسا ہی حکم ہے کہ جو بوڑھے ہوں یا جو راہب صومعوں میں رہتے ہوں اونہیں نہ مارو ۔ جب پادری اور لیڈر چھوڑ دیے گئے پھر اور کسیکو کیوں ماریں نمازی مسلمان جبراً بنانا مقصود نہ تھا ۔ کیا تو جبر کرنے والا ہے ۔ یہ آپ کو فرمایا ۔ لا اکراہ فی الدین دین زبردستی نہیں منوانا ۔ گمراہی بھی ظاہر ہوگئی ہدایت بھی ظاہر ہوگئی ۔ کیا واقعہ تھا بنی اسرائیل میں دستور تھا کہ جس عورت کا بچہ مرجاتا وہ منت مانتی تھی کہ وہ اگر جیتا رہے تو اسے یہودی سائیں لوگ بنا دیں گے ۔ یہودی کہتے تھے کہ ہماری ساتھ جائیگا اور والدین نہیں جانے دیتے تھے لیکن یہاں جبراً اسکو نہیں روکا ۔ اسلام جبر اور قتل کے لیے نہیں رحم کے لیئے ہے ۔ رسول اللہ فرماتے ہیں زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا ۔ مسافر ہندو ہو عیسائی ہو میں اسکی خدمت کرونگا ۔ جو جائز ہو مجھسے طلب کرے میں دونگا ۔

بشرطیکہ مذہب کے خلاف نہ ہو ایک نقل ہے مسلمان فائدہ اوٹھائیں گے۔ جب آپ طائف میں گئے۔ لوگوں نے مارا دیوار میں دھکیل دیا۔ ہوش آیا تو فرشتہ نظر آیا۔ اوسنے کہا اللہ نے سلام بھیجا ہے کہ اگر حکم دو تو میں پہاڑ دونوں کو ہٹا کر مکہ پر رکھدوں۔ اگر دوسرا وقت ملا تو یہہ بتلا دوں گا کہ یہ ہونہار امر ہے اور ممکن ہے۔ فرشتہ بھی ہوتا ہے۔ پہاڑ بھی اوٹھ سکتا ہے اور یہہ بھی ثابت کروں گا کہ یہ نیچر کے خلاف نہیں۔ دلکا امتحان کرو کہ دل کیسا ہے فرشتہ کہتا ہے کہ کچل دوں آپ کہتے ہیں نہیں نہیں۔ یہ اخلاق اور رحم ہے

دیکھو روز حشر کیسے سمجھایا روز حشر ہے روز جزا ہے روز موت ہے۔ بدلہ چار قسم کا ہے دو تو ایسے ہیں کہ سب مان جائیں گے اور ایک ایسا ہے جسکو مذاہب والے مانتے ہیں اور چوتھا ماننا پڑے گا۔ انسان کی فطرت اسکے قوای اور نیچر بتلاتی ہے کہ انسان زہر کھالے تو مرجاتا ہے پرند گھاس کھائے مرجائیگا اس کو جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ جب نیچر کے خلاف کریگا مریگا۔ بہت کھائیگا درد ہوگا۔ یہہ پہلا بدلہ ہے انسان میں دو قوتیں ہیں ایک جسمانی اور ایک قوت روحانی ہے جسکو ملکیت بھی کہتے ہیں روحانی قوت کے اثر کا نام اخلاق ہے۔ پہلا نیچر طبعی ہے دوسرا اخلاقی ہے ہر ایک شخص مان لیگا کہ سچ ہے جب کوئی کام ہم خلاف اخلاق کرتے ہیں تو طبیعت میں انفعال پیدا ہوتا ہے اگر ایک معصوم بچہ کو مار دے تو خواہ مخواہ افسوس ہوگا یہہ دوسرا بدلہ ہے یہاں الحمد للہ ایسے آدمی نہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ نیکی بدی کوئی چیز نہیں۔ مگر یہہ تو حیوانات میں بھی ہے۔ کتا اور گھوڑے بھی سونگھکر بری چیز چھوڑ دیتے ہیں جب حیوانی چیز میں اتنا موجود ہے تو کیا روحانی میں اتنا بھی نہیں۔ اگر یہ تعلیم کا ہی باعث ہو تو بہت ہی تعلیم دو۔ غرض کانشنس کا حکم بھی نہ مجسٹریٹ کے پیش ہوا نہ گواہ گذرے مگر دل مانتا ہے ایک اور عالم ہے جو اس عالم سے دوسرا ہے تیسرے بدلہ کی مثال بھی اسی عالم میں ہے مثلاً ایک شخص کو ایک شخص برا کرتا ہے دنیا والے اوسے برا کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب کوئی آدمی اچھا کام کرتا ہے تو اللہ کہدیتا ہے کہ یہ ہمارا دوست ہے اسکو دوست کہو اسطرح جب تین بدلے مان لیتے ہو تو پھر چوتھا بھی مان لو دعا کرو فقط

حضرت مولوی صاحب نے دعا کرنے کے بعد اپنی تقریر کو ختم کیا دوران تقریر میں جناب پرتول چندر صاحب چٹرجی ایم اے بی ایل جج چیف کورٹ پنجاب جو چھ ہوڈرشیروں میں سے ایک ہوڈرشیر تھے تشریف لائے۔ آپکے ہمراہ آپکے سدھی سیتلر بنرجی صاحب جج ہائی کورٹ الہ آباد بھی تھے جو بطور شائقین شامل جلسہ ہوئے یہ دونو بزرگ صدارت کے سٹیج پر ہی کرسی نشین ہوئے۔ مولوی صاحب کے بعد جناب رائے بردو اکنٹھ

صاحب لہری پلیڈر تہیوصوفیکل سوسائٹی کیطرف سے بلائے گئے۔ بابو صاحب کا حاضرین نے خوشی کے ساتھ استقبال کیا آپکی تقریر انگریزی میں تھی لیکن بابو پرتول چند صاحب کی فرمایش پر آپکو زبان اردو میں کرنی پڑی جو بالکل انگریزی محاوری کا لفظی ترجمہ تھا۔ کیونکہ آپکو اس زبان سے بہت محاورت نہ تھی پر تاہم آپکی تقریر ہر ایک فرقہ نے نہایت ہی دلچسپی اور ذوق شوق سے سنی۔

تہیوصوفیکل سوسائٹی

جناب رای برودا کنٹھ صاحب پلیڈر سکرٹری تہیوصوفیکل سوسائٹی پنجاب حال منسٹر ریاست فریدکوٹ

صاحبان مجلس آپنے ابھی بہت لیاقت کے ساتھ مولوی صاحب کا جو لکچر دیا سنا۔ اسلیے ہم یقین نہیں رکھتے ہیں کہ آپ ویسی ہی خوبی پائیں جیسے مولوی صاحب نے کیا۔ کیونکہ اس زبان میں ایسی فصاحت سے میں ادا نہیں کر سکتا جیسے مولوی صاحب نے بیان کیا ہے چونکہ یہ جگہہ زبان یا فصاحت دکھلانے کی نہیں ہے بلکہ اپنے مذہب اور عقیدہ کے بیان کرنے کی ہے اسیلیے جیسا کہ مجھے آتا ہے میں آپکی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔

بیشتر اسکے میں باز نہیں آسکتا ہوں سوای اسبات کے بیان کرنے کے کہ خداوند کریم کی ایسی مہربانی ہے کہ جسکا شکریہ زبان سے ادا نہیں ہو سکتا کہ ہم ایک عرصہ کے بعد ایک مکان میں بہت سی بھائی اکٹھے ہیں کس غرض کیلیے ایک باغ میں کئی قسم کے گل ہیں اور درخت ہیں کون کونسے درخت ہیں کیا کیا گل بھرا ہوا ہے اور اپنے استعمال میں لاتا ہے یہ ایک بات ہے اسکے لیے بہت ہی شکریہ ادا کرتا ہوں کون کیا ہے؟ بجاے اس بات کے کہ کون کیا ہے ہم اپنی طبیعت رجوع کریں اصلیت کی طرف اس جلسہ میں جو دوسرا جلسہ ہے جو ہمیشہ سال کے بعد ہندوستان میں کسی نہ کسی جگہہ ہوگا اسکا نتیجہ خدا دے اور ہم آئیں یہی اسکا پھل ہے یہی اسکا نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھکر اسکی مدد کریں۔ اتحاد کریں۔

اب میں اس رشتہ کو شروع کرتا ہوں کہ جو اس پر اسپکٹس میں جو اس کانفرنس کی طرف سے چھپا ہوا

ہے تیسرا ہے منش (انسان) کی زندگی کا کیا ادیش ہے اور کیونکر حاصل ہوتا ہے میں اسوقت جس طور سے
اس وشئہ میں - اس بارہ میں ذکر کروں گا وہ ہیں **تھیوصوفیکل پائنٹس اف ویو** سے گفتگو کرونگا
کیونکہ میں اس جلسہ میں پنجاب تھیوصوفیکل سوسائٹی کے اغراض **ریپریزنٹ** کرنے آیا اور کھڑا ہوں
بہت بھائیوں نے یہ نام نہیں سنا - اسلیے مختصر طور پر ذکر کرتا ہوں کہ تھیوصوفیکل سائٹی وہ مدرسہ تعلیم
حاصل کرنے کا ہے جس میں ہر ایک فرقہ کا آدمی اپنے مذہب کی خوبیاں اور اسکی اصلیت دریافت کرنے اور
مذہب کی اصلیت کو اسکے ساتھ موافق کرنے کے لیے شامل ہیں - اس میں عیسائی مسلمان - ہندو
ہر ایک قسم کے لوگ شامل ہیں تھیاصوفی ایک یونانی لفظ ہے سنسکرت میں برہم ودیا کہتے ہیں - اور
فارسی میں یقینًا نہیں مگر سنا ہے علم حقیقت کہتے ہیں - اس علم کے رو سے کوشش کرونگا اسکے اغراض
کے پورا کرنے کی اور جیسا کہ اس علم کے ذریعہ ظاہر کروں مجھے یقین ہے کہ ہر ایک مذہب کے آدمی جو یہاں
موجود ہیں سمجھیں گے اگرچہ میں اسکو بطور ہندو تھیوصوفسٹ کے ثابت کروں گا اور سناتن دھرم میں کیا کیا فلاسفی
ہے بیان کرونگا پر آپ لوگ سب سمجھ سکیں گے کہ یہ تمام مذہبوں پر حاوی ہے یا ایک منش کی زندگی یعنے
پران کا ادیش یعنے مقصود کیا ہے - اسکا ادیش عالموں اور حکیموں نے یہ لکھا ہے **جوگیہ** اور **اجوگیہ**
اسکی اچھیا کو اپنی شانتی سے سادہن کرنے کے لیے جو گیہ ہے سب سے دور کرنا اور جو جوگیہ ہے تو پھر اوسکو حاصل کرنے
کے واسطے چاترتہ سے یتن کرنا - اسکو کہتے ہیں اغراض زندگی - اس میں بہت سا سنسکرت لفظ آگیا
ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ انسان کی جو خواہش ہے - جب تک خواہش ہے زندگی ہے خواہش دو قسم کی ہوتی
ہے ایک بری ایک بھلی - جو اچھی خواہشیں ہیں انکو خراب خواہشوں سے علیحدہ کرنا اور جس میں اچھی خواہش
پوری ہوں انکو پورا کرنا اور بری خواہشوں کو چاترتا سے دور کرنا - اب آپ اسکو خیال کریں کہ جو منش ہے
وہ یہی سمجھیگا کہ خواہش کے سوا کچھ نہیں کبھی اچھی کبھی بری کبھی چاہتا ہے کہ راجہ بن جائیں غرض کبھی
بھلا کبھی برا کرنے کی خواہش زندگی کا مقصد کیا ہے - خواہش کو پورا کرنا پورا کرنے کا نام سکھ ہے اور نہ
کرنے کا دکھ - اب دیکھنا یہ ہے کہ کون پورا کرنے کے لائق ہے اور کون نہیں - اگر انسان بلا تمیز ہر ایک
خواہش پوری کرنے لگے تو اس میں اور حیوان میں کچھ فرق نہیں یہ کہا جائیگا کہ وہ خواہش کا کیڑا ہے - اسی
سے پیدا ہوتا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی خواہش کو پورا کرنا ضرور ہے کیونکہ اسکو پورا
کرنا ہی اوسکی زندگی کا منشا ہے -

حکیموں نے یہ کہا کہ منش (آدمی) کا یہ کام ہے کہ اپنی بری خواہشوں کو اچھی خواہشوں سے علیحدہ کرے۔ ایک دوسرے سے بالکل جدا کرے جبتک اوسے یہ تمیز نہ ہوگی کونسی پورا کرنے کے قابل ہے اور کونسی چھوڑنے کے لیے ہمارے شاستر میں لکھا ہے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کونسی خواہش رکھنے کے قابل ہے اور کونسی نہ رکھنے کے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ جداگانہ ہر ایک خواہش کا ذکر ہو۔ اسلیے ایک عام اصول دیدیا ہے جسپر ہر ایک مذہب کا آدمی غور کرسکتا ہے اس قسم کی خواہش کو انسان کی بھلائی اور اسکی نیکی کے لیے سمجھا گیا ہے جس میں آتما اور دیو دونوں پرشاد ہوں آتما کیا جسکو ایشر یا خدا کہتے ہیں جس میں خدا کی خوشی ہو۔ جسکو خدا قبول کرلیوے۔ اور دیو پرشاد کیا ہوتا ہے۔ ہماری شاستروں میں دیوتا اوسے کہتے ہیں جسے دوسرے مذاہب میں فرشتہ یا شکتی بولتے ہیں خاصکر ہمارے نوجوان اور انگریزی تعلیم یافتہ کہیں گے کہ کونسا سٹنڈرڈ ایسا ہے کون گر ہے جس سے ہم یہہ اندازہ کرسکیں کہ خدا کا فرشتہ خوش ہوا۔ اسکے لیے یہ گر اور اندازہ ہے کہ اگر تم یہہ دیکھنا چاہو کہ خدا خوش ہوا یا نہیں۔ اوسکی شہادت ایک طور سے پیدا ہوگی اسکا نتیجہ تمہیں دینگے وہ یہی نہیں کہ تمہارا روح تمہیں شاباش دیگا بلکہ عقل کا دروازہ کھل جاویگا کہ تم اپنے مذہب کی کتاب سے وہ موتی نکالوگے جو اور کوئی نہ نکال سکے گا۔ اسکا نتیجہ کیا ہے! ۔ ایشر کی طرف سے جب مہربانی ہوتی ہے تو اسکی بدھی یعنے عقل معمولی الفاظ میں کہتے ہیں۔ اسکا رنگ بدل جاتا ہے۔ اوسکی کلام کا اثر اوسپر ہوتا ہے۔ اسکے کلام کے معنوں کی اوسکے دل میں جیسے لوہے کے ہتھوڑی کی چوٹ لگتی ہے کچھ پرواہ نہیں کس منہ سے نکلتا ہے یا کون کہتا ہے۔ چوٹ لگتی ہے سو یہ پیمانہ اور گر ہے دیو پرساد کا۔ پرساد کہتے ہیں جو چیز منظور ہو جاوے۔ اس بارے میں بیانات ہے کہ رامائن میں جس وقت رام چندر جی کو حکم دیا اوسکے باپ نے۔ کہ تم جنگل میں چلے جاؤ۔ تو اسکی ماں سوتیلی نے جسکے کہنے سے ایسا ہوا۔ تو اونہوں نے دوسری ماں نے کہا "کیکئی کو سراپ دیا" اور یہہ سنسکرت میں دستور ہے کہ سب سے زیادہ جو سخت ہوتا ہے اوسی اخیر لکھا جاتا ہے چنانچہ کہا کہ جس کسی کے ہاتھ سے رامچندر کا یہ حال ہوا۔ اوسکے لیے میں دعا مانگتی ہوں کہ وہ اپنے مذہب کی کتاب کے معنے نہ سمجھے اوسکی عقل بھرشٹ ہو اوسکی بدھی وید کے معنی نہ سمجھ سکے یہ گویا ایک مثال ہے کہ جب خدا کی مہربانی ہوتی ہے ایسے عمل سے جو اوسکو پسند ہو وے تو اوسکی بدھی کیا ہوتا ہے۔ اوسکی اصلیت کو سمجھ لے۔ اور جتنی خوبیاں ہوسکتی ہیں انکو جان لے۔ وہ کیا سچ۔ تیاگ۔ اور نیائے۔ اسکے پلیٹ فارم پر کھڑا ہو جاوے اور نہ ہلے۔

ایک تو اصلیت کے برخلاف نہ کرنا ایک سچ ہے دوسرا پاک رہنا یہ نہیں کہ اشنان کرنا۔ بلکہ اندر سے پاک رہے جسم سے پاک ہے اسیطرح سچائی زبان اور دل سے لائے۔ اور ایسا ہی تیاگ۔ یہ نہیں کہ ہزار روپیہ پاس ہے اس میں سے دو پیسہ دیدیا بلکہ گناہوں اور بُرے عملوں کو چھوڑ دینا خواہ خیالات سے ہوں یا آنکھ سے ہوں اور زبان کو بند کرنا۔ ایسا ہی پیشیر کیا ہے کہ محنت سے کھانا نہ دغا اور فریب سے کھانا۔ جیسے جسمانی تیاگ ہے ویسے ہی دل سے وہ کیا یہ کہ کسیکو برے رستہ کی طرف ہدایت نہ کرنا اس سے جو آگ نکلتا ہے وہ پوتر کرتا ہے لکھا ہے یہ جو اچھا ہے وہ نیک خواہش ہے۔ جو کھوٹا ہے وہ خراب خواہش ہے۔ اور یہ ایک بھاری مسئلہ ہے جو غور سے سننے کے قابل ہے۔ ایک لفظ ہے چاتر تہ جسکے معنے ہیں چترائی سے ہماری بھائی جانتے ہونگے یہ لفظ جسکی ہندی چترائی ہے کہاں سے نکلا ہے یہ ایک ایسی گہری جگہہ سے نکلا ہے جو بہت مفید ہے چار چیزوں کی خواہش انسان کرتا ہے ودیا۔ دھن۔ بل۔ دھرم۔ پانچویں چیز کوئی چیز نہیں جو انسان کی خواہش سے باہر ہو۔ یہ علم نہیں جو بیٹ (مجرا) اور ایبل (بدی) سے شروع ہوکر نارستک اور دھریہ پن تک ختم ہوتا ہے بلکہ مذہبی علم ہے جسکے ذریعہ سے وہ خدا کے ساتھ جاسکے۔ یہ وہ علم ہے جسکا نام ودیا ہے۔ دوسرا کیا ہے بل ایک تو اس علم کی طرف رجوع ہونا ایک کی تو یہہ خواہش ہے کہ وہ علم کی طرف بہت مائل ہیں اور عالم فاضل بننے کی طرف وقت صرف کرتے ہیں دوسرے اپنے بل کو بڑھاتے ہیں یعنے اپنی جسمانی یا قومی طاقت بڑھاتے ہیں۔ جیسے بعض کا خیال ہے کہ ہم میں اور ہماری قوم میں علمی طاقت بڑھے ایسے ہی ہمارے دوسرے اپنی جسمانی یا قومی طاقت کو بڑھانا چاہتے ہیں تیسرا دھن یعنے اگر وہ خود بھوکا نہ رہے تو قوم بھی نہ رہے اگر زمین عالی خیال ہے تو یہہ کہ مخلوق خدا بھوکی نہ رہے۔ چوتھا ہے دھرم جسکے ذریعہ انسان اپنے آپ کو ایسے درجہ میں پہونچائے کہ خدا کی حقیقت اوسپر کھل جاوے۔ اور ایسا رستہ چلے کہ کوئی تکلیف اسے نہ ہو مگر ہمارے حکیموں نے یہی چار مانے ہیں انکے علاوہ اور بھی مان رکھے ہیں وہ سننے کے قابل ہیں اصل جو فلاسفی ہے یعنے ارتھہ۔ ارتھہ کا کیا مطلب روپیہ اور اشرفی نہیں۔ بلکہ دنیا میں ہر ایک خواہش کے پورا کرنے کا نام ارتھہ ہے اور دھرم اسے کہتے ہیں جس میں تغیر و تبدل نہ ہو۔ آپ خیال کرسکتے ہیں کہ ایسی کونسی چیز ہے جس میں تغیر و تبدل نہ ہو۔

کسی پدارتھہ کے بدلنے کا جو خواہش ہے اور کوشش تمام وستوؤں کی خواہش سے طبیعت کا ہٹ

جاتا ہے - چار قسم کے دستودن - اور چیز کا نام جسکے ہر ایک جز کو انسان چاہتا ہے اسکا نام سادھن چنشت ہر دوسرے یہ لکھا ہے کہ چاروں چیز تو حاصل کرنے کے قابل ہے مگر حاصل کیونکر ہو اسکا نام سادہ چنتت - دہرم ارتھہ - دہن - پورشتن - دہرم کے ذریعہ سے ارتہ اور رتہہ کے ذریعہ سے دھن پیدا ہوتا ہے - دنیا میں چاروں چیزیں ہیں جسکی لوگ آرزو کرتے ہیں - ایک تو وستو کی پورشن کی خواہش کرتے ہیں دوسرے انکو رکہنی کی خواہش ہے تیسرے تغیر و تبدل کی خواہش کرتے ہیں - چوتھے وہ ہیں کہ نہ تو اوسکی تبدیلی کو پسند کرتے ہیں نہ کوئی اور خواہش رکھتا ہے جیسے صوفی لوگ ہوتے ہیں اب آپ خیال کریں کہ دویا کے ساتھ ہے دہرم اور دہرم کے ساتھ ارتہہ اور ارتھہ کے ساتھہ دھن کام کے ساتھہ ارتہہ کو کیوں لگایا کہ کوئی کام موشن (حرکت) بغیر نہیں ہوسکتا - کام کے معنے کیا ہے تبدیلی - کوئی تبدیلی موشن بغیر نہیں ہوسکتی - طاقت کا نام ہے حرکت ایسی ہے یہ چاروں چیزیں ودیا سے دہرم - بل سے دہن اور دہرم سے موکہش یہ تقسیم کی ہے - اسطرح پر آپ دیکھیں کہ اگر اسپر چلیں تو اسکی ہی تقسیم ہوتی ہے کیسے ہی ہربرٹ سپنسر لاؤ کیسے ہی ڈاروِن لاؤ کیسی ہی ٹنڈیل لاؤ ہر ایک آخر مذہب پر ہی آجاتا ہے -

ہماری پراچین شاستروں میں لکھا ہے کہ کوئی چار قسم کی چیزیں ہیں جنکی خواہش انسان رکھتا ہے اسی سے چار قسم کے سادہن ہوتے ہیں -

ادہی کرتا - کرتا (کرنیوالا) یعنے جہان کرنے والا کھڑا ہو + انوکرتا جو کرنے والوں کے پیچھے پیچھے چلنے والا ہو + کرتا جو خود اپنے عمل سے ہی کرتا ہے + جاپرماتا جو کرنے والے کی مدد کرتا ہے +

ادھی کرتا کون ہے یعنے کونسا میدان ہے جس جگہہ کھڑا ہو کر کرنے والا کچھ کام کرے وہ ہے شاستر مذہب تو ایک چیز ہے مذہب ایک ایسی چیز ہے کہ جس زمین پر کھڑا ہو کر کرنے والا کچھ کر سکتا ہے - اگر اوسکو چھوڑ کر وہ کچھ کرنا چاہے نہ کر سکیگا - شاستر ایک لفظ ہے جسکے معنے ہیں مذہبی کتابیں جسکے رو سے جزا یا سزا ہوتا ہے اور جسکو اپنے اصولوں کے روسے کلام الٰہی اور الہام کہتے ہیں - تو ان باتوں کو کرنے کے لئے شاستر پر کھڑا ہونا ہوگا - جو آدمی روحانی ترقی چاہے - دین کی ترقی چاہے جو نیک کام کرنا چاہے اسکے لئے اپنے مذہب کے بنیاد پر کھڑا رہنا ہوگا -

دوسرا پیچھے چلنے والے یعنے انوکرتا جسکا اردو میں مرید کہتے ہیں - یہ نہیں ہوسکتا - کہ ہر ایک شخص خود سر ہو کر کہدے کہ میں جس رستہ پر چلتا ہوں یہی ٹھیک ہے اوسکو ثواب اور رحمت ہوگی جو گرو یعنی

مرشد کی پیچھے چلنے والے ہیں کسی معاملہ میں ہو روپیہ پیدا کرنے میں ہو یا روحانی ترقی میں ہو بغیر گرو کے ممکن نہیں اگر کوئی سر خود ہو کر چلے گا اوسکا وہی حال ہوگا جو سعدی نے بوستان میں لکھا ہے۔

دریں راہ جز مرد راعی نرفت — گماں شد کہ دنبال داعی نرفت
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند — برفتند و بسیار سرگشتہ اند
خلاف پیمبر کسے راہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہ صفا — تواں رفت جز در پئے مصطفٰی

ہاتھ جوڑ کے اور ماتھا ٹیک کے چلنا ہوگا۔ دو حروف انگریزی کے سیکھ کر کے ہم اپنے بزرگوں کو بے وقوف سمجھتے اور اپنے آپ کو عقل مند جانتے ہیں بیٹے! یاد رکھو تمہاری اولاد بھی ایسا ہی سمجھیگی۔

تیسرا ایکرتا یعنے جو کرنی والیکی مدد کرتا ہے وہ کیا وہ عمل ہے بدون عمل کچھ نہ ہوگا اگر مذہب پڑھا بھی ہوا ہاتھ جوڑ کر صدق دل اور سنت سے چلا اور رہنما بھی اچھا ہوا لیکن وہ منزل مقصود پر نہ پہونچیگا۔

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

وہ کمبخت اگر عمل نہ کریگا تو اسے کون لیجائیگا۔ عمل جسمانی ہو یا زبانی جو فعل ہم کریں وہ نیک ہوں جو لفظ منہ سے نکالیں۔ ہم دیکھیں کہ خدا ہمارے اندر ہے اور یہ اسکا تخت ہے کس کی طاقت ہے کہ بادشاہ کی ڈیوڑھی میں کھڑا ہو کر فحش لفظ نکالے۔ اسی طرح سمجھ لو ہمارے اس جسم میں خدا کا نور ہے ویسے ہی یہ بڑی نالائق بات ہے کہ ہم منہ سے برا لفظ نکالیں جس میں اپنی برائی ہو یا دوسرے کی گناہ کا خیال کبھی دل میں نہ لاویں جب ایسا خیال آئے تو فوراً دعا مانگیں کہ کبھی خواب میں بھی ایسا بد فعل نہ کریں۔ اپنے خیالات اور الفاظ کو درست کرو اور یہ سمجھو کہ ہر وقت خدا ہمارے اندر بیٹھا ہے۔ خدا نے زبان جو دی اسلیے نہیں کہ وہ سخت لفظ استعمال کرے بلکہ ہر ایک سے پریم سے بولیں۔ کسیکو ہم سالا کہیں وہ مارنے پڑیگا۔ بھائی کہیں گلے لگاوے گا۔ جب ہم ان تینوں باتوں کو خیال کرکے بندگی نہ کریں جب فائدہ کیا ہے کہ خدا خدا کہتے ہیں یہ انکا سکار پنا ہے۔ انکا دل سخت ہے جب تک وہ عمل کو درست نہیں کرتا ہے۔

اسلیے میرے بھائیو کیا معلوم ہوتا ہے جو حکیموں نے تحقیق کیا ہے جو باتیں کہیں ہر ایک مذہب میں ہیں۔ سورج کی روشنی ہندوؤں کے گھر یا انگریزوں کی کوٹھی میں مخصوص نہیں بادشاہوں کے محل میں خاص نہیں یہ عام ہے خواہ کسی جگہہ رہا کرو۔ یہ باتیں ایسی ہیں کہ خدا کی مرضی سے ہیں اپنے

عملوں سے جہاں وہ پیدا ہوا ہے۔ وہی رستہ اسکے لیے ٹھیک ہے۔ جیا سے بدلتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے اور کس کو ٹھیک سمجھے اپنے پلیٹ فارم سے ہر ایک کو رستہ نزدیک ہوتا ہے۔ پانی دیکھو کسے خاص جگہہ کھڑا نہ ہوگا۔ کہیں تھوڑا ہوگا کہیں زیادہ کوی ایسی جگہہ نہیں جہاں پانی نہیں۔ ریگستان میں بھی ہے اگرچہ گہرا کھودنا پڑے۔ ایسا ہی ہوا۔ اگر قیمت سے بکتا تو ہندوستانیوں کی قسمت میں بہت تھوڑا آتا اسی طرح یہہ جو دھرتی ہے نشیب ہو جنگل ہو۔ بادشاہوں کے لیے اونچی جگہہ غریبوں کے لیے نیچے۔ جگہہ سے وہ علیحدہ نہیں ہے اسیطرح خدا کی عام سچائی سب کا مال ہے۔ ہمنے ایک دیوار بنا کر سب محدود کر لی ہے اور کسیکو گھسنے نہیں دیتے۔ بیشک ہمنے قلعبندی کر لی اپنی قوم یا ملک کے لحاظ سے۔ یہ کن کن لوگوں کو دیا جاویگا؟ جو نبی ہوتے ہیں جو دلی ہوتے ہیں جو ایشر نے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں وہ اپنی قلعبندی کر گئے۔ وہ جیسے مناسب سمجھے کر گئے۔ لیکن کیا یہ دھرتی اسکے باہر نہیں یا روشنی اسکے باہر نہیں؟ آپ کا مکان ایک عالی شان ہو سکتا ہے ہماری جھونپڑی ہی سہی۔ وہاں بھی موجود ہے۔ میں مختصر کرتا ہوں کہ جو اصل الاصول ہے وہ تمام مذاہب میں پھیلا ہوا ہے۔ صرف انسان اپنے مذہب کے موتیوں اور جواہرات پر نظر نہیں کرتا اور انکے ساتھ جھگڑا کرنے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

ستوگن اچھا ہے تموگن ہے اجوگن ہے جسکے وشے میں اگر ہم ورنن کریں تو دیر ہو جاوے صرف انکو ورنن کرتا ہوں جسکا نام یوگہ اچھا ہے۔ اسکا ایک نام ہے دہرم اسکا ایک نام ہے شانتی اسکا ایک نام ہے بہشت ایک نام ہے سکھہ ایک نام ہے نروان ایک نام ہے ہارمنی اف نیچر۔

الوگیہ اسکا ایک نام ہے دوزخ اسکا ایک نام ہے دکھہ۔ اوسکا نام ڈسہارمنی اب نیچر یا اشانتی ہے۔ اسی سے دکھہ ہوتا ہے ادھرم ہوتا ہے اور دوزخ نصیب ہوتا ہے۔ تو ہمارے حکیموں نے جو بنیاد رکھا ہے کہ ایک کا نام گناہ ہے اور ایک کا نام ثواب ہے اوسکی بنیاد دھارمنی اف نیچر اور ڈسہارمنی اف نیچر ہے جسکے برخلاف کرنے سے نرگ اور دکھہ اور ادھرم ہوتا ہے۔

اسی طرح اپنے جسم پر دیکھیں طبیعت چاہتی ہے کہ ٹھنڈے پانی سے نہائیں جبرا ہو چار گھڑے ڈال لیں تو نقصان ہوگا طبیعت چاہتی ہے کہ بد الفظ نہ بولیں۔ بولیں تو لڑائی جسکا نتیجہ سب جانتے ہیں اسیطرح اگر شراب پینے سے خیال کریں تو ایک دن شرابی کی دوکان پر پہنچائیں گے۔ الغرض قدرت نے انکا کام رکھا ہے لا آف دی ایکشن اینڈ ری ایکشن لاز آف لو۔

اسکا نام جو کشش ہے درمحبت اور دوسرے کا نام نفرت ہے جب ہی ٹھیک رہتا ہے کہ دونوں اپنی طرف سے کھینچیں اگر نفرت ہوتی تو محبت نہ ہوتی۔ اگر ری ایکشن نہ ہوتی تو ایکشن نہوتا ایسے جیسے اندھیرا اور روشنی اور سکھ اور دکھ اصل میں ایک ہیں ایک کا نام رکھا لو (محبت) تو دوسرے کا نام رکھا ھیٹرڈ

اسلیے ہم آپ سے کہتے ہیں کہ ہماری تو زبان ایسی نہیں کہ جس علم کو نبیوں اور ولیوں اور حکیموں نے ساری عمر میں بیان کیا ہمارے جیسا ناچیز آدمی بیان کرسے تو اثر ہو۔ یہ تو تب ہی ہوگا جب خدا کا فضل ہو اسلیے ہم آپ سے محبت سے کہتے ہیں کہ آپ اپنے مذہب کی تحقیقات کریں تن من دہن سے اوسپر ثابت قدم رہیں۔ خدا آپ کو برکت دے اور آپ اوسپر عمل کریں ٭ فقط

بابو صاحب موصوف کے دوران تقریر میں ایک خاص قسم کا اثر حاضرین پر تھا۔ اور کوئی بھی فرد بشر حاضرین میں سے نہ ہوگا جس نے اس سے حظ نہ اوٹھایا ہو۔ بابو صاحب کی ختم تقریر پر آجکے دن کی کارروائی کا خاتمہ تھا۔ چنانچہ خان بہادر خدا بخش صاحب نے پہلے تو دن کے سپیکروں کا اور بعد میں نہایت محبت کے ساتھ حاضرین جلسہ کا اُس صبر و استقلال کے لیے شکریہ ادا کیا جسکے ساتھ انہوں نے سارا دن مختلف تقریریں سنیں خان بہادر موصوف کی یہ التجا تھی کہ جس امن و آرام اور آہستگی کے ساتھ آجکا دن ختم ہوا ویسے بقیہ دو دن بھی ہوں بعد میں آپ نے کل کا پروگرام سنایا جس میں اگزکٹو کمیٹی نے کچھ تبدیلیاں کیں تھیں۔ پہلے پروگرام کے رو سے اتوار کے دن کا ابتدائی وقت پنڈت سیتا نند اگنی ہوتری صاحب (دیو دھرم) کو انکی خواہش کے مطابق دیا گیا تھا لیکن انکے ایک شاگرد خاص کی تحریر سے معلوم ہوا کہ پنڈت صاحب موصوف کو خاص قسم کی روحانی محنتوں اور مشقتوں نے جو انہیں آج سے دو دن پہلے متواتر برداشت کرنی پڑیں اس قابل نہیں رکھا کہ وہ کچھ بول سکیں۔ اسیطرح دو ایک احباب بھی خاص وجوہ سے نہ آسکنے کے قابل ہیں ایسے ایسے اصحاب مذاہب مختلفہ کے کثرت سے تھے جنکا پروگرام میں تو ذکر نہتھا لیکن وہ اس جلسہ کے عظمت اور شان و شکوہ کو دیکھکر اسپر مصر تھے کہ انہیں کوئی موقعہ دیا جاوے ان میں سے حسب گنجائش وقت بعض کی درخواستیں نہایت شکریہ کے ساتھ قبول کی گئیں۔ کل کے لیے جو پروگرام مجوزہ اگزکٹو کمیٹی خان بہادر نے سنایا وہ یہ ہے ۱۰½ بجے سے ۱۱ بجے تک جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۱ سے ۱۲ بجے تک بابو بیچا رام صاحب پریسیڈنٹ آریہ سماج سکھر

۱۲ بجے سے ایک بجے تک پنڈت گوردہن داس صاحب فریمی تھنکر ایک بجے سے ڈیڑھ بجے تک وقفہ ڈیڑھ بجے سے ساڑھے تین بجے تک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان ساڑھے تین سے ساڑھے چار بجے تک ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی۔ اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

دوسرا اجلاس

بوقت صبح

بروز اتوار بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء

گذشتہ روز کی کامیابی اور خصوصًا اتوار کے پروگرام نے کل پنجاب کے ذی علم احباب اور عمائد کو جلسہ میں آج لا جمع کیا۔ مختلف علاقوں سے نہ صرف ہمدردی کے تار آئے بلکہ اکثر خطوط اور تاریں ایسی بھی موصول ہوئیں جن میں بعض بزرگوں نے صرف آج کے دن کے لیے شامل جلسہ ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ زمین پر فرش نشست کو وسعت دینے کے علاوہ کئی درجن کرسیاں اور بنچیں بھجوائی گئیں ٹھیک دس بجے اگزکٹو کمیٹی کے ممبروں نے اپنی معمولی کارروائی شروع کی اور ماسٹر درگا پرشاد صاحب کی خاص تحریک اور باقی ممبروں کے بالاتفاق تائید سے آج کے دن کی صدارت کے لیے مولوی حکیم نورالدین صاحب طبیب شاہی موڈریٹر صاحبان میں سے انتخاب کیے گئے۔ اس فیصلہ کے اظہار کے لیے ٹھیک سوا دس بجے کے قریب ماسٹر صاحب موصوف نے ذیل کے الفاظ بیان فرمائے۔

"معزز صاحبان۔ پرمیشر کا خاص شکریہ ہے اس کامیابی کے لیئے جو ہمکو کل نصیب ہوئی جس امن اور محبت کی ساتھ اور صبر کے ساتھ آپنے کل کی تقریروں کو سنا امید ہے کہ آج بھی آپ اسیطرح کرینگے۔ آج کے دن کی کارروائی کے لیے میں کمیٹی کا فیصلہ آپ کو سنانے آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آج ہمارے کارروائی کے لیے حکیم نورالدین صاحب پریسیڈنٹ مقرر ہوئے ہیں۔ جو یہاں بیٹھے ہیں اور جنکو

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کیسے عالم فاضل اور دیندار ہیں میں اُنکی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ آج کے دن کی کارروائی شروع کریں۔

ماسٹر صاحب کے بیٹھنے پر حکیم صاحب نے ذیل کے مختصر اور پُر معنے الفاظ میں کارروائی کو شروع کیا

تقریر حکیم مولوی نورالدین صاحب بھیروی میر مجلس

خدا تعالیٰ کی مہربانی اور اُسکا فضل اور اُسکی ربوبیت عامہ اور اسکا وہ فضل جو خاص خاص بندوں پر ہوتا ہے اگر انسان کے شامل حال نہ رہے تو اوسکا وجود کب رہ سکتا ہے۔ منجملہ اوسکی مہربانیوں کے جو ہم پر آجکل عطا فرمائی ہیں علم کے حاصل کرنے کے ذریعے اور اسکے مخازن ہیں جو عطا کیے ہیں۔ کاغذ کا افراط سے بنتا مطبعوں کا جاری ہونا۔ پوسٹ آفسوں کی وہ ترقی کہ نہایت ہی کم خرچ پر ہم اپنے خیالات کو دور دراز ممالک میں پہونچا سکتے ہیں۔ بہرتار کا عمدہ انتظام۔ ریل اور جہاز کی ذریعہ سفر میں آسانی یہ تمام انعام الٰہی ہیں اگر انسان اسکا شکر ادا نہیں کرتا تو وہ ضرور عذاب میں گرفتار ہوگا۔ لیکن جو شکر کرتا ہے خدا اوس میں بڑھوتی کرتا ہے۔ مینے اپنے ابتدائی زمانہ میں دیکھا ہے جو کتابیں ہمیں مشکل سے ملتی تھیں بلکہ جن کے دکھانے میں تامل اور مضائقہ ہوتا تھا۔ تھوڑے زمانہ سے دیکھتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی عمدہ عمدہ کتابیں۔ اور ایسا ہی الجزائر مراکش ٹیونس طرابلس اور مصر سے آسانی کے ساتھ گھر بیٹھے پہونچتی ہیں ہر ایک شخص کو واجب ہے کہ اس امن کے زمانہ میں اس نعمت الٰہی سے بڑا فائدہ حاصل کرے۔ مذہب میرے نزدیک ایسی چیز ہے کہ کوئی آدمی دنیا میں بغیر قانون کے زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ گورنمنٹ کے قانون کی منشا حقوق کی حفاظت ہے۔ لیکن ان قانونوں پر عمل درآمد کرنے کے لیے جو حدود باندھے گئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں کہ اون سے ممکن ہے جرائم کا انسداد ہو لیکن محرکات جرائم کو روکنا انکے احاطہ سے باہر ہے مثلاً یہ تو ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص زنا بالجبر کا مرتکب ہو تو گورنمنٹ اوسے سزا دے لیکن بدنظری سے بدصحبتوں سے بدخواہشوں سے جو انسان میں پیدا ہوکر اوس سے طرح طرح کے جرائم کراتی ہیں اسکا انسداد قانون گورنمنٹ سے باہر ہے۔ گورنمنٹ کا قانون اونہیں نہیں روک سکتا۔ ایسا قانون مذہب ہے جو ان امور سے ہمکو روکتا ہے ہمارے بعض افعال سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ یعنے مومن اور فاسق ایک جیسے نہیں اپنے معتقدات اور اعمال کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے مساوی نہیں ایسے ہی انکے اعمال یکساں نتائج مرتب نہیں کرتے یہ ایک مذہب کا ہی قانون ہے جس نے فاسق کو

ادن امور کے لیے بھی مجرم ٹھہرا کر اسے ادنکے ازتکاب سے روکتا ہے جنکا انسداد گورنمنٹ کے قانون سے باہر ہے چنانچہ بعض ایسی سیہ کاریاں بھی ہیں جو اگرچہ عقلاً نقلاً بُری نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں اور اہالیان گورنمنٹ اور ایسے ہی سوسائٹی کے دوسرے افراد اوسی کا بل بداخلاقی سمجھتے ہیں لیکن نہ تو بذات خود گورنمنٹ بحیثیت گورنمنٹ اور نہ افراد سوسائٹی کوئی عملی انسداد اوسکی بند کرنے کا اپنے پاس رکھتے ہیں مثلاً شراب خواری یا عیاشی جس میں فریقین رضی ہوں ایسے جرائم اور سیہ کاریوں کی انسداد کے لیے اگر کوئی قانون مفید ہو سکتا ہے تو وہ صرف مذہب کا ہی قانون ہے جو نہ صرف ایسے جرائم کو ہی روکتا ہے۔ بلکہ اُن خیالات اور خطرات نفس پر بھی اپنی حکومت ہی جو ان جرائم اور کج اخلاقیوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جب انسان مدنی بالطبع ہونیکی صورت میں ایک قانون کا طبعًا اور مجبورًا محتاج ہے تو وہ قانون صرف شریعت الٰہی ہے جس میں سیاست مدن کی تکمیل کماحقہ ہو سکتی ہے اور یہی شریعت اصلاح انسانی کے لیے اپنے اندر وہ طاقت رکھتی ہے اور اسی شریعت کو انسانی طبیعت پر اسقدر غلبہ ہے جو کسے گورنمنٹ کے قانون کو خواہ ہمیں کیسی ہی جابرانہ طاقت کیون نہ ہو نصیب نہیں۔ لہذا مذہب ہی انسان کو دلچسپی پیدا کرتا گورنمنٹ کے قوانین امن کی حفاظت کی ضرورت سے ہے نہیں بلکہ صدمات سے محفوظ رکھنے کا پہلا باعث ہے۔ اس ضروری چیز کے لیے فکر چاہیے فکر ہے تو ضرورتوں کے موافق سامان پہنچاتا ہے۔ اسوقت جب ہمیں طرح طرح کے سامان خدا تعالیٰ نے مہیا کر دیے ہیں تو یہ گویا خدا تعالےٰ کی ناشکری ہوگی اگر ہم ان خدا کی عطا کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر اُن قوانین پر غور نہ کریں جو خدا کی طرف سے مذہب نے مرتب کرکے ہمارے اعمال اور افعال کو انکے ماتحت کیا اس لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم مذہب کی نگاہبانی کریں اور یہ جلسہ اسیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اسیلئے میرے دل سے یہی دعا ہے کہ جس طرح کل کا دن امن و آرام سے گذرا ویسے ہی آجکا دن بھی گذرے اور غالبا مولوی ثناء اللہ صاحب جو امرتسر کے ایک ہونہار نوجوان ہیں۔ اپنے ابتدائی خیالات سے آپ کو خوش کریں گے۔

مولوی صاحب اپنی اس مختصر تقریر کے بعد بیٹھ گئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے سٹیج پر آکر حاضرین کو مخاطب کیا۔

جناب مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب مدرس مدرسہ تائید الاسلام امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی النبی واصحابہ

صاحبان میر مجلس و دیگر حاضرین السلام علیکم و نمستے! اس میں شک نہیں کہ جن جن صاحبوں نے اس مقام کھڑے ہوکر اپنے اپنے بیانات سے پبلک کو فائدہ پہونچایا ہے انکا دلی منشا صرف یہہ ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح سمجھتے ہیں انہیں لوگوں تک پہونچائیں نہ صرف پہونچائیں بلکہ حتے المقدور اُن سے منوائیں اور اگر بغور دیکھا جائے تو ہر ایک وعظ اور لکچرار یا دوسرے لفظوں میں ریفارمر اور مصلح بلکہ ہر ایک دنیا کے باشندہ کا یہی خیال مناسب بلکہ فرض ہے کہ جن باتوں کو وہ صحیح جانتا ہو اُن کو دوسروں تک پہونچائے بلکہ انکے منوانے کے ذرائع بھی سوچے اور انکو عمل میں لاوے۔ چونکہ میں بھی اسلام کو سچا مذہب بلکہ خدائی مذہب جانتا ہوں اور بحیثیت اسلامی ہی یہاں کھڑا ہوا ہوں اسلیے اگر میں اس فرض منصبی کے پورا کرنے کو اپنے کسیقدر خیالات سناؤں اور انکے پھیلانے کو زبان سے دعا کروں کہ ؎

ہند کو سطح اسلام سے بھر دے شاہا
کہ نہ آوے کوئی آواز جز اللہ اللہ

تو اس دعا کرنے میں میں کسیقدر معذور بلکہ بحیثیت فرض منصبی مجبور سمجھا جانیکی امید رکھتا ہوں۔ ہاں یہ بات بلا شبہ ہے کہ ایسے بڑے مجمع میں جسمیں ہر مذہب کے علماء و فضلاء کے علاوہ دنیا کے فلاسفر اور معزز سے معزز رؤساء موجود ہوں مجھ جیسے کا کچھ بیان کرنا غالباً نادانی کا اظہار ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ خدا کی دی ہوئی زبان سے کام نہ لینا گویا ایک قسم کی ناشکری ہے اسلیے مافی الضمیر کا ظاہر کردینا شاید اس نادانی کی تلافی کرسکے۔

میں نے ان سوالات کے جوابات متصل تقریریں دیے ہیں اگرچہ یہ اتصال مناسب اور مرغوب نہ ہو تو میری ذاتی رائے سے قطع نظر اصل مضمون کو افتخار قبولیت بخشیں۔

نظام عالم میں غور کرنے سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ دنیا کی تمام اشیاء میں ایک سلسلہ ضرور ہے وہ علاوہ اور سلسلوں کے بڑا مضبوط سلسلہ استعمال ہے یعنے یہ کہ دنیا میں بعض اشیاء بعض استعمال میں لانیوالی ہیں اور ایسا ہی اس میں شبہ نہیں کہ کل نظام عالم میں عامل اور سب دوسری چیزوں کو کام میں لانیوالا فقط انسان ہی ہے کسیکو جسم کے متعلق استعمال کرتا ہے کسیکو روحانی طرز سے کام میں لاتا ہے سچ ہے خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (قرآن) غرض تمام عالم میں غور سے دیکھا جائے تو انسان ہی ایک چیز ضروری اور قابل قدر معلوم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے انسان کو جسمانی زینتوں سے مزین ہونا منع نہیں کیا بلکہ صاف لفظوں میں فرمایا کہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ (قرآن) تو اسے محمد دنیا سے علیحدہ ہوکر اپنے اجسام کو تکلیف میں ڈالنے والوں اور نعمت خداوندی سے محروم رہنے والوں سے کہدے کہ خدا کی اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہوئی نعمتوں سے کس نے روکا ہے۔ ایک حدیث نبوی میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ ایک شخص جناب پیغمبر خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسکے سر کے بال نہایت بکھرے ہوئے تھے آپنے اسے بڑے زور سے صفائی جسم کی ہدایت فرمائی اور آیندہ کو ایسی حالت میں اپنے سامنے آنے سے منع فرما دیا قرآن شریف نے ایسے لوگوں پر جو مخلوق سے علیحدگی کرکے ایک طرح جسمانی تکلیف میں مبتلا ہوتے ہیں خفگی فرمائی ہے ایک حدیث نبوی میں صریح ارشاد ہے وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (قرآن) لا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ (حدیث) کہ رہبانیت اور علیحدگی اسلام کا کام نہیں اسلیے کہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ فطرت نے تمام چیزیں انسان کے استعمال کو پیدا کی ہیں ہاں اسمیں شک نہیں کہ اسلام نے اس امر کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ جسمانی آسائش میں کہیں اخلاقی اور روحانی ترقی مسدود نہ ہوجائے عام طور پر جسمانی زیب و زینت چاہنے والوں سے کسی دوسرے پر جبر زیادتی ظلم و ستم بھی کچھ دور نہ تھے اسلیے اس فساد اور بد اخلاقی کی جڑ کاٹنے کو صاف لفظوں میں فرمایا کہ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (قرآن) خدا اگر کسیکو فضیلت اور بزرگی عنایت کرے تو اسکی آرزو مت کیا کرو۔ اور جن کو ہمنے زیب و زینت دی رکھی ہے انکی آنکھیں دراز مت کرو۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر تسلی دینے والا اور بد اخلاقی کی جڑ کاٹنے والا وہ فرمان عالی شان ہے جس میں ارشاد ہے کہ ہم ہی بانٹتے ہیں دنیا میں انکی روزی اور گذارنے۔

نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (قرآن) اس مضمون کی تائید اور ایک حدیث نبوی میں بھی بصراحت آئی ہے جس میں فرمایا کہ تم دنیاوی حالت کے اعتبار سے اپنے سے بدتر حالت والے کو دیکھا کرو اس سے تم بداخلاق نہ ہوگے اور خدا تعالیٰ کی نعمت کی بیقدری نہ کروگے اسلیے کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جس سے بدتر کوئی دوسرا نہ ہو۔ قرآن شریف نے ان لوگوں پر بھی خفگی کی ہے اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ (قرآن) جو کسی کی نعمت خدادا د سے جلتے ہیں۔ ایک جگہہ قرآن میں مختصر مگر معانی سے بھرے ہوئے الفاظ میں اخلاق انسانی کا بیان کیا ہے وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا کہ سب لوگوں سے بھلی بات کہا کرو دوسرے مقام میں ارشاد ہے قُلۡ لِّعِبَادِیۡ یَقُوۡلُوا الَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ (قرآن) کہ تو اے محمد میرے بندوں سے کہدے کہ بھلی بات کہنے کے خوگیر ہوں۔

ایک حدیث میں صاف ارشاد ہے خَیۡرُکُمۡ مَنۡ یُّرۡجٰی خَیۡرُہٗ (حدیث) کہ بہتر تم میں سے وہی ہوگا جس سے لوگوں کو نفع کی امید ہو۔

ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے اَلۡخَلۡقُ عِیَالُ اللّٰہِ اَقۡرَبُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ اَنۡفَعُہُمۡ لِعِیَالِہٖ (حدیث) کہ دنیا کی ساری مخلوق گویا خدا کا گھرانا ہے مقرب الٰہی وہی ہوگا جو اسکے گھرانے کو زیادہ نفع پہونچائے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر جاندار کے نفع پہونچانے میں فِیۡ کُلِّ کَبِدٍ رَّطۡبٍ اَجۡرٌ (حدیث) اسلام نے بداخلاقیوں کی جڑ کاٹنے کو ثواب عذاب اخروی کے بیان کرنے پر بھی بس نہیں کی بلکہ حسب حال انکے لیے قوانین مقرر فرمائے اور ایکٹ جاری کیے زانیوں شرابیوں اور چوروں کے لیے حدود مقرر کیں۔ قرآن میں صاف ارشاد ہے اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیۡ فَاجۡلِدُوۡا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ۔ اَلسَّارِقُ وَ السَّارِقَۃُ فَاقۡطَعُوۡۤا اَیۡدِیَہُمَا (قرآن) کہ زانی مرد اور عورت کو سو سو درہ لگاؤ۔ اور چور (مرد ہو یا عورت) کے ہاتھ کاٹ ڈالو اسی طرح شرابی وغیرہ کے لیے بھی عملی نمونے موجود ہیں۔ ایک جگہہ جامع کلمات پسندیدہ میں قرآن شریف نے صاف ارشاد کیا ہے خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ کہ معافی کو اپنا شیوہ بنا اور لوگوں کو بھلے کام بتلا اور جاہلوں اور نااہلوں سے منہ پھیر۔ اسی آیت کی شرح جناب رسالت مآب سید الانبیا فخر عالم افتخار بنی آدم فداہ روحی کی زبان الہام ترجمان سے یوں ہوچکی ہے اَنۡ تَصِلَ اِلٰی مَنۡ قَطَعَکَ وَتُعۡطِیۡ مَنۡ حَرَمَکَ وَتَعۡفُوۡ عَمَّنۡ ظَلَمَکَ (حدیث) جو تجھ سے توڑے تو اس سے جوڑ اور جو تجھے

ندی اوسکو دی اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر ہاں اسلام نے اخلاق پھیلانے میں قانون قدرت اور نظام عالم - اور انسانی تقاضائی طبیعت تینوں کو ملحوظ رکھا ہے ان تینوں کا بیان اس آیت قرآنی میں ہے جس میں ارشاد ہے جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (قران) کہ برائی کا بدلہ اوسی جتنا لے لینا جائز ہے اور اگر معاف بھی کر دو تو بہتر ہے - اسلیے کہ ہمیشہ کے لیے معافی کا فرض کر دینا طبیعت انسانی سے بالاتر اور نظام کے مخل ہے - اور اس آیت قرآنی نے بھی قانون فطرت کو ملحوظ رکھا ہے جس میں ارشاد ہے كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا (قران) کہ دنیا کی سب حلال چیزیں کھاؤ اور خدا کا شکر بجا لاؤ اس امر کو ہم پہلے تمہید میں بیان کر آئے ہیں کہ نظام عالم میں سلسلہ استعمال بڑا ضروری سلسلہ ہے اور اس سلسلہ میں استعمال کرنے والا فقط انسان ہی ہے اس مضمون کی شاخ دور تک جانیوالی ہے اہل الرائے اس میں غور کریں اور نتیجہ پاویں -

مختصر یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی بھی مثل اور چیزوں کے ایک حد ہے جسے اسلام نے خوب ہی ملحوظ رکھا ہے چنانچہ اس وجہ سے کہ بعض کوتہ اندیشوں کو یہ خیال بھی نہ ہو جائے کہ مخلوق کی کسی حالت میں دل شکنی اچھی نہیں جس سے وہ لوگوں کے ہر ایک بری بھلے کام میں شریک ہو جائیں جس کی وجہ سے انکی اخلاقی حالت گو ایک درجہ بڑھ جائے مگر حقیقتاً نہیں بڑھی بلکہ روحانی طاقت میں سخت ضعف آنیکا خطرہ ہے اس لیے صاف لفظوں میں فرمایا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (قران) کہ اگر تیرے ماں باپ بھی تجھ سے چاہیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے تو انکی بھی نہ مان -

کیونکہ اس قسم کے اخلاق روحانی طاقت کو مضر ہیں - ایک حدیث نبوی میں صاف ارشاد ہے کہ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ کہ خدا کی معصیت اور نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت اور فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں غرض روحانی ترقی کا دارومدار صرف اسپر ہے کہ روح خدا کی مرضی پر چلے - قرآن شریف نے ایک جگہ اشارہ کیا ہے کہ انسان کی روحانی حالت جب درست ہوتی ہے (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ) (قران) کہ ذکر الٰہی سے اسکو چین اور راحت ہو ایک مقام میں فرمایا کہ خدا کے نیک بندے وہ ہیں (اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ) جب خدا کا ذکر کیا جائے تو انکے دل کانپ جائیں اور خدا کے آگے گڑگڑائیں - ایک حدیث نبوی میں یہ مذکور ہے کہ روحانی کمالیت والے وہ لوگ ہیں کہ انکو دیکھنے سے خدا یاد آوے روح کی بڑی ترقی اور اعلی درجہ کی کمالیت اسی میں ہے کہ وہ معرفت الٰہی اور اسکی صفات کاملہ میں غور کرے اور انکے تقاضا پر

قرآن شریف نے اصل اصول کو بھولجانے والوں پر سخت خفگی فرمائی ہے اور لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰہُمْ اَنْفُسَہُمْ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ (قرآن) کہ تم بھی ان لوگوں کیطرح نہ ہو جنہوں نے خدا کو بھلا دیا جسکی سزا انکو یہ ملی کہ خدا نے انکو اپنی فکر سے غافل کردیا یعنے روحانی ترقی انکی مسدود کردی اور یہی لوگ فاسق اور بدکار ہیں اس میں کیا شک ہے کہ جب انسان کی روح مادہ سے مجرد ہے تو خدا کی طرف اسکا میلان ہونا اور جھکنا ایک طرح سے اقتضا طبعی ہے اور یہہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر چیز کا کمال اسکے اقتضا طبعی کے تمام ہونے پر ہے پس روح کی کمال ترقی اس میں ہے کہ وہ خدا کی مرضی کی ہر وقت مشتاق ہو۔ اسلیے کہ اسی مشق پر اسکی ہمیشہ کی زندگی موقوف ہے جسکو عرف شرع میں قیامت کہو یا عقبیٰ

اسلام نے جس قدر مفصل ذکر عقبیٰ کا کیا ہے اور کسی چیز کا شاید ہی کیا ہو۔ کیونکہ ابتدا اسلام کی سخت مخالف قریش عرب تھے جو بالکل عقبے سے منکر اور سخت ضدی تھے۔

انکے سمجھانے کو قرآن شریف نے متعدد مقامات میں متعدد طریق سے بیان کیا ہے۔ وہ لوگ اسلام کے اس کہنے سے کہ تم مرکر پھر زندہ ہوگے اور اپنے نیک و بد کی جزا سزا دیکھو گے رنجیدہ ہو کر کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذٰلِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ (قرآن) کہ کیا ہم مرکر پھر زندہ ہونگے بلکہ اور لوگوں کو تعجب سے کہتے تھے هَلْ نَدُلُّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ یُّنَبِّئُکُمْ اَنَّکُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّکُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (قرآن) کہ آؤ ہم تمہیں ایسا شخص بتلاویں جو کہتا ہے کہ مرکر پھر زندہ ہوگے اور جزا سزا کی ضرورت کو ذہن نشین کرنے کو قرآن شریف نے مختلف طریق اختیار کیے ہیں کہیں عظمت خداوندی بتلائی گئی ہے کہیں انسان کی بے ثباتی اور احتیاج دکھلائی گئی ہے کہیں یہ کہکر کہ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّارِ (قرآن) کہ کیا ہم نیکوں کو مثل بدوں کے کردینگے ایک جگہہ فرمایا ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (قرآن) انسان سمجھتا ہے کہ میں شتر بے مہار ہی رہونگا اس امر کی بھی قرآن شریف نے خوب ہی تفصیل کی ہے کہ عقبے میں جزا سزا کیا ہوگی نیک لوگوں کے لیے دائمی عیش ہمیشہ کی رحمت جسے جنت کہو یا بہشت ایسی نعمت کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اسکا خیال گذرا وہ رحمت کیا ہوگی سراسر رحمت جس میں کسیطرح کا رنج اور کدورت نہ ہو۔ اسلیے کہ قانون فطرت ہمیں بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز ایک حد تک اپنا کام دیکر ہمیشہ کے لیے اس سے سبکدوش ہوجایا

کرتی ہے خواہ اس سبکدوشی کو اپنے محاورہ میں پنشن کہو یا کچہ اور۔ اسیطرح کسی سخت جرم کی پاداش میں ہمیشہ کی بے عزتی بہی دستور عام ہے ایسا ہی قانون اسلام نے نیکوں اور بدوں سے معاملہ کیا ہے اور صاف لفظوں میں کہدیا ہے تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِينَ النَّارُ (قرآن) کہ جنت اور بہشت ان لوگوں کے لیے ہے جو احکام خداوندی کو جو سچے رسول کی معرفت انکو پہونچے ہیں عزت کرتے ہیں اور اسکی بری بتلائے ہوؤں سے بچتے ہیں اور جو لوگ ان حکموں سے منکر اور انکے خلاف رہیں انکا انجام عذاب نار ہے پس آخرت میں تو نیک و بد کا یہی اثر ہے جو مذکور ہوا دنیا میں بہی نیک و بد اعمال اپنا اثر دکہلا دیتے ہیں اسلام میں بعد اقرار توحید رب العالمین۔ اور اقرار رسالت فخر عالم (فداہ روحی) یعنے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہنے کے بعد سب سے مقدم نماز ہے جو ہر غریب امیر۔ تندرست بیمار۔ حاکم رعایا۔ نبی اور امتی سب پر فرض ہے جس میں کسیطرح سے تفاوت نہیں کیا گیا۔ اس نماز کی بابت صاف ارشاد ہے إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (قرآن) کہ یہ نماز بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکدیتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس کی نماز میں بوجہ کسی نقصان کے یہ خوبی نہ ہو محققین اسلام کے نزدیک اوسکی نماز درجہ قبولیت کو نہیں پہونچتی اس مضمون کی احادیث بہی بکثرت ہیں کہ انسان کی نیکی کا اثر بہی دنیا میں نمایاں ہوجاتا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَيْسَ مِنَّا (حدیث) کہ جو شخص قرآن کو پڑہکر مخلوق سے بیپرواہ نہ ہوا اور اسکے دل میں مخلوق کی طرف سے نظر بند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں۔ تو گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ قرآن کے پڑہنے اور سیکہنے کا (جو اسلام میں سب سے نیک کام ہے) یہ اثر ہے کہ وہ صرف خدا پر بہروسہ رکہے۔ ایک حدیث میں یہ بہی ارشاد ہے مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَاَ لَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ (حدیث) کہ جس شخص کو اپنے رزق میں فراخی اور بعد مرنے کے مدت دراز تک نیکی سے یاد رہنا پسند ہو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (قرآن) کہ جو لوگ خدا کو مان کر اسکے احکام کی پابندی کرتے اور مناہی سے بچتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں میں خوشخبری ہے یہی لوگ خدا کے دوست ہیں نہ انکو خوف ہے نہ غم۔ آیت قرآنی میں اعمال بد کے برے اثر کی طرف بہی اشارہ ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (قرآن) کہ تمام

جہان میں انسانوں کی بد اعمالی سے خرابی پھیل جاتی ہے۔ ایک جگہہ فرمایا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ (قرآن) اگر خدا ظالموں کو دفع نہ کرے تو تمام زینت بگڑ جائے واقعی اگر غور کیا جائے تو گناہ کرنے والا گویا اپنی ہستی کی غرض سے ناواقف ہے یا باوجود واقفیت کے اسکے خلاف کرتا ہے۔ قرآن شریف میں اس مضمون کو کہ انسان کی ہستی سے غرض کیا ہے صاف لفظوں میں بیان کیا ہے مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْجِنَّ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ میں (خدا) نے جنوں اور انسانوں کو اسلیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کو پہچانیں اور میری عبادت کریں۔ نظام عالم بھی اسیکا راہ نما ہے جیسا کہ ہم پہلے تمہید میں کہہ آئے ہیں کہ تمام اشیاء دنیوی انسان کے لیے مستعمل ہیں تو انسان کا بھی کسیکام میں مستعمل ہونا ضروری ہے سچ ہے اور بالکل سچ ہے۔ ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ایں ہمہ بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار — شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

اس قول میں سعدی مرحوم نے تمام دنیا کی فلاسفی کوٹ کر بھر دی ہے۔ قرآن شریف میں خدا نے ایک جگہہ انسان کی ترقی تنزل کا ذکر عجیب ہی پیرایہ میں کیا ہے جہاں بتلایا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (قرآن) کہ ہمنے انسان کو عجیب صورت اور پیدایش میں پیدا کیا (تمام جہان پر اسکو فوقیت دی) پھر (اسکی بدکاریوں کی وجہ سے) اسکو سب سے نیچے گرا دیا۔ لیکن اون لوگوں کو نہیں گرایا جو خدا کی خدائی اور اسکی ربوبیت حکومت کو مانیں اور نیک کام کریں انکے لیے دائمی اجر ہے۔

اس امر کو شاید بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ ہم خدا کے بندے اور اسکے ماتحت ہیں مگر افسوس کہ عملی پہلو میں آکر معاملہ دگرگون ہو جاتا ہے سو اسکا علاج اور اس بے خیالی کا تدارک قرآن شریف نے نہایت ہی مختصر مگر شستہ اور معانی کے بھرے ہوئے الفاظ میں بیان فرمایا ہے جہاں ارشاد ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ کہ جن لوگوں نے خدا کو اپنا مالک سمجھا پھر اسی پر مضبوط رہے (یعنے گاہ بگاہ جی کو یہ سمجھاتے رہے کہ ہماری ناچیز ہستی کسی زبردست ہستی کے تابع ہے) ان پر خدا کی طرف سے فرشتے آتے ہیں اور انکو تسلی دیتے ہیں کہ تم کسیطرح کا خوف اور غم نہ کرو بلکہ جنت کی

خوشی سنکر خوش ہو جسکا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ایک مقام میں فرمایا وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (قرآن) کہ جو کوئی خدا کے محکمہ میں کھڑا ہونے سے ڈر جائے اور اپنے نفس کو بری باتوں سے روکے اسکے لیے جنت ہے۔ ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ تو خدا کے حقوق محفوظ رکھ خدا تجھے محفوظ رکھے گا خدا کی مرضی کا سب کاموں میں لحاظ رکھ خدا کو تو اپنے سامنے پاویگا ایک حدیث نبوی میں ارشاد ہے کہ اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَا كُنْتَ جہاں کہیں تو ہووے خدا سے ڈرتا رہ اس غرض کے پورا کرنے کو اس سے بڑھ کر کوئی عمدہ اصول نہیں کہ انسان اپنی ہستی کو کسی زبردست سرب شکیمان کے تابع جانے اسی امر کی طرف قرآن شریف رہنما ہے جہاں فرمایا اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ عَلٰى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ اَفَرَاَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ (قرآن) بتلاؤ تم جو عورتوں کے رحموں میں منی ڈالتے ہو اسکو ہم پیدا کرتے ہیں یا تم کرتے ہو حالانکہ تم پیدائش اول کو جان چکے ہو پھر سمجھتے نہیں ہو۔ بتلاؤ جو کچھ تم کھیت وغیرہ کرتے ہو اسکو تم پیدا کرتے ہو یا ہم اگر ہم چاہیں تو اس سب کو خشک ایندھن بنا دیں پس تم باتیں ہی بناتے رہجاؤ کہ ہائے ہم قرضدار ہو گئے ہائے ہم بے نصیب ہو گئے " بتلاؤ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم اسے اتارتے ہو یا ہم اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں پس شکر کیوں نہیں کرتے ایک جگہ فرمایا قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ کہ اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو سوائے خدا کے کون تمہیں پانی دے۔ ایک جگہ فرمایا کہ اگر خدا تمپر دن قیامت تک دراز کر دے تو سوائے خدا کے کون تمکو رات لا وے جس میں تم آرام کرو غرض جسقدر اس مضمون کی آیات قرآن شریف نے بیان کی ہیں ان میں خدا کی بااختیار حکومت دکھا کر بنی آدم کو خدا کی طرف جھکانا اور ہر وقت اسی کی طرف لگ رہنا سکھایا ہے تاکہ انسان اپنی ہستی کو ایک بڑی زبردست سرب شکیمان کے محتاج جانے اور اسکی خلاف ورزی کو اپنے لیے مضر سمجھے جب اس اصول کو ملحوظ رکھیگا

تو مسبد فیاض کی اسکے لیے ہر طرح کے فیضان ہونگے یہی حواس خمسہ ظاہری (آنکھ - ناک - کان - زبان لمس) جو اسکے لیے ذرائع علم ہیں اور بوجہ عدم استعمال مناسب ناکارہ ہو گئے ہیں اپنے اپنے مطالب ادا کرنے پر سمہ تن چست ہو جائیں گے ۔

قرآن شریف نے علم حاصل ہونے کے چار ذریعے بتلائے ہیں ایک توجہ اس خمسہ دوئم حسبہ عام صلحا کی سوئم خبر نبی اور رسول کی چہارم عقل قرآن شریف نے ان لوگوں پر بہی خفگی کی ہے جو حواس ظاہری سے کام نہیں لیتے فرمایا صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (قرآن) یہ لوگ گونگے ہیں بہرے اندھے ہیں پس حق کی طرف نہیں پہرتے ایک جگہہ فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا (قرآن) اگر تمہارے پاس کوئی بدکار آدمی خبر لاوے تو اُس سے دریافت کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ غلطی سے تم ایسا کام کر گذرو جس سے تمہیں بعد میں ندامت ہو ۔ خبر رسول کی بابت تو اسقدر تاکید ہے کہ صاف لفظوں میں فرمایا لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (قرآن) کہ رسول کی پکار کو اپنی پکار کی طرح مت سمجھو ۔ ایک جگہہ عقل سے کام لینے کی طرف توجہ دلاتے ہیں جہاں فرمایا قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَى وَفُرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ (قرآن) تو اے محمد اپنے مخالفوں سے کہدے کہ آؤ میں تمہیں ایک بات بتلاؤں (جس سے تمہاری اور میری سب جھگڑے طے ہو جائیں گے) وہ یہ کہ تم جمع جمع اور اکیلے اکیلے ہو کر سوچ کر (میں جو تمہاری مذہبی بات میں مخالفت کرتا ہوں) مجھے جنوں تو نہیں پس بعد سوچ اس امر کے نسبت معلوم ہو جائیگا کہ نہیں پس میری مخالفت کو ایسا سرسری نہ جانو گے عقل والے لوگوں کو قرآن نے کئی جگہہ مخاطب کیا ہے اور بار بار فرمایا ہے کہ عقل والے ہمارے آیتوں میں غور کریں ۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۞

سپیکر کے بیٹھنے پر پریسیڈنٹ مجلس (جناب حکیم صاحب) نے کہا کہ

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بہرے الفاظ آپ کو بہت پسند آگئے ہونگے میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اب بابو بیچا رام چیٹرجی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اپنے خیالات سے ہمیں خوشوقت کریں"

بابو بیچا رام صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور سب سے پہلے سر جھکا کر آپ نے ایشر کی پرارتنا و پرشنشتیوں میں کی حمدیہ الفاظ کے بعد آپ نے جو تقریر کی چونکہ اس میں کثرت سے سنسکرت کے الفاظ تھے اور بعض تو فقرہ کے فقرہ

ہندی بہاشہ تہے اسلیئے ہمارا رپورٹر انکی تقریر کا متعاقب نہ ہوسکا - اور نہ بابو صاحب موصوف نے ہی اپنی تقریر آجتک ہم کو بہیجی ہے جسکی بابت ان سے کئی دفعہ درخواست تقریری اور تحریری طور سے کی گئی علاوہ انکے اسوقت جبکہ رپورٹ زیر طبع ہے - بابو صاحب موصوف لاہور سے چلے گئے ہیں - اسلیئے مجبوراً ہم اس جگہہ آپکی تقریر کے اوس خلاصہ کو درج کرتے ہیں جو ہمارے خلاصہ نویس رپورٹر نے وقت تقریر کیا تھا - ہم اپنے ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ اس خلاصہ میں وہ تمام باتیں آگئیں جو بالتفصیل بابو صاحب نے تقریر میں بیان کیں - اس موقعہ پر یہ افسوس ظاہر کرنا کوئی امر بیجا نہ ہوگا - کہ بعض احباب نے باوجود بار بار خطوط لکھنے کے تقریر بہیجنے کی طرف توجہ نہیں کی حتے کہ بعض کی خدمت میں رجسٹری خطوط گئے - بعض کے پاس کچھ ممبران آگزکٹو کمیٹی دہرم مہوتسو بہی گئے - لیکن نہ معلوم کونسی وجوہ ان بزرگوں کو مانع ہوئی کہ اونہوں نے ہر طرح اپنی تقریر کو رپورٹ میں درج کرانے سے پہلو تہی کیا - امروز فردا کے وعدہ میں یہ وقت آگیا -

جناب بابو بہیا رام صاحب چٹرجی سابق پریزیڈنٹ آریہ سماج سکھر

(خلاصہ تقریر)

اوس خدا کی جو شعبار - انہار - زمین آسمان - سورج - آگ بن ہے میں حمد کرتا ہوں - مذہب کے معنے اور کچھ نہیں صرف سیل و محبت ہیں - مذہب کا ارتھ ایک لفظ میں گویا محبت ہے - لوہا آگ میں دہونکے جانے کے باعث آگ ہو جاتا ہے ایسا ہی ایشر کے پریم کی اگنی سے دل پگہل جاتا ہے - اور باوجود انسان ہونے کے ہم ایشر سے اتحاد کرسکتے ہیں دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب خدا کے لیے ہی جیسے سورج کی روشنی ایک ہے لیکن وہ مختلف روشنیوں کی مرکب ہے ایسا ہی مختلف طبیعتیں مختلف رنگوں کو پسند کرتی ہیں مگر یہ سب رنگ ملکر بہی ایک سورج کی روشنی میں ختم ہوتے ہیں - اسیطرح ساری دنیا میں ایشر کی یہ قدرت ہے کہ مختلف قسم کے مذاہب اور خیالات سب ایک ایشر ہی سے ہی ہیں اور اس ہی میں ختم ہیں - یہ ضروری تہا کہ اختلاف ہو اگرچہ ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ میرے باغیچے میں ہر ایک قسم کا پہول ہو - عام لوگوں کا منہ اور کپڑا نہیں ملتا - سب کے منہ آپس میں اگر ملتے تو دقت ہوتی شناخت نہ ہوسکتے - ہمکے کیوں ڈاڑہی دی اور عورت کو نہیں دی - اس میں ہماری خواہش نہیں بلکہ خدا کی خواہش پوری ہوتی ہے - اور ہم سب کو نیچر کے موافق ہونا چاہیے -

انسان کی ہستی کا مقصد کیا ہے - اور کس ذریعہ سے ہوسکتا ہے - میں اسپر بحث کرونگا مذہب

کے ذریعہ سے ہے انسان کی زندگی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے ۔ دنیا میں ایک سو ساٹھ کروڑ آدمی کوئی نہ کوئی مذہب رکھتے ہیں ۔ بدھ ۶۰ کروڑ ۔ عیسائی ۴۰ کروڑ ۔ مسلمان تیس (۳۰) کروڑ ۔ ہندو ۲۵ کروڑ ۔ مختلف مذہب ۵ ۔ کروڑ ۔ ہر آدمی کی آرزو ہے کہ سکھ ملے ۔ دھرم سے بڑھکر اور کوئی چیز نہیں ہے ۔ شہد سے بڑھکر اور کوئی میٹھی چیز نہیں ہے مگر اب اس میں تلخی ہو گئی ہے جسطرح تلی اور جگر کے اچھا رہنے سے صحت انسان ہے اور انکا خراب ہونا عوارض کا موجب ہے ۔ ایسے ہی مذہب کے عوارض بھی نقصان پیدا کرتے ہیں ۔ جسکے دل میں محبت نہیں وہ روحانی بیمار ہے ۔

خوشی کے حصول کے لیے جو مقصد زندگی کا ہے ۔ میں وہ بیان کروں گا جو آریہ دھرم میں سکھلایا گیا ہے آریہ لازم سب کو فائدہ پہونچاتا ہے ۔ افسوس لوگ لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں خدا کا شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ ہنسی اڑاتے ہیں ۔ سوسائٹیوں میں پہلا اصول یہ ہے کہ مباحث مذہبی کو بالکل چھیڑا نہ جائے آجکل کی تعلیم کا یہ مقصد ہے کہ بابو بنجاویں اور خدا کا خیال نہ کریں حقیقی رشتہ دار جسقدر ہیں وہ ناجائز اور بیوی کی طرف کے جو رشتہ دار ہیں وہ جائز ۔ اسی طرح مختلف قسم کی بدیاں کرتے ہیں اس تعلیم نے اچھے آدمی نہیں پیدا کیے بلکہ گناہ کے لیے عمدہ طریق سوجھتی ہے ۔ دفتروں میں ہڈ کلرک رشوتیں لیتے ہیں تو اس تعلیم کے ذریعہ اسطرح کہ کسیکو معلوم نہ ہو ۔

برھم چریہ حصول ودیا کا نام ہے ۔ ابتدا میں یہ زمانہ پچیس سال تھا اور عمر سو سال ہوتی تھی ۔ آج کل اسکا عمر ۴۰ سال ہے اب اگر ۲۵ سال میں شادی کریں تو ناجائز طور تمنا کرتے ہیں ۔

مذہب کی طرف توجہ نہیں گردون سے تمسخر کرتے ہیں ۔ طالب علمی میں ایشر کی طرف سے سکشا دیتا اور آتمک سکشا دیا ضرور تھا ۔ آپ مسلمان لوگ قرآن پڑھاتے ہو میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں جیسے ایام طالب علمی میں مذہبی دلچسپی پیدا نہ ہو کچھ نہیں مذہب کے بغیر کوئی ترقی نہیں ہو سکتی ۔ ہم اہل اسلام کو یہ خاص مبارکباد دیتے ہیں ۔ اور دوسری طرف اگر ہندوستان میں چند سے یہی حال رہا تو دہریت پھیل جائیگی ۔ مذہبی تعلیم جب تک نہ ہو ۔ قوم نہ بنے گی ۔

شادی کرنا زندگی کا دوسرا اصول ہے ۔ شادی کرنے سے پہلے ہی نوجوان امثال مخرب اخلاق ناول اور ناٹک پڑھتے ہیں جنکے نام سے گندہ مذاق پیدا ہو جاتا ہے خدا پرستی اصل میں اصل گھر ہے ۔ اسلیے خانہ وار کو خدا پرست ہونا لازم ہے ۔

رہنمائی کی ضرورت نہیں۔ خدا اور انسان کے درمیان تیسرا کوئی نہیں۔ آپ لوگ جو قربانی دیتے ہیں۔ جانوروں
ن قربانی کی بجائے اپنے نفس کی قربانی کرو۔ خدا پرست اگر نہیں تو کچھ نہیں۔

بابو بیجا رام صاحب کی تقریر کے مذاقیہ حصے نے لوگوں کو بہت ہی ہنسایا۔ بابو صاحب موصوف کے
بعد جناب حکیم صاحب (پریسیڈنٹ) نے پنڈت گوردہن داس صاحب کو بلایا جو فری تھاٹ (آزاد خیال) کی
رف سے وکیل تھے آپ کی تقریر انگریزی میں تھی۔ آپ سے آرگنائزنگ کمیٹی نے التجا کی۔ کہ آپ اپنی تقریر اردو میں بیان
رماویں۔ لیکن انہوں نے انگریزی میں ہی تقریر کی۔ اور آخر میں خلاصہ کے طور پر کچھ بیان اردو میں کیا
ہم ذیل میں اس انگریزی تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو آرگنائزنگ کمیٹی نے ایک لائق مترجم سے اپنے خرچ پر کرایا ہے

جناب پنڈت گوردہن داس صاحب فری تھنکر

انگریزی تقریر کا ترجمہ

جناب میر مجلس صاحب اور دیگر معزز صاحبان۔

مضمون کارکن کمیٹی دھرم مہوتسو نے ان اجلاس میں زیر بحث ٹھرائے ہیں وہ کچھ اس قدر مفید اور اہم ہیں۔
رساتھ ہی اپنے اپنے انداز میں اسطرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں کہ ایک شخص اس امر کا فیصلہ کرنے کے
بے نعل در آتش ہو رہا ہے۔ کہ کس مضمون کو انتخاب کرے اور کس کو چھوڑ دے۔ تاہم اس اضطراب و کشمکش
ے بچنے کے لیے مجھے اور کوئی صورت اسکے سوا نظر نہیں آتی۔ کہ میں اس محدود وقت کو جو مجھے دیا
ا ہے زیر نظر رکھکر برعایت اختصار تمام مضامین مجوزہ پر کچھ بیان کروں۔ لیکن اپنے خیالات کے اظہار سے
ہلے پہلے میں ایک ضروری امر کی طرف آپکی توجہ منعطف کرنا چاہتا ہوں جسکی طرف امریکہ کا مشہور و
روف فاضل۔ اور فری تھاٹ کا معزز وکیل (ایڈوکیٹ) کرنل انگارسال اشارہ کیا کرتا ہے۔ اور جس امر
طرف کل ہی تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ممبر مسٹر بردا کانٹ صاحب لہری نے آپکو متوجہ کیا تھا اور وہ یہہ ہے
ہ ہم نئے خیالات اور جدید آرائی کا محاسبہ اور محاکمہ کرنے کے لیے۔ اور خصوصاً ایسے خیالات کو جو
ری خیالات کے مخالف اور نقیض ہوں نہ صرف صبر و تحمل اور ایک ٹھنڈے دل کے ساتھ ہی سننا چاہیئے
ہمیں کچھ وقت کے لیے بھول ہی جانا چاہیئے کہ ہم ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی بلکہ ہمکو صرف یہہ خیال
چاہیئے۔ کہ ہم انسان ہیں۔ ہاں معزز صاحبان۔ انسان صاحب عقل و فراست اور وہ انسان

جو سوچ بچار رکھتے ہیں۔ اور معقول پسند ہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ اس سے بہتر اور کونسا خطاب یا شریف تر لقب ہمارے لیئے ہو سکتا ہے جو صحیفہ فطرت کے مخلوق میں سب سے افضل اور اشرف تر نمونہ ہے۔ اب میں اپنے مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں انسان کی مختلف حالتیں۔ اسکی زندگی کے اغراض۔ ان اغراض کے حصول کے ذرائع۔ انسان کی معرفت اور گمیان کا سرچشمہ اوسکے اعمال کا اثر۔ اوس کی گذشتہ اور آئیندہ زندگی۔

یہ تمام کے تمام امور صرف اس سیدھے سادھے ایک سوال میں آسکتے ہیں کہ انسان کی وراثت کیا ہے۔ اس معاملہ میں تاریخ ایک قیمتی اور بیش بہا چیز ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایام ماضی میں انسان کے کیا کچھ افعال یا خیالات یا اوسکے احساس تھے اور یہ بات ہمکو اسوقت کام دیگی جب ہم اپنے گذشتہ نسلوں کی تجارب سے اپنے خیالات کی اصلاح کریں۔ اور اپنے لیے ایک شرک طیار کریں۔ ہر ایک انسان کی زندگی گویا کل بنی نوع کی زندگی کی ایک مختصر سی تاریخ ہے جسطرح ایک قطرہ کل سمندر کے لیے آئینہ ہو جاتا ہے اسیطرح ہماری خیالات ہمارے تفکرات اور ہمارے افعال۔ کل بنی آدم کی زندگی کو منعکس کرتے ہیں۔ لہذا تمام سلطنتیں تمام قومی۔ اخلاقی۔ تمدنی اور معاشرت کے اصول۔ تمام علوم و فنون۔ غرضیکہ جو کچھ کہتے۔ کرتے سوچتے۔ اور سمجھتے ہیں اور یہ تمام کی تمام انسانی وراثت کے اجزا ہیں جس شخص نے حتے الامکان انہیں لے لیا۔ وہ ایام گذشتہ کے تمام خزانوں کا وارث ہو گیا۔ آہ یہ خیال کیسا ہی۔ عالی۔ دلکشا۔ اور حوصلہ افزا ہے میرے دوستو۔ کہ میرے اور آپکے لیے ہی۔ تمام مصلحوں نے کوشش کی۔ تمام شہیدوں کا خون بہا۔ تمام بہادروں نے مصائب سہے۔ تمام ولی اور سنت لوگ دست بدعا رہے۔ تمام باپ کوشش کرتے رہے۔ اور تمام مائیں شفقت دکھاتی رہیں۔ تمام شاعر مختلف حالات کے نقشے کھینچتے رہے اور اسیطرح ہی تمام اصحاب فکر جو کچھ زمانہ میں تہا جو کچھ عمدہ مفید اور خوبصورت تہا حوالہ قلم کر گئے۔

لہذا اب یہ سوال ہے کہ ہماری یہ وراثت کیا چیز ہے۔ بالفرض اگر آپکو کل کوئی خبر دے کہ دولت رام یا امیر علی مر گیا ہے اور وراثت میں آپکے لیئے ایک جائداد چھوڑ گیا ہے۔ تو آپ ایک عجیب انبساط کی حالت میں ہو جاویں گے۔ آپکی زندگی اب کچھ اور ہی معنے رکھے گی۔ اور اسکی ذمہ داریاں بھی جدید نظر آویگی۔ کیسے ہی جوش بھرے دل کے ساتھ آپ یہ دریافت کریں گے۔ کہ وہ وراثت کونسی ہے اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اسکو کیا کیا جاوے گا۔ لیکن میں۔ اے دوستو۔ آپکے لیے اور ایسا ہی اپنے

لیے اس سے بھی زیادہ مفید امر کی خبر دیتا ہوں۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں انسانی نسلیں۔ جو راہی عدم ہوئیں۔ ہمارے لیے اپنی محنتوں کے مشاہدات کر اور تجارب کے ثمرات چھوڑ گئیں۔ اور ایسا ہی جو کچھ اونہوں نے خوشی میں غمی میں۔ زندگی میں یا موت میں اکتساب کیا۔ آپ جیسے معقول پسند بزرگوں سے مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کو میرے اس بیان کے قبول کرنے میں ہرگز ایسا شک یا تامل نہ ہوگا۔ جیسے کہ آپ کسی مذہب کی بات سنکر کریں۔ جبکہ وہ اپنے خیال کے مطابق آیندہ زندگی کے پیش آنے والی باتوں کا آپکو اقرار کرے۔ لیکن میرے دوست تو آیندہ جہان کی زندگی کے متعلق خواہ آپ کو یقین ہو یا آپ مشتبہ ہوں آپ ان بیش بہا نتراول کو حقارت سے نہ دیکھیں جو انسانی زندگی ہمکو دی گئی ہے۔ بلکہ ہمکو نہایت خوشی اور سرگرمی کے ساتھ اپنے اس وراثت کو جمع کر لینا چاہیے۔ تاکہ ہم اپنی ذمہ واری اور اپنی طاقت کی حد کمال کا اندازہ کر سکیں۔ اور بڑی دلچسپی کے ساتھ آنیوالی نسلوں کے لیے وہ باتیں چھوڑ جائیں۔ جو ہمکو گذشتہ بزرگوں سے ملیں۔

اب انسانی زندگی یا تو جسمانی ہے یا عقلیہ۔ یا اخلاقی۔ جہاں کہیں جسمی طاقت۔ یا علم۔ یا عمدگی اخلاق کی کمی ہے۔ وہاں لازمی طور سے موت ہو اور بدقسمتی سے لیکن یہ ضروری ہے کہ بہت سے لوگ اپنے آباؤاجداد سے بجای زندگی کے موت وراثت میں پاتے ہیں۔ کیا ہمکو اپنی زندگی کی روزمرہ کاروبار میں بے شمار نمونے ناقص انسانیت کی نہیں ملتی۔ جنکے حصہ میں اسقدر زیادہ موت اور اتنی کم زندگی آئی ہے۔ کہ وہ زیست اور عدم زیست کی سوال کو عدم زیست کے ساتھ ہی طے کرتے ہیں۔ یہ وہی غریب فلاکت کیش مخلوق ہے۔ جن سے پاگلخانے معمور اور قیدخانے بھرے ہوئے ہیں۔ جو ہمیں گلیوں اور دروازوں میں کثرت سے نظر آتی ہیں۔ جن کا دامن اسقدر بدعملیوں اور سیہ کاریوں سے ملوث ہو رہا ہے۔ کہ انکے لیے موت کا اندھیرا زندگی کی روشنی سے زیادہ موزوں ہے۔ اونکی ساخت اور بناوٹ ہی کچھ ایسے واقعہ ہوئی ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت سے کچھ اور نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ایک تو انکی نسوشل حالت ہی ناقص ہے دوسرا سوسائٹی کی اغراض اور مقاصد بھی انہیں زندگی کی بہ نسبت موت کے لیے زیادہ طیار کرتے ہیں۔ بجائے اسکی کہ ہم اس انسانیت کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں۔ ہماری کوشش اور کامل توجہ اسی میں ہوگی کہ یہ رشتہ قطع ہو۔ اب ہم ایک نگاہ اپنی جسمانی وراثت پر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں۔ کہ اہل سلف کو کیسے جسمانی طاقت اور جسمانی تکلیف کی برداشت کی ہمت تھی جسمانی قوت اور خوبصورتی کی وہ کیسے کامل نمونے تھے جیسے کہ ہمیں اپنے قومی علم ادب کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے یہ کیوں صرف اسی لیے کہ اونہیں ہر روز اپنے جسم کی احتیاط تھی

نہیں اپنے ہر ایک عضو۔ نہیں نہیں بلکہ ہر ایک عضلہ اور شریان یا رگ و پٹھے پر نگاہ تھی اور وہ ہر قسم کی ورزش کر لیتے تھے جس سے انکے تمام نظام جسم میں زور۔ طاقت۔ خوبصورتی اور ایک طرح کی جان پیدا ہو جاوے جمناسٹک کی ورزشیں۔ اور روزانہ غسل گویا انکا معمول تھا۔ اور ہر ایک اپنے ہمسایہ یا ساتھی کی خوبصورتی اور اسکی ورزشی کرتبوں میں نہ صرف دلچسپی ہی لیتا تھا۔ بلکہ ویسے ہی جسمانی عمدگی اور ویسی ورزش کی جانچ حاصل کرنے کے لیے اسکے پاس جاتا تھا لہذا ہماری وراثت کا ابتدائی اور پہلا حصہ بھی عجیب و غریب باتیں ہیں۔ اور وہی خوشیاں ہیں جو ہمارے بزرگوں کو جسمانی طاقت و خوبصورتی میں حاصل تھیں اور ہمیں اپنی زندگی کے جسمانی حصہ کو قائم رکھنے اور بہتر بنانے کے لیے اپنے تجربے ہیں۔ وہ تمام چیزیں لانی چاہییں۔ جو اس امر کے حاصل کرنے میں مفید ہو سکیں۔ ہماری بدقسمتی سے ہماری خیالی قیاسوں اور نظری باتوں نے بہت حد تک ہمیں اپنی وراثت کے اس پہلے حصہ سے محروم کر دیا ہے اونکا حکم یہ ہے کہ ہم اپنے جسم کو دبائے رکھیں۔ نفسانی خواہشوں کو ماریں اور لذات اور شہوات کو روکیں جس سے کہ زندگی بھوگنے کی استعداد اگر بالکل مر نہیں جاتی۔ تو بالکل دب جاتی ہے۔ غسل کرنا ایک رسم ہو گئی ہے اور جمناسٹک ایک نا تعلیم یافتوں کی کھیل ہے جو ہفتہ میں ایک دفعہ ہو گی۔

خیالی قیاسات اور مذہبی امور ہی نہیں بلکہ آجکل کی تہذیب بھی اس معاملہ میں قابل الزام ہے بڑا بھاری نقص جو موجودہ تہذیب میں ہے وہ یہ ہے کہ جسمانی قوتوں کی پرورش کرنے کو بہت ہی کم وقعت سے دیکھا گیا ہے۔ بلکہ میلان اسیطرف ہے۔ کہ جسمانی تعلیم و تربیت کی ضرورت کو بھلا دیا جاوے یا کم سمجھا جاوے۔ صاحبان اس امر کو جتا دینا میں کوئی ضروری نہیں سمجھتا۔ کہ یہ حالت ہمارے لیے بطور ایک قوم کی کیسے خطرناک ہی اور کہاں تک یہ آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر ہماری قوم کی جسمانی حالت کو برباد کریگی

بعض سکولوں اور کالجوں کے بچے جسمانی ورزشوں اور کھیلوں میں شریک ہونے لگے ہیں لیکن یہ اسطرح پر نہیں کہ یہ باقاعدہ تعلیم و تربیت کا ایک حصہ ہو جاوے۔ اور ہمارے نوجوان جب سکول یا کالج چھوڑ کر زندگی کے کاروبار میں لگ جاتے ہیں تو ساتھ ہی ان تمام ورزشوں کو چھوڑ دیتے ہیں صحت اور طاقت بلا شک و شبہ ان پہلی ضروریات میں سے ہیں۔ کہ جن پر عمدہ زندگی بھوگنا منحصر ہے جو کہ ہماری زندگی کا لازمی سرمایہ ہیں آہ ہماری زندگی کیسی ہی بیش قیمت ہو جاوے۔ اگر ہمارے ہر ایک عضلات ہر ایک رگ سے جانداری کے آثار نظر آئیں۔ زندگی کی یہ خوشنما حالت کبھی بھی نظر انداز

نہ ہونی چاہیے اور ہم سے جو کچھ ہو سکے اسی کوشش میں رہنا چاہیے کہ کوئی چیز اس خوبصورت زمین پر دنیا کو راہ سے بے راہ کر کے اسکے ہاتھ سے شاندار جسمانی زندگی کی وراثت کو ضائع نہ کر دے۔ جسمانی حالت کے بعد انسان کی ذہنی یا عقلی حالت ہے۔ ایک عمدہ جسم میں ہی عمدہ دل و دماغ ہوتا ہے۔ عمدہ صحت سے صحت والے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اگر ہمارے خیالات اور غور و فکر پر ہی چیزوں کا اچھا یا برا ہونا منحصر ہے۔ تو کس قدر ضروری ہے کہ ہمارا فکر اور ہمارے خیالات صحیح ہوں۔ بڑی دقت تو یہ ہے کہ عوام الناس نہ غور و فکر کرتے ہیں اور نہ کریں ہی گے۔ نہ اسلیے کہ وہ قوت نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ ایک طریق سے اس قوت کو استعمال کرنے سے روکے گئے ہیں۔ "ایمان لاؤ۔ ورنہ تم ہلاکت اور جہنم کا منہ دیکھو گے"۔ یہ ایک ڈرانے کا کلمہ ہے۔ اور یہی ایک نغمہ ہے۔ جو اون تمام فرقوں سے ہمارے کانوں میں آ رہا ہے۔ جنکی ہستی خیالی قیاسات پر ہے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کہ یہ لفظوں پر ایمان لانے والی کثیر التعداد خلقت ایسی ہی رہی۔ جیسے کہ اتفاقات اسے میسر آئیں۔ یہ لوگ بالکل نقلی تصویریں انکی ہوں جن میں اتفاق زمانہ نے انہیں رکھا۔ اور ایسی ہی مضبوطی سے اور ایسی ہی آسانی سے وہ کسی اور فرقہ اور عقاید کے پابند ہوں۔ جیسے وہ اب اپنے اختیار کردہ فرقہ یا عقاید کے پابند ہیں۔ خواہ انکے باپ۔ ہندو، مسلمان، عیسائی۔ اس یا اوس فرقہ کے ہوں یہ لوگ بلا سوچے سمجھے ایسے ہی ہوں جیسے کہ ایک بڑی مقدار کا کوئی حصہ ہوتا ہے۔ ویسے ہی یہ لوگ کسی نہ کسی فرقہ کا ایک حصہ ہیں اور اس امر سے مطلق بے خبر اور لاپرواہ ہیں۔ کہ اوس فرقہ کا نام یا اصول کیا ہیں کوئی چیز ہو انہیں ایمان لانا ہے۔ کوئی امر ہو۔ انہیں اسکی تائید کرنی ہے اور ایسی ہی کوئی بات ہو انہیں زور اور کد کے ساتھ اوسکی قسم یاد کرنی ہے۔ انکی زندگی کیسی ہی سست اور تیلی کے بیل کی طرح ایک ہی احاطہ میں محدود ہے۔ جو ایک آزاد۔ اور بے قید خیال کی خوشی اور اس کے عجائبات سے مطلق ناواقف ہیں جنہوں نے کبھی اپنے آپ کو اس امر کا مستحق نہیں سمجھا کہ وہ مختلف امور کے متعلق خود کوئی رائے قائم کریں۔ جن میں ان خیالات کا کوئی لحاظ نہ ہو۔ جو لوریوں کی طرح ماں کی آغوش میں مختلف فرقوں کے بنانے والوں نے تعلیم کر دیے ہیں۔ بڑی بھاری سد راہ جس نے انسانی عقل کو نہایت نقصان پہونچایا جس نے اسکے نشو و نما کو روک رکھا وہ خالصتہً وہ وہمی اور قیاسی باتیں ہیں۔ جو نوجوان کے خام دل و دماغ پر مرتسم کیے گئے ہیں۔ اس طرح کی تربیت کے نتیجہ میں جو نقصانات پہنچا سکے ہیں وہ لاتعداد ہیں۔ ان سب میں سے بڑھکر صرف یہ نقصانات جو ہوتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:- اولاً۔ ایسے

اصول جو محض دعوے ہی دعوے ہوں۔ اون کو بطور یقینی صداقتوں کے تعلیم کرنا ثانیاً اس کے نتیجہ میں لغوی خیالات (تھیوریوں) پر مبالغے کے ساتھہ زور دینا۔ اور زندگی کے عملی فرائض کو بالکل گھٹا دینا۔ ثالثاً دنیوی بہتری اور بہبودی کی طرف انسان کی توجہ کو گھٹا کر۔ آیندہ زندگی کی خوش حالی کی طرف جس کا ہمیں کچہہ بھی علم نہیں اور نہ ہمارے پاس جس کی شہادت ہی۔ خیال لگانا اس بات کے کہنے میں کسی قسم کے معقول اعتراض کا خطرہ نہیں۔ کہ جو لوگ اس بات پر یقین رکہتے ہیں۔ اور ایسا وہ ضرور کریں گے۔ اگر انہیں اوائل میں مذہبی تعلیم ہوئی ہے۔ کہ انکا مذہب خدا کی طرف سے الہام کیا گیا ہے۔ تو وہ لازمی طور پر اپنے مذہب کی اشاعت کو جہاں تک اون کا امکان وطاقت ہے فرض ہمین سمجہتے ہیں۔ اگر یہہ لوگ صاحب اختیار وحکومت ہیں تو ہر طرح دوسروں کو ان عقاید میں اپنا ہم عقاید خیال کرنے کے لیے ترہیب وتحریص کو کام میں لادیں گے جن کی وہ خود عزت کرتے ہیں ایسا کرنے کی خواہش دبکی نہیں جا سکتی اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا ہے۔ میرے دوستو۔ میں اس امر کا یقین کرلیتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک جو میرے خیال کے متعاقب ہو رہا ہے۔ اون دل کو پارہ پارہ کردینے والے تاریخی مظالم سے واقف ہے جو ان قیاسی اعتقادات کے باعث ہر زمانہ اور ہر جگہہ واقع ہوئے ہیں۔ اور اون لوگوں کے ہاتہہ سے سرزد ہوئے جن میں ان قیاسات سے ایک روح پیدا ہو گئی تھی۔ لہذا میں یہی پسند کرتا ہوں کہ ان واقعات کو ایسے عمدہ خوشی کے موقع پر یاد نہ دلاؤں۔ میں صرف یہ کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ وہ خوفناک قتل عام۔ مردوں۔ عورتوں۔ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا جس نے تاریخ کے صفحوں کو اپنے وحشیانہ واقعات سے سیاہ کر رکہا ہے ہمیشہ اونہیں احکام کی خاطر ہوا۔ جو بیان کیا گیا ہے۔ کہ آسمان سے نازل ہوئے۔ اگرچہ زمانہ حال کے عذر تجویز کرنے والوں نے یہ امر پیش کیا ہے کہ یہ سب ظلم وتکالیف انسان کی رفاہیت اور فائدہ کے لیے ہوئے۔ لیکن ایک عام دوستانہ طریق پر کہتا ہوں کیا ہمیں یہ حق حاصل نہیں۔ کہ ہم ان اعتقادات کا اندازہ انہیں ثمرات سے لگائیں جو ان سے پیدا ہوئے۔ یہ امر غور طلب نہیں کہ ان سے کیا کچہ فائدہ ہوگا۔ بلکہ دیکہنا یہ ہے کہ انکی طفیل کیا کچہ واقعہ ہوا۔ ایک انسان اپنے ہم جنسوں کے برخلاف سفاکانہ جرائم کا مرتکب ہوا۔ اوسکی وجہ اور کوئی نہیں۔ مگر یہہ کہ اون کے تمام دماغی قوائے دبا دیے گئے ہیں۔

اور انکی تمام ذہنی قوتیں۔ انکے نشو ونما کرنے کے بجائے ایک ہی قسم کے جذبات کی تعلیم میں پیدائش سے مرگ تک لگائی گئے ہیں۔ جیسے کہ اور ونکی حالت حاصل کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں۔ کہ ہم انکی طرح کہانیاں بنیں ہیں اسی طرح یہ بھی ضرور نہیں کہ ان جیسے خوشی پانے کے لیے ہم اندھوں کی طرح انکے خیالات کی پیروی کریں۔ یہ بالکل درست ہو کہ تمام دل کے آزاد ایک ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ خیالات میں زیادہ ترجیح ہو۔ کی صورت اپنے اندر رکھتے ہیں بہ نسبت اسکے کہ ہم خیال کیے ہوئے ہیں۔ کیپلر صاحب نے ایک ہیئت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اظہار کیا۔ کہ اے بزرگ خدا۔ میں تیرے ہی عقب میں تیرے متعلق خیال رکھتا ہوں۔ لیکن اندھوں کے طور پر عظیم خیالات قبول کر لینے سے خود ان کو دریافت کرنا زیادہ خوشی بخشتا ہے جب آپ اپنے آپ سوچنے کی جرأت کرینگے۔ تو آپ اس عظیم الشان دنیا کی بڑی بڑی دلوں کے مطالعہ کر کے نہایت ہی حیران ہونگے کہ کس طرح ان میں آپکے ہی خیالات منعکس ہو رہے ہیں ان بنائی ہوئے عقیدوں کی قید کو ایک دفعہ آپ ترک کریں جس سے آپکے دماغی قوای بالکل جکڑے ہوئے ہیں۔ تو پھر آپ کل دنیا کا اندازہ لگانے کے قابل ہو جاویں گے۔ سچائی کی حقیقی محبت سے دل کو بھر لو۔ تحقیق کرنے اور ثابت قدمی کی روح پیدا کر لو۔ تو پھر آپ اس چھوٹے سے چاند کو بھی زمین پر نہ صرف لا سکیں گے بلکہ تمام کا تمام آسمان نیچے آجائیگا۔ وہ دل فریب اعجاز جو سنا جاتا ہے کہ ان نام کی روحانی طاقتوں کے ذریعہ ہی ہو سکتے ہیں۔ ابھی صرف قصہ کہانی ہیں۔ لیکن حقیقی کارنامے جو عمدہ مشاہدہ۔ با احتیاط تجربہ اور مستقل کوششوں سے ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ یہ صرف ویسی حیرت افزا ہی نہیں بلکہ واقعی اور قابل یقین بھی ہیں ایک صاف اور روشن عقل کے ذریعہ انسان نے سمندروں کو عمیق تہ دیکھ لی ہے آسمان کے سربستہ رازوں کو منکشف کر دیا ہے۔ جیسے کہ انسان نے اپنی زندگی کے ابتدا و انتہا۔ اور اسکی مقدرات کو بھی بیان کر دیا ہے اور نیز ان خیالات کو کسی تک محدود نہیں کیا گیا۔ جیسے کہ صحت و طاقت کہیں محدود نہیں۔ ویسے عقل کی سلطنت ایک جمہوری سلطنت ہے۔ جیسے کہ میں نے پہلے کہا ہے۔ آپ ذرا اپنے آپ کو مفروضہ اور توہم خیالات سے آزاد کر لیں۔ اور اس دنیا کے حالات کی تشریح آپ صفا اپنے لیے کریں۔ تو پھر آپ نیک سلف کے عظیم الشان آدمیوں کے قدم بقدم ہو جاویں گے۔ انسانی خیالات جمہوری سلطنت سے آپ رشتہ جوڑ لیں تو پھر ان شخصوں پر ہنسیں گے۔ جو اپنے غریب اور معصوم وقت کو ضائع کرنے کی طرح کہتے ہیں کہ زندگی کی غرض حاصل نہیں ہوئی جیسے جہالت پر ناز کرنے نے گمراہ کر رکھا ہے

اب میں اس وراثت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو اخلاقی دنیا میں ہمکو حاصل ہوئی ہے۔ یہ مسئلہ اخلاق بیشک کسیقدر جسمانی صحت اور ریشتگی خیالات کے مسئلے سے مختلف ہے اور اسی لیے اوسپر قابو پالینا بھی مشکل ہے پھولوں کی تیز خوشبو کی طرح اسکی تشریح یا تعریف کرنی بہت ہی اشکال رکھتی ہے۔ یہ انسانی زندگی کے لیے بمنزلہ خوشبو یا طبیعت کے ہے جو کہ انسان کے تندرست نشو ونما کے ساتھ نشو ونما پاتی رہی ہیں بعض خیال کرتے ہیں کہ یہ ایک عطیہ ہے جو کسیوقت اوپر سے سب کے لیے نازل ہوا۔ اور یہہ بعض اخلاقی اصول سے جکڑا جا سکتا ہے۔ لیکن آپ بیشک سلف کے کل اخلاقی اصولوں کو ازبر کرلیں۔ لیکن تو بھی آپ ذمیمہ اخلاق سے متصف ہونگے۔ اور ایسا ہی آپکے ذہن میں خواہ وہ ایک اصول بھی نہ ہو۔ اور آپ عمدہ اخلاق والے ہو سکتے ہیں بات یہہ ہے کہ ہم اخلاقی تاثیرات سے آغوش مادر سے ہی متاثر ہوتے چلے آئے ہیں۔ اس ہوا سے جو ہم تنفس کرتے ہیں اس جگہ سے جہاں ہم گذرتے ہیں۔ الغرض شروع سے اخیر تک ہماری صحت جسم یا عقل سے کہیں زیادہ یہہ اخلاقی وراثت ہے جو ہمیں سلف سے ملی ہے برخلاف ہماری ہر ایک روکنے والی کوشش کے یہ وراثت گذشتہ نسلوں سے ہمیں ملتی ہے۔ اس میں تمام پدری صبر و تحمل۔ مادری شفقت۔ دوستانہ محبت مہربان دلوں کی ہمدردی۔ غرضیکہ ہر ایک نیک چیز جو سورج کے نیچے خیال میں یا فعل میں آئی شامل ہے اسلیے اور چیزوں کی بہ نسبت علی الخصوص دنیا میں اس وراثت سے الگ ہونا نہایت مشکل ہے۔ لیکن یہ امر بھی خود قرار دادہ حکومتوں کے ماتحت میں ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی اور نیکی ماسوا ان قابل اعتراض مجموعہ اصولوں کی نہیں جو اونھوں نے بنا رکھے ہیں اور جو ادراک انسانی سے بالا ہیں۔ اسی قسم کا خیال ایک قسم کا دباؤ ہے۔ میرے معزز دوست مجھے اس فقرہ کے استعمال کرنے سے معاف فرماویں یہ ایک خشک باد خزان ہے۔ جو اور تمام چیزوں سے کہیں زیادہ انسانی اخلاق کی طبعی شادابی کو تباہ کر دیتی ہے۔ اور مرجھا دیتی ہے ہمکو بتلایا جاتا ہے۔ کہ یہی خیال اخلاق کا سرچشمہ ہے اسیطرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہماری صحت کا یہی منبع ہے ان مفروضہ قیاسی اور نظری اصولون نے ہمیشہ طبعی اخلاق کی مخالفت کی ہے۔ تمام عمدہ۔ نیک اور خوبصورت اصول اونکی نگاہ میں بے سود ہیں۔ جبتک انکی جماعت میں کوئی مشہور مقبول عقیدہ نہ ہو اس بات کی تعلیم دینا یا اس پر جھگڑنا کہ کوئی انسان اپنے ہی کوششوں سے متصف باخلاق حمیدہ نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ کسی بعید از ادراک چیز پر ایمان نہیں رکھتا۔ یہ گویا اسے اپنی جائز طاقتوں کی استعمال سے روکنا اور اسکی امنگوں کا خون کرنا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ میں نہایت ادب سے گذارش

کرتا ہوں۔ انسان کے ازالہ حیثیت عرفی ہے۔ بلکہ اوس پروردگار کی مہربانی کا کفران نعمت ہے جس نے کہ
جیسا کہ لوگ مانتے ہیں۔ انسان کو بنایا یا پیدا کیا۔ حق بات یہی ہے اور اسکو ہم بڑی راستی اور زور کے
ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ انسان بذات خود نیک ہے۔ وہ راست۔ مفید۔ اور نیک چیزوں کے ساتھ انکی اپنی
ہی خاطر محبت کرتا ہے۔ اور نیک رستہ کی وہ زیادہ تر پیروی کرے گا۔ اور جوں جوں اسے تجربہ اور علم
واقعات کا ہوگا جن سے بنی نوع کی بہبودی مقصود ہے یا اوسکی اپنی ترقی۔ خوشی اور آرام حاصل ہوتا ہے۔
نیز زیادہ استقامت سے قائم رہے گا۔ اور جوں جوں اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اتحاد کے حصول سے
واقفیت ہوگی ویسے ہی وہ زیادہ نیکی کرے گا اسے ایسا کرنے کے لیے نہ تو کسی جلاد کے کوڑے کی ضرورت
ہوگی اور نہ اسے کسی ایسے وہمی تاثیرات کے اوبھارنے کی احتیاج جو کسی نامعلوم اور مشکوک طرف سے آئی ہوں
دوسروں سے وہی کرو جو تم چاہتے ہو کہ تم سے کیا جاوے" کا طلائی اصول کسی تاریک دور دراز طرف سے
لقا نہیں ہوا۔ بلکہ انسانی خیالات کا نتیجہ ہے اور یہ ایسا ہی ہمیشہ انسانی اخلاق کے لیے بطور رہنما کے
رہیگا۔ یہ نافانی اصول لاریب تمام قیاسی یا حکومت تھیوریوں سے سبقت لے گیا ہے۔ کیونکہ یہ ہماری
ہستی کی ساخت میں لکھا ہوا موجود ہے اور اگر کوئی واقعی خالق اور پروردگار ہے۔ اور اگر انسان اسی
کی مخلوق ہیں تو جو اخلاقی اصول جو انسانی مشاہدات وتجارب اور تاریخ سے مستخرج ہوئے ہیں اور وہ
عقل کے مطابق بھی ہیں۔ وہی اسکی مرضی کا یقینی اور دوامی انکشاف ہے جو ہماری فطرت پر منقش ہوا
ہے۔ یہانتک صاحبان میں نے انسانی زندگی کی جسمانی عقلی اور اخلاقی حالتوں کے دکھانے میں
کوشش کی ہے اور جو کچھ ان بیانات سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری زندگی کی غرض بس یہی ہے کہ
ہم اپنی ہستی کے تمام اجزا اور قوائے کا ہم آہنگی کے ساتھ نشو و نما کریں اگر انتخاب کی نگاہ سے وہ تمام
باتیں دریافت کرکے اختیار کرلیں جس سے نسل انسان کی بہتری اور فائدہ ہو۔ ایسا ہی اون باتوں کو
ترک کریں۔ جو اسکے برخلاف ہوں۔ تو بیشک ہم زندگی کے تھیوری پر قابض ہو جائیں گے۔ اور ایک
ایسے اصولوں کا ضابطہ طیار کرلیں گے۔ جو انسانی تاریخ میں سب سے پہلے مرتبہ ایک مذہبی ضابطہ اپنے
اصلی معنوں میں ہوگا یہ ایک سلسلہ ہوگا کہ اسکے پیرو ایسی کامل صداقتوں کے مطابق رہکر اپنے آپ
مبارک باد کہیں گے۔ جو انکی عام عقل اور سمجھ ادراک اور خیال بلا شرط تسلیم کرلے گا۔ دنیا کی تمام
نسلوں میں جو کچھ خوبصورت اور مفید ہے وہ ہمارا ہی۔ انکی غلطیوں سے ہمیں انحراف ہے اور

اور اونکی ناقابل تعمیل احکام سے ہم کو نہایت ادب سے انکار - اُنکی نہ ثابت اور تصدیق ہونے والے قیاس کو ہم نہایت دلیری سے اجازت نہ دیں گے - کہ وہ ہماری زندگی اور نجات کے عملی کاروبار میں دخل دیں بیاں میں تھوڑا سا بیاں اوس حالت کا بھی کر دیتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ موت کے بعد پیش آتی ہے صاحبان آپ گھبرا نہ جاویں اگر آپ شروع میں ہی مجھ سے سنیں کہ برخلاف اون تمام باتوں کی جو کہی گئی - یا لکھی گئیں - یا تعلیم و وعظ کی گئیں - یہ تمام کی تمام قیاسی حالت (بعد از موت) محض ہوائی محل ہے - جہانتک ایک انسان کی عقل کام کر سکتی ہے - یا ہم قابل تصدیق پہلوؤں سے غور کر سکتے ہیں - یہ حالت دوسری ہستی والی چیزوں کی حالت سی کچھ بڑھ کر نہیں - یہ حالت کوئی اُس حالت سی الگ نہیں جو ان گلدستوں کی جو میری سامنے میز پر موجود ہیں مرجھانے کے بعد ہو جائے گی جب یہ خاک میں خاک ہو جاوینگے - یا اوس حالت سے جو ان حیوانوں کی بعد از فنا ہوگی - یا اس حالت سی جو یہ اجرام فلکیہ بعد از انحلال اختیار کریں گے مادہ یا نفس خواہ آخر کار ان کا کچھ ہی جوہر ہے (اگر وہ کچھ جوہر رکھتے ہیں) یہ امر بالکل صاف اور یقین ہے کہ اس امر کی کوئی بھی شہادت نہیں کہ ہمارا نفس (روح) ہمارے جسم سے الگ رہ سکتا ہے - روح کا جسم سے الگ ہونا - ایسی ہی داستان ہے جیسے کہ کوئی کہدے کہ حرکت متحرک چیز سے کوئی الگ چیز ہے - ایک شخص یہ سچائی کا قول کہتے ہوئے شاید شرمندہ نہ ہوتا ہو - کہ ذہنی قوائے جسم کے ساتھ ہی ہیں وہ اسکے ساتھ نشو نما پاتے ہیں اور اوسی کے ساتھ انحطاط میں آجاتے ہیں - اور جہانتک ہمارا تجربہ ہے - اسکے خاتمہ کے ساتھ ہی انکا خاتمہ ہے - یہ امر ثابت کرنے کے لیے کوئی بھی شہادت نہیں - کہ ہمارا نفس جسکا نام روح رکھ چھوڑا ہے ہمارے جسم سے پہلے بھی تھا تو پھر کیوں موت کے بعد اسکی بقا ہو - وہ ابدی حالت جو ہماری پہلی تھی ہمارے بعد کیوں اس میں اختلاف ہو - ایک جماعت ہمکو یہ بھی کہتی ہے - کہ ہماری روح نافانی ہی ہم بعد از موت بھی باقی رہیں گے جیسے کہ ہم سابقہ زندگی میں (پیش از پیدائش) موجود تھے - اگرچہ ہمیں اس پہلی زندگی کے متعلق کوئی امر یاد نہیں - لیکن ہم ان دوستوں سے متانت کے ساتھ دریافت کرتے ہیں کہ اگر ہمیں سابقہ زندگی مطلق یاد نہیں تو اس بات کا ہی کیا ثبوت ہے کہ ہماری موجودہ زندگی ہمیں آیندہ زندگی میں یاد رہیگی حق یہ ہے کہ اگر ہمارے سابقہ - موجودہ اور آیندہ زندگیاں بالکل ایک دوسرے سے بے تعلق ہیں - تو یہ ایک انسان نہیں - بلکہ تین جدا جدا انسان ہیں - اس قسم

کی نافانی حالت فانی حالت سے کچھ جدا نہیں۔ مثلاً دو آدمی ہیں نتیانند اور اودی بہان۔ نتیانند مرگیا اور پھر زندہ ہوگیا۔ لیکن اسے پہلی زندگی مطلقاً یاد نہیں۔ اودی بہان بھی مرگیا۔ اور ایک اور شخص مثلاً اسکا بیٹا آتمارام اوس کا جانشین ہوگیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کس طور پر۔ اودی بہان کی قسمت نتیانند سے بری واقع ہوئی۔ دونوں نے اس حالت میں جو موت کے نام سے موسوم ہے۔ کل یاد اور علم گنوا دیا پہلی حالت میں تو ظاہر ہی ہے وہ دونوں برابر ہیں۔ دوسری حالت میں کوئی وجہ اختلاف نظر نہیں آتی۔ آتمارام پسر اودی بہان بیشک اپنے باپ سے جدا آدمی ہے۔ اور نتیانند معنوی طور پر۔ وہی پہلا انسان ہے لیکن کوئی زیادہ اپنے آپ کو پرانا نتیانند نہیں سمجھے ہوا۔ جیسے کہ آتمارام اپنے آپ کو اودھے بہان سمجھ لے لہذا نتیانند کی پہلی زندگی ویسے ہی اوسکے لیے تاریک ہے جیسے اودھے بہان کے بیٹے آتمارام کی۔ الغرض اودھے بہان کی فانی حالت اور نتیانند کی نافانی حالت دونو ہی یکساں ہیں۔ لہذا روح کو نافانی ہیچ کا قیاس محض ایک سایہ کی طرح ہے جو خیالات کی صاف روشنی کے سامنے ہیچ ہوجاتا ہے۔

پنڈت گوردہن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گہنٹہ کا وقفہ تہا۔ لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تہا۔ اس لیے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہہ نہ چہوڑا۔ ڈیڑہ بجے میں ابہی بہت سا وقت رہتا تہا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بہرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پر ہوگیا۔ اسوقت کوئی سات اور آٹہ ہزار کے درمیان مجمع تہا۔ مختلف مذہب و ملل۔ اور مختلف سوسائٹیوں کے معتز اور ذی علم آدمی موجود تہے۔ اگرچہ اسباب اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتہہ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کہڑا رہنے کے سوا اور کچہ نہ بن پڑا۔ اور ان کہڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا عمائد پنجاب علما۔ فضلا۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ پروفیسر۔ اکسٹرا اسسٹنٹ۔ ڈاکٹر۔ غرض کہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف شاخوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تہے۔ ان لوگوں کا اس طرح جمع ہوجانے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتہہ جوش سے برابر پانچ چار گہنٹہ اُس وقت ایک ٹانگ پر کہڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تہا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہانتک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تہی مصنف تقریر اصالتاً شریک جلسہ نہ تہے لیکن خود اونہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب **مولوی عبدالکریم**

صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لیے بھیجے ہوئے تھے اس مضمون کے لیے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے۔ لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپی پیدا ہو گئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہوا تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ انکا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تھا کیونکہ جب وقت مقررہ کے گذرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لیے دیدیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔ جلسہ کی کارروائی ساڑھے۔ چار بجے ختم ہو جانی تھی۔ لیکن عام خواہش کو دیکھکر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے کے بعد تک جاری رکھنی پڑی۔ کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا۔ اور شروع سے اخیر تک یکساں دلچسپی و مقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

آج اور کل کے اجلاس نے جو اپنی شان و شوکت اور کثرت ہجوم میں چکاگو کے پارلیمنٹ آف ریلجن سے کسی حیثیت میں کم نہ تھا اس بات کا بھی کافی ثبوت دیدیا کہ وہی وجوہ جنہوں نے ہندو اور مسلمانوں جیسے عنصر ہندوستان کی جماعتوں کو ایک دوسرے کے سخت مخالف کر رکھا ہے وہی انکو برادرانہ اخلاص کے ساتھ ایک جگہہ جمع کر سکتے ہیں۔ ایک وقت یہہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ صرف پولیٹیکس سے ان دو متفرد اور متضاد جماعتوں کو باہم ملا سکتے ہیں۔ لیکن نیشنل کانگریس کی ہسٹری اس خیال کے مؤید نہیں ہاں آج دھرم مہوتسو کے اجلاسوں نے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہونچا دیا کہ نیٹیوز (دیسی) جو ہر طرح اتفاق اور قومی معاملات میں حقارت کی ساتھ دیکھے جا سکتے ہیں وہ اگر عمدہ اصولوں پر جمع ہو کر کچھ کرنا چاہیں تو ان سے بڑھکر کوئی اور آپس میں شیر و شکر نہیں ہو سکتا ہمیں امید ہے کہ یہ جلسہ مذاہب اس ضرورت کو بالضرور پورا کریگا جسکو کوئی اور تحریک ہندوستان میں نہ کر سکے اور امید کی جاتی ہے کہ بہی خواہان ملک اس مذہبی تحریک کی ترقی اور قیام میں اگر کسی اور وجہ سے سعی نہ فرماویں تو یہی خیال کافی ہے کہ صرف یہی ایک پلیٹ فارم ہے جو ہندو مسلمان اور دیگر فرقوں کو برادرانہ رنگ میں ایک جگہہ جمع کر سکتا ہے

بعد از نماز ظہر

اسلام

عالیجناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ

رسولہ الکریم

اس جلسہ بہار کہ میں جسکی غرض یہہ ہے کہ ہر ایک صاحب جو بلائے گئے ہیں سوالات مشتہرہ کی پابندی سے اپنے
ے مذہب کی خوبیاں بیان فرماویں میں اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا اور پہلے اس سے کہ میں اپنے مطالب کو شروع
ں اس قدر ظاہر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ جو کچھ بیان کروں خدا تعٰ
لیٰ کے پاک کلام **قرآن شریف** سے بیان کروں کیونکہ میرے نزدیک یہہ بہت ضروری ہے
ر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو اور اس کتاب کو ربانی کتاب سمجھتا ہو وہ ایک بات میں اسی کتاب کے حوالہ
جواب دے اور اپنی وکالت کے اختیارات کو اس قدر وسیع نہ کرے کہ گویا وہ ایک نئی کتاب بنا رہا ہے سو
آج ہمیں قرآن شریف کی خوبیوں کو ثابت کرنا ہے اور اسکے کمالات کو دکھلانا ہے اسلیے مناسب ہے کہ
ی بات میں اُسکے اپنے بیان سے باہر نجائیں اور اسی کے اشارہ یا تصریح کے موافق اور اسی کی آیات
دالہ سے ہر ایک مقصد کو تحریر کریں تا ناظرین کو موازنہ اور مقابلہ کرنے کے لیے آسانی ہو اور چونکہ ہر ایک
ب جو پابند کتاب ہیں اپنی اپنی الہامی کتاب کے بیان کے پابند رہیں گے اور اسی کتاب کے اقوال پیش کرینگے
یے ہمنے اسجگہہ احادیث کے بیان کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ تمام صحیح حدیثیں قرآن شریف سے ہی لی گئی ہیں اور
ل کتاب ہے جس پر تمام کتابوں کا خاتمہ ہے غرض آج قرآن شریف کی شان ظاہر ہونے کا دن ہے اور
سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ اس کام میں ہمارا مددگار ہو آمین۔ معزز ناظرین کو خیال رہے کہ اس مضمون کے

ابتدائی صفحوں میں بعض تمہیدی عبارتیں ہیں جو بظاہر غیر متعلق معلوم دیتی ہیں مگر اصل جواب بات کے سمجھنے کے لیے پہلے انکا سمجھنا نہایت ضروری ہے اسلیے صفائی بیان کے لیے قبل از شروع مطلب اُن عبارتوں کو لکھا گیا کہ تا اصل مطلب سمجھنے میں دقت نہ ہو (۱) اب واضح ہو کہ **پہلا سوال** انسان کی طبعی اور اخلاقی اور روحانی حالتوں کے بارے میں ہے سو جاننا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے پاک کلام قرآن شریف نے ان تین حالتوں کی اس طرح پر تقسیم کی ہے کہ ان تینوں کے لیے علیحدہ علیحدہ تین مبدء ٹہیرائے ہیں یا یوں کہو کہ تین سرچشمے قرار دیئے ہیں جنمیں سے جدا جدا یہ حالتیں نکلتی ہیں چنانچہ **پہلا چشمہ** جو تمام طبعی حالتوں کا مورد اور مصدر ہے اسکا نام قرآن شریف نے **نفس امارہ** رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ یعنے نفس امارہ میں یہہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو بدی کی طرف جو اسکے کمال کے مخالف اور اسکی اخلاقی حالتوں کے برعکس ہے جھکاتا ہے اور ناپسندیدہ اور بد راہوں پر چلانا چاہتا ہے غرض بے اعتدالیوں اور بدیوں کیطرف جانا انسان کی ایک حالت ہے جو اخلاقی حالت سے پہلے اسپر طبعاً غالب ہوتی ہے اور یہہ حالت اسوقت تک طبعی حالت کہلاتی ہے جب تک کہ انسان عقل اور معرفت کے زیر سایہ نہیں چلتا بلکہ چارپایوں کیطرح کہانے پینے سونے جاگنے یا غصہ اور جوش دکھلانے وغیرہ امور میں طبعی جذبات کا پیرو رہتا ہے اور جب انسان عقل اور معرفت کے مشورہ سے طبعی حالتوں میں تصرف کرتا اور اعتدال مطلوب کی رعایت رکھتا ہے اسوقت ان تین حالتوں کا نام طبعی حالتیں نہیں رہتا بلکہ اسوقت یہہ حالتیں اخلاقی حالتیں کہلاتی ہیں جیسا کہ آگے بھی کچھ ذکر اسکا آئیگا اور **اخلاقی** حالتوں کے سرچشمہ کا نام قرآن شریف میں **نفس لوامہ** ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ یعنے میں اس نفس کی قسم کہاتا ہوں جو بدی کے کام اور ہر ایک بے اعتدالی پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے یہہ نفس لوامہ انسانی حالتوں کا دوسرا سرچشمہ ہے جس سے اخلاقی حالتیں پیدا ہوتی ہیں اور اس مرتبہ پر انسان دوسرے حیوانات کی مشابہت سے نجات پاتا ہے اور اسجگہ **نفس لوامہ کی قسم** کہانا اسکو عزت دینے کے لیے ہے گویا وہ نفس امارہ سے نفس لوامہ بنکر بوجہ اس ترقی کے جناب الٰہی میں عزت پانے کے لائق ہو گیا اور اسکا نام لوامہ اسلیے رکھا کہ وہ انسان کو بدی پر ملامت کرتا ہے اور اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ انسان اپنے طبعی لوازم میں شتر بے مہار کیطرح چلے اور چارپایوں کیطرح زندگی بسر کرے بلکہ یہہ چاہتا ہے کہ اس سے اچھی حالتیں اور اچھے اخلاق صادر ہوں اور انسانی زندگی کے تمام لوازم میں کوئی بے اعتدالی

ظہور میں نہ آوے اور طبعی جذبات اور طبعی خواہشیں عقل کے مشورہ سے ظہور پذیر ہوں پس چونکہ وہ بُری حرکت پر ملامت کرتا ہے اسلیے اسکا نام نفس لوّامہ ہے یعنے بہت ملامت کرنے والا اور نفس لوّامہ اگرچہ طبعی جذبات پسند نہیں کرتا بلکہ اپنے تئیں ملامت کرتا رہتا ہے لیکن نیکیوں کے بجا لانے پر پورے طور سے قادر بھی نہیں ہوسکتا اور کبھی نہ کبھی طبعی جذبات اسپر غلبہ کرجاتے ہیں تب گرجاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے گویا وہ ایک کمزور بچہ کی طرح ہوتا ہے جو گرنا نہیں چاہتا ہے مگر کمزوری کی وجہ سے گرتا ہے پھر اپنی کمزوری پر نادم ہوتا ہے غرض یہہ نفس کی وہ اخلاقی حالت ہے جب نفس اخلاق فاضلہ کو اپنے اندر جمع کرتا ہے اور سرکشی سے بیزار ہوتا ہے مگر پورے طور پر غالب نہیں آسکتا پھر ایک تیسرا سرچشمہ ہے جسکو روحانی حالتوں کا مبدء کہنا چاہیے اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے **نفس مطمئنہ** رکھا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ ۔ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً ۔ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۔ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ۔ یعنے اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پاگیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پس میرے بندوں میں مِلجا اور میرے بہشت کے اندر آجا یہ **وہ مرتبہ** ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے **نجات** پاکر **روحانی قوتوں** سے بھرجاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ایسا پیوند کرلیتا ہے کہ بغیر اسکے جی بھی نہیں سکتا اور جسطرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہتا اور بسبب اپنی کثرت اور نیز روکوں کے دور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے اسیطرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ نفس جو خدا سے آرام پاگیا اسکی طرف واپس چلا آ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں نہ دوسری جگہہ ایک **بہشت** اسکو ملتا ہے اور جیساکہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رب کیطرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ ایسا ہی اسوقت یہہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اسکی غذا ہوتی ہے اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اسلیے **موت سے نجات** پاتا ہے جیساکہ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىہَا ۔ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىہَا ۔ یعنے جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ گیا اور نہیں ہلاک ہوگا مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں اپنے تئیں چھپا دیا وہ زندگی سے نا امید ہوگیا غرض یہہ **تین حالتیں** ہیں جنکو دوسرے لفظوں میں **طبعی** اور **اخلاقی** اور **روحانی** حالتیں کہہ سکتے ہیں اور چونکہ طبعی تقاضے افراط کے وقت بہت خطرناک ہوجاتے ہیں اور بسا اوقات اخلاق اور روحانیت کا ستیاناس کر

کردیتے ہیں اسلیے خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں انکو نفس امارہ کی حالتوں سے موسوم کیا گیا اگر یہہ سوال ہو کہ انسان کی طبعی حالتوں پر قرآن شریف کا کیا اثر ہے اور وہ انکی نسبت کیا ہدایت دیتا ہے اور عملی طور پر کس حد تک انکو رکھنا چاہتا ہے تو واضح ہو کہ قرآن شریف کی رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اسکی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقعہ ہیں یہانتک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کے اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑکر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں اسیواسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کے اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور انکا اثر ہے مثلاً جب ہماری آنکھیں رونا شروع کریں اور گو تکلف سے ہی روویں مگر فی الفور ان آنسوؤں کا ایک شعلہ اٹھکر دل کو جا پڑتا ہے تب دل بھی آنکھوں کی پیروی کرکے غمگین ہو جاتا ہے ایسا ہی جب ہم تکلف سے ہنسنا شروع کریں تو دل میں بھی ایک انبساط پیدا ہو جاتا ہے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے اسکے مقابل پر ہم یہہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچکر اور چھاتی کو ابھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھہ کھلجاتا ہے کہ بیشک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے ایسا ہی تجربہ ہمپر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے مثلاً ذرہ غور سے دیکھنا چاہیے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے رفتہ رفتہ انکی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے یہانتک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں اسکی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جسقدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خوار جانور رکھتا ہے پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے ہاں

لوگ دن رات گوشت خواری پر زور دیتے ہیں اور نباتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ لیتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خلق میں کم ہو جاتے ہیں اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں اسی حکمت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے **كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا** یعنے گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اسکا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مُضرِ صحت بھی نہ ہو اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے جس شخص کو کوئی غم پہونچے آخر وہ چشم پُرآب ہو جاتا ہے اور جسکو خوشی ہو آخر وہ تبسّم کرتا ہے جس قدر ہمارا کھانا پینا سونا جاگنا حرکت کرنا آرام کرنا غسل کرنا وغیرہ افعال طبعیہ ہیں یہہ تمام افعال ضروری ہماری روحانی حالات پر اثر کرتے ہیں ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے دماغ کے ایک مقام پر چوٹ لگنے سے یکلخت حافظہ جاتا ہے اور دوسری مقام پر چوٹ لگنے سے ہوش و حواس رخصت ہوتے ہیں وبا کی ایک زہریلی ہوا کس قدر جلدی سے جسم میں اثر کر کے پھر دل میں اثر کرتی ہے اور دیکھتے دیکھتے وہ اندرونی سلسلہ جسکے ساتھ تمام نظام اخلاق کا ہے درہم برہم ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ انسان دیوانہ سا ہو کر چند منٹ میں گذر جاتا ہے غرض جسمانی صدمات بھی عجیب نظارہ دکھاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روح اور جسم کا ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کو کھولنا انسان کا کام نہیں اس سے زیادہ اس تعلق کے ثبوت پر یہہ دلیل ہے کہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی ماں جسم ہی ہے حاملہ عورتوں کے پیٹ میں روح کبھی اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں ہی پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کی نشو و نما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا پاک کلام ہمیں سمجھاتا ہے کہ روح اس قالب میں سے ہی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جو نطفہ سے رحم میں تیار ہوتا ہے جیسا کہ وہ **قرآن شریف** میں فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۝ یعنے پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں طیار ہوا تھا ایک اور پیدائش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور خلقت اسکے ظاہر کرتے ہیں جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اسکے برابر نہیں۔

اور یہہ جو فرمایا کہ ہم اسی جسم میں سے ایک اور پیدائش ظاہر کرتے ہیں یہہ ایک گہرا راز ہے جو روح کی حقیقت کو دکھلا رہا ہے اور ان نہایت مستحکم تعلقات کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو روح اور جسم کے

درمیان واقع ہیں اور یہ اشارہ ہمیں اس بات کی بھی تعلیم دیتا ہے کہ انسان کے جسمانی اعمال اور اقوال اور تمام طبعی افعال جب خدا تعالیٰ کے لیے اور اُسکی راہ میں ظاہر ہونے شروع ہوں تو ان سے بھی یہی الٰہی فلاسفی متعلق ہے یعنے ان مخلصانہ اعمال میں بھی ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہے جیسا کہ نطفہ میں مخفی تھی اور جیسے جیسے ان اعمال کا قالب طیار ہوتا جاتا ہے وہ روح چمکتی جاتی ہے اور جب وہ قالب پورا طیار ہو چکتا ہے تو یکدفعہ وہ روح اپنی کامل تجلّی کے ساتھ چمک اٹھتی ہے اور اپنی روحی حیثیت سے اپنے وجود کو دکھا دیتی ہے اور زندگی کی صریح حرکت شروع ہو جاتی ہے جبھی کہ اعمال کا پورا قالب طیار ہو جاتا ہے معاً بجلی کی طرح ایک چیز اندر سے اپنے کھلی کھلی چمک دکھلانا شروع کر دیتی ہے یہ وہی زمانہ ہوتا ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مثالی طور سے فرماتا ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ یعنے جب میں اسکا قالب بنا لیا اور تجلیات کے تمام مظاہر درست کر لیے اور اپنی روح اس میں پھونک دی تو تم سب لوگ اسکے لیے زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گر جاؤ سو اس آیت میں یہی اشارہ ہے کہ جب اعمال کا پورا قالب طیار ہو جاتا ہے تو اس قالب میں وہ روح چمک اٹھتی ہے جسکو خدا تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسوب کرتا ہے کیونکہ دنیوی زندگی کی فنا کے بعد وہ قالب طیار ہوتا ہے اسلیے الٰہی روشنی جو پہلے دھیمی تھی یکدفعہ بھڑک اٹھتی ہے اور واجب ہوتا ہے کہ خدا کی ایسی شان کو دیکھکر ہر ایک سجدہ کرے اور اُسکی طرف کھینچا جائے سو ہر یک اس نور کو دیکھکر سجدہ کرتا ہے اور طبعاً اسطرف آتا ہے بجز ابلیس کے جو تاریکی سے دوستی رکھتا ہے پھر میں پہلی بات کی طرف رجوع کر کے بیان کرتا ہوں کہ یہ بات نہایت درست اور صحیح ہے کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کی اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جو رحم میں پرورش پاتا ہے پیدا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اول مخفی اور غیر محسوس ہوتا ہے پھر نمایاں ہو جاتا ہے اور ابتدای اسکا خمیر نطفہ میں موجود ہوتا ہے بیشک وہ آسمانی خدا کے ارادہ سے اور اسکے اذن اور اُسکی مشیت سے ایک مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ نطفہ سے تعلق رکھتا ہے اور نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جز ہے جیسا کہ جسم جسم کی جز ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے خدا کی کتاب کا یہ منشا نہیں ہے کہ روح الگ طور پر آسمان سے نازل ہوتی ہے یا فضا سے زمین پر گرتی ہے اور پھر کسی

اتفاق سے نطفہ کے ساتھہ ملکر رحم کے اندر چلی جاتی ہے بلکہ یہہ خیال کسیطرح صحیح نہیں ٹھہر سکتا اگر ہم ایسا خیال کریں تو قانون قدرت ہمیں باطل پر ٹھیراتا ہے ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے اور باسی کھانوں میں اور گندے زخموں میں ہزار ہا کیڑے پڑجاتے ہیں میلے کپڑوں میں صدہا جوئیں پڑجاتی ہیں انسان کے پیٹ کے اندر بھی کدو دانے وغیرہ پیدا ہوجاتے ہین اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ باہر سے آتے ہیں یا آسمان سے اترتے کسی کو دکھائی دیتے ہیں سو صحیح یہی بات ہے کہ **روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے** اور یہی **دلیل** سے اسکا **مخلوق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے** اب اسوقت ہمارا مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ جس قادر مطلق نے روح کو قدرت کاملہ کے ساتھہ جسم میں سے ہی نکالا ہے اسکا یہی ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ روح کی دوسری پیدائش کو بھی جسم کے ذریعہ سے ہی ظہور میں لاوے روح کی حرکتیں ہمارے جسم کی حرکتوں پر موقوف ہیں جس طرف ہم جسم کو کھینچتے ہیں روح بھی بالضرورت پیچھے پیچھے کھینچی چلی آتی ہے اسلیئے انسان کی طبعی حالتوں کی طرف متوجہ ہونا خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا کام ہے یہی وجہ ہے کہ **قرآن شریف** نے انسان کی طبعی حالتوں کی اصلاح کے لیئے بہت توجہ فرمائی ہے اور انسان کا ہنسنا رونا کھانا پینا پہننا۔ سونا۔ بولنا۔ چپ ہونا۔ بیوی کرنا۔ مجرد رہنا۔ چلنا۔ ٹھیرنا۔ اور ظاہری پاکیزگی غسل وغیرہ کی شرائط بجالانا اور بیماری کی حالت اور صحت کی حالت میں خاص خاص امور کا پابند ہونا ان سب باتوں پر ہدایتیں لکھی ہیں اور انسان کی جسمانی حالتوں کو روحانی حالتوں پر بہت ہی موثر قرار دیا ہے اگر اُن ہدایتوں کو تفصیل سے لکھا جاوے تو میں خیال نہیں کرسکتا کہ اس مضمون کے سنانے کے لیے کوئی وقت کافی مل سکے۔

میں جب خدا کے **پاک کلام** پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کیونکر اس نے اپنی **تعلیموں میں** انسان کو اسکی **طبعی** حالتوں کی اصلاح کے قواعد عطا فرماکر پھر آہستہ آہستہ اوپر کیطرف کھینچا ہے اور اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت تک پہنچانا چاہا ہے تو مجھے یہہ **پرمعرفت قاعدہ** یوں معلوم ہوتا ہے کہ اول خدا نے یہہ چاہا ہے کہ انسان کو نشست برخاست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سکھلا کر اسکو وحشیانہ طریقوں سے نجات دیوے اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کلی بخشکر ایک ادنیٰ درجہ کی اخلاقی حالت جسکو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کرسکتے ہیں سکھلاوے پھر انسان کی نیچرل عادات کو جنکو دوسرے لفظوں میں اخلاق رذیلہ کہہ سکتے ہیں اعتدال پر لاوے تاوہ

اعتدال پاکر اخلاق فاضلہ کے رنگ میں آجائیں مگر یہ دونوں طریقے درحصل ایک ہی ہیں کیونکہ طبعی حالتوں کی اصلاح کے متعلق ہیں صرف ادنیٰ اور اعلےٰ درجہ کے فرق سے انکو دو قسم بنا دیا ہے اور اس حکیم مطلق نے اخلاق کے نظام کو ایسے طور سے پیش کیا ہے کہ جس سے انسان ادنیٰ خلق سے اعلیٰ خلق تک ترقی کر سکے

اور پھر تیسرا **مرحلہ ترقیات** کا یہ رکھا ہے کہ انسان اپنے خالق حقیقی کی محبت اور رضا میں محو ہو جائے اور سب وجود اسکا خدا کے لیے ہو جائے یہ وہ مرتبہ ہے جسکو یاد دلانے کے لیے مسلمانوں کے دین کا نام **اسلام** رکھا گیا ہے کیونکہ اسلام اس بات کو کہتے ہیں کہ بکلی خدا کے لیے ہو جانا اور اپنا کچھ باقی نہ رہنا جیسا کہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۝ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ **ترجمہ** یعنے نجات یافتہ وہ شخص ہے جو اپنے وجود کو خدا کے لیے اور خدا کی راہ میں قربانی کی طرح رکھدے اور نہ صرف نیت سے بلکہ نیک کاموں سے اپنے صدق کو دکھلاوے جو شخص ایسا کرے اسکا بدلہ خدا کے نزدیک مقرر ہو چکا اور ایسے لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غمگین ہونگے۔ کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا اس خدا کے لیے ہے جسکی ربوبیت تمام چیزوں پر محیط ہے کوئی چیز اور کوئی شخص اسکا شریک نہیں اور مخلوق کو کسی قسم کی شراکت اسکے ساتھ نہیں مجھے یہی حکم ہے کہ میں ایسا کروں اور اسلام کے مفہوم پر قائم ہونیوالا یعنے خدا کی راہ میں اپنے وجود کی قربانی دینے والا سب سے اول میں ہوں یہ میری راہ ہے سو آؤ میری راہ اختیار کرو اور اسکے مخالف کوئی راہ اختیار نہ کرو کہ خدا سے دور جا پڑوگے۔ ان کو کہدے کہ اگر خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میرے پیچھے ہو لو اور میری راہ پر چلو تا خدا بھی تم سے پیار کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور وہ تو بخشندہ اور رحیم ہے۔

اب ہم انسان کے ان تین مرحلوں کا جدا جدا بیان کرینگے لیکن اول یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ طبعی حالتیں جنکا سرچشمہ اور منبع نفس امارہ ہے خدا تعالےٰ کے پاک کلام کے اشارات کے موافق اخلاقی حالتوں سے کوئی الگ چیز نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاک کلام نے تمام نیچرل قوای اور جسمانی خواہشوں

قاضوں کو طبعی حالات کے مدمیں رکھا ہے اور وہی طبعی حالتیں ہیں جو بالارادہ تربیت اور تعدیل اور
مینی اور محل پر استعمال کرنے کے بعد اخلاق کا رنگ پکڑ لیتے ہیں ایسا ہی اخلاقی حالتیں روحانی
ں سے کوئی الگ باتیں نہیں ہیں بلکہ وہی اخلاقی حالتیں ہیں جو پورے فنا فی اللہ اور تزکیۂ نفس
ورپورے انقطاع الی اللہ اور پوری محبت اور پوری محویت اور پوری سکینت اور اطمینان اور پوری موافقت
سے روحانیت کا رنگ پکڑ لیتے ہیں طبعی حالتیں جب تک اخلاقی رنگ میں نہ آویں کسی طرح انسان کو
ل تعریف نہیں بناتیں کیونکہ وہ دوسرے حیوانات بلکہ جمادات میں بھی پائی جاتی ہیں ایسا ہی مجرد
ق کا حاصل کرنا بھی انسان کو روحانی زندگی نہیں بخشتا بلکہ ایک شخص خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی
ر رہ کر اچھے اخلاق دکھلا سکتا ہے دل کا غریب ہونا یا دل کا حلیم ہونا یا صلح کار ہونا یا ترک شر کرنا اور شریر
مقابلہ پر نہ آنا یہ تمام طبعی حالتیں ہیں اور ایسی باتیں ہیں جو ایک نا اہل کو بھی حاصل ہو سکتی ہیں جو اصل
یہ نجات سے بے نصیب اور نا آشنا محض ہے اور بہت سے چارپائے غریب بھی ہوتے ہیں اور پلنے اور خو
یہ ہونے سے صلح کاری بھی دکھلاتے ہیں سوٹے پر سوٹا مارنے سے کوئی مقابلہ نہیں کرتے مگر پھر بھی انکو
ان نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ ان خصلتوں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان بن سکیں ایسا ہی بدسے بد عقیدہ
بلکہ بعض بدکاریوں کا مرتکب ان باتوں کا پابند ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ انسان رحم میں اس حد تک
پنچ جائے کہ اگر اسکے اپنے ہی زخم میں کیڑے پڑیں انکو بھی قتل کرنا روا نہ رکھے اور جانداروں کی
مداری اس قدر کرے کہ جو ئیں جو سر میں پڑتی ہیں یا وہ کیڑے جو پیٹ اور انتڑیوں میں اور دماغ میں
ا ہوتے ہیں انکو بھی آزار دینا نہ چاہئے بلکہ میں قبول کر سکتا ہوں کہ کسی کا رحم اس حد تک پہونچے
ہ شہد کھانا ترک کر دے کیونکہ وہ بہت سی جانوں کے تلف ہونے اور غریب مکھیوں کو ان کے ستھان
پراگندہ کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور میں مانتا ہوں کہ کوئی مشک سے بھی پرہیز کرے کیونکہ وہ غریب
ن کا خون ہے اور اس غریب کو قتل کرنے اور بچوں سے جدا کرنے کے بعد میسر آ سکتا ہے ایسا ہی مجھے
سے بھی انکار نہیں کہ کوئی موتیوں کے استعمال کو بھی چھوڑ دے اور ابریشم کو پہننا بھی ترک کرے کیونکہ
دونوں غریب کیڑوں کے ہلاک کرنے سے ملتے ہیں بلکہ میں یہاں تک مانتا ہوں کہ کوئی شخص دکھ کے
ت جونکوں کے لگانے سے بھی پرہیز کرے اور آپ دکھ اٹھائے اور غریب جونک کی موت کا خواہاں نہ
بالآخر اگر کوئی مانے یا نہ مانے مگر میں مانتا ہوں کہ کوئی شخص اس قدر رحم کو کمال کے نقطہ تک پہونچاوے

کہ پانی پینا چھوڑ دے اور اس طرح پانی کے کیڑوں کے بچانے کے لیے اپنے تئیں ہلاک کرے ہم یہ سب کچھ قبول کرتا ہوں لیکن میں ہرگز قبول نہیں کر سکتا کہ یہ تمام طبعی حالتیں اخلاق کہلا سکتی ہیں یا صرف انہیں سے وہ اندرونی گند دہوئے جا سکتے ہیں جنکا وجود خدا کے ملنے کی روک ہے میں کبھی باور نہیں کروں گا کہ اس طرح کا غریب اور بے آزار بننا جس میں بعض چارپایوں اور پرندوں کا کچھ نمبر زیادہ ہے اعلےٰ انسانیت کے حصول کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ میرے نزدیک یہہ قانون قدرت سے لڑائی ہے اور رضاء باری خلق کے برخلاف اور اس نعمت کو رد کرنا ہے جو قدرت نے ہمکو عطا کی ہے بلکہ وہ روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسیکا ہو جانے سے ملتی ہے جو اسکا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اسکے بغیر جی ہی نہیں سکتا عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اسکا پانی خدا کی محبت ہے۔

اب میں پہلے کلام کی طرف رجوع کرتا ہوں میں ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ انسانی حالتوں کے سرچشمے تین ہیں یعنے نفس امارہ۔ نفس لوامہ۔ نفس مطمئنہ اور طریق اصلاح کے بھی تین ہیں **اوّل** یہ کہ بے تمیز وحشیوں کو اس ادنیٰ خلق پر قائم کیا جائے کہ وہ کھانے پینے اور شادی وغیرہ تمدنی امور میں انسانیت کے طریقے پر چلیں نہ ننگے پھریں نہ کتوں کیطرح مردار خوار ہوں اور نہ کوئی اور بے تمیزی ظاہر کریں یہ طبعی حالتوں کے اصلاحوں میں سے ادنیٰ درجہ کی اصلاح ہے یہ اس قسم کی اصلاح ہے کہ اگر مثلاً پورٹ بلیر کے جنگلی آدمیوں میں سے کسی آدمی کو انسانیت کے لوازم سکھلانا ہو تو پہلے ادنیٰ ادنیٰ اخلاق انسانیت کے اور طریق ادب کے انکو تعلیم دیجائیگی **دوسرا طریق اصلاح** کا یہ ہے کہ جب کوئی ظاہری آداب انسانیت حاصل کر لیوے تو اس کو بڑے بڑے اخلاق انسانیت کے سکھائے جائیں اور انسانی قوتوں میں جو کچھ بھرا پڑا ہے ان سب کو محل اور موقعہ پر استعمال کرنیکی تعلیم دیجائے **تیسرا طریق اصلاح** کا یہ ہے کہ جو لوگ اخلاق فاضلہ سے متصف ہو گئے ہیں ایسے خشک زاہدوں کو شربت محبت اور وصل کا مزہ چکھایا جائے یہ تین اصلاحیں ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں اور ہمارے سید و مولیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ **فرماتا ہے** ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنے جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے یہہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جنکو

ہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے پس قرآن شریف کا کام دراصل مردوں کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا یعنے یہہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالی نئے سرے زمین کو بعد اسکے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہونچا ہوا تھا اور کوئی نظام انسانیت کا ان میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی انکی نظر میں فخر کی جگہہ تھے ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا حرام کا کھانا انکے نزدیک ایک شکار تھا ماؤں کے ساتھہ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے اسیواسطے اللہ تعالے کو کہنا پڑا کہ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّہٰتُکُمْ یعنے آج مائیں تمہاری تمپر حرام ہوگئیں ایسا ہی وہ مردار کھاتے تھے آدم خور بھی تھے دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے اکثر معاد سے منکر تھے بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قائل نہ تھے لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے جسکا زناکاری میں اول نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا بے علمی اسقدر تھی کہ اردگرد کی تمام قوموں نے انکا نام اُمّی رکھدیا تھا ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لیے ہمارے سید و مولی نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں ظہور فرما ہوئے پس وہ تین قسم کی اصلاحیں جنکا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں انکا درحقیقت یہی زمانہ تھا پس اسیوجہ سے **قرآن شریف** دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعوی کرتا ہے کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقعہ نہیں ملا اور قرآن کو ملا قرآن کا یہہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بنا دے اور انسان سے با اخلاق انسان بنا دے اور با اخلاق انسان سے خدا انسان بنا دے اسیواسطے ان تین امور پر **قرآن شریف** مشتمل ہے۔

اور قبل اسکے جو ہم **اصلاحات ثلثہ** کا مفصل بیان کریں یہہ ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ **قرآن شریف** میں کوئی ایسی تعلیم نہیں جو زبردستی ماننی پڑے بلکہ تمام قرآن کا مقصد صرف اصلاحات ثلثہ ہیں اور اسکی تمام تعلیموں کا لب لباب یہی تین اصلاحیں ہیں اور باقی تمام احکام ان اصلاحوں کے لیے بطور وسائل کے ہیں اور جسطرح بعض وقت ڈاکٹر کو بھی صحت کے پیدا کرنے کے لیے کبھی چیرنے کبھی مرہم لگانیکی ضرورت پڑتی ہے ایسا ہی قرآنی تعلیم نے بھی انسانی ہمدردی کے لیئے ان لوازم کو اپنے اپنے محل پر استعمال کیا ہے اور اسکے تمام معارف یعنی گیان کی باتیں۔ اور وصایا اور وسائل کا اصل مطلب یہہ ہے کہ انسانوں کو ان کی طبعی حالتوں سے جو وحشیانہ رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں اخلاقی حالتوں تک پہونچاویں

اور پھر اخلاقی حالتوں سے روحانیت کے ناپیدا کنار دریا تک پہونچایئے اور پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ طبعی حالات اخلاقی حالات سے کچھ الگ چیز نہیں۔۔ بلکہ وہی حالات ہیں جو تعدیل اور موقعہ اور محل پر استعمال کرنے سے اور عقل کی تجویز اور مشورہ سے کام میں لانے سے اخلاقی حالات کا رنگ پکڑ لیتے ہیں اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو وہ کیسی ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہے جیسا کہ اگر ایک کتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے کو خلیق نہیں کہیں گے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھیں گے اسی طرح ہم ایک بھیڑیئے یا شیر کو انکی درندگی کی وجہ سے بدخلق نہیں کہیں گے بلکہ جیسا کہ ذکر کیا تھا اخلاقی حالت محل اور سوچ اور وقت شناسی کے بعد شروع ہوتی ہے اور ایک ایسا انسان جو عقل و تدبیر سے کام نہیں لیتا وہ ان شیر خوار بچوں کی طرح ہے جنکے دل اور دماغ پر ہنوز قوت عقلیہ کا سایہ نہیں پڑا یا ان دیوانوں کیطرح جو جوہر عقل اور دانش کو کھو بیٹھے ہیں ظاہر ہے کہ جو شخص بچہ شیر خوار اور دیوانہ ہو وہ ایسی حرکات بعض اوقات ظاہر کرتا ہے کہ جو اخلاق کے ساتھ مشابہ ہوتی ہیں مگر کوئی عقلمند ان کا نام اخلاق نہیں رکھ سکتا کیونکہ وہ حرکتیں تمیز اور موقعہ بینی کے چشمے سے نہیں نکلتیں بلکہ وہ طبعی طور پر تحریکوں کے پیش آنے کے وقت صادر ہوتی جاتی ہیں جیسا کہ انسان کا بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کیطرف رخ کرتا ہے اور ایک مرغ کا بچہ پیدا ہوتے ہی دانہ چگنے کے لیے دوڑتا ہے جونک کا بچہ جونک کی عادتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ کی عادتیں ظاہر کرتا ہے اور شیر کا بچہ شیر کی عادتیں دکھلاتا ہے۔ بالخصوص انسان کے بچہ کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے پیدا ہوتے ہی انسانی عادتیں دکھلانا شروع کر دیتا ہے اور پھر جب برس ڈیڑھ برس کا ہوا تو وہ عادات طبعیہ بہت نمایاں ہو جاتی ہیں مثلاً پہلے جس طور سے روتا تھا اب رونا بہ نسبت پہلے کے کسیقدر بلند ہو جاتا ہے ایسا ہی ہنسنا قہقہہ کی حد تک پہونچ جاتا ہے اور آنکھوں میں بھی عمداً دیکھنے کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اور اسی عمر میں یہ ایک اور امر طبعی پیدا ہو جاتا ہے کہ اپنی رضامندی یا نا رضامندی حرکات سے ظاہر کرتا ہے اور کسیکو مارتا اور کسیکو کچھ دینا چاہتا ہے مگر یہ تمام حرکات دراصل طبعی ہوتے ہیں پس ایسے بچہ کی مانند ایک وحشی آدمی بھی جسکو انسانی تمیز سے بہت ہی کم حصہ ملا ہے وہ بھی اپنے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون میں طبعی حرکات ہی دکھلاتا ہے اور اپنی طبیعت کے جذبات کا تابع رہتا ہے۔ کوئی بات اسکے اندرونی قویٰ کے تدبر اور تفکر سے نہیں نکلتی بلکہ جو کچھ طبعی طور پر اسکے اندر پیدا ہوا ہے وہ خارجی تحریکوں کے مناسب حال نکلتا

چلا جاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اسکی طبعی جذبات جو اسکے اندر سے کسی تحریک سے باہر آتے ہیں وہ سب کے سب بُرے نہ ہوں بلکہ بعض انکے نیک اخلاق سے مشابہ ہوں لیکن عاقلانہ تدبر اور موقع شناسی کو ان میں دخل نہیں ہوتا اور اگر کسیقدر ہو بھی تو وہ بوجہ غلبہ جذبات طبعی کی قابل اعتبار نہیں ہوتا بلکہ جسطرف کثرت ہے اسی طرف کو معتبر سمجھا جاویگا غرض ایسے شخص کیطرف حقیقی اخلاق منسوب نہیں کر سکتے جس پر جذبات طبعیہ حیوانوں اور بچوں اور دیوانوں کی طرح غالب ہیں اور جو اپنی زندگی کو قریب قریب وحشیوں کے بسر کرتا ہے بلکہ حقیقی طور پر نیک یا بد اخلاق کا زمانہ اسوقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان کی عقل خداداد پختہ ہو کر اس کے ذریعہ سے نیکی اور بدی یا دو بدیوں یا دو نیکیوں کے درجہ میں فرق کر سکے پھر اچھے راہ کے ترک کرنے سے اپنے دل میں ایک حسرت پاوے اور بُرے کام کے ارتکاب سے اپنے تئیں نادم اور پشیمان دیکھے یہ انسان کی زندگی کا دوسرا زمانہ ہے جس کو خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں نفس لوّامہ کے نام سے تعبیر کیا ہے مگر یاد رہے کہ ایک وحشی کو نفس لوامہ کی حالت تک پہونچانے کے لیے صرف سرسری نصائح کافی نہیں ہوتی بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کو خداشناسی کا اس قدر حصہ ملے جس سے وہ اپنی پیدائش بیہودہ اور عبث خیال نہ کرے تا معرفت الٰہی سے سچے اخلاق اس میں پیدا ہوں اسیوجہ سے خدا تعالیٰ نے ساتھ ساتھ سچے خدا کی معرفت کے لیے توجہ دلائی ہے اور یقین دلایا ہے کہ ہر یک عمل اور خلق ایک نتیجہ رکھتا ہے جو اس زندگی میں روحانی راحت یا روحانی عذاب کا موجب ہوتا ہے اور دوسری زندگی میں کھلے کھلے طور پر اپنا اثر دکھلائیگا غرض نفس لوّامہ کے درجہ پر انسان کو عقل اور معرفت اور پاک کانشنس سے اس قدر حصہ حاصل ہوتا ہے کہ وہ برے کام پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اور نیک کام کا خواہشمند اور حریص رہتا ہے یہ وہی درجہ ہے کہ جس میں انسان اخلاق فاضلہ حاصل کرتا ہے۔

اس جگہ بہتر ہوگا کہ میں **خُلق** کے لفظ کی بھی کسیقدر تعریف کر دوں سو جاننا چاہیئے کہ **خَلق** خا کے فتحہ سے ظاہری پیدائش کا نام ہے اور **خُلق** خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہے اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہونچتی ہے نہ صرف طبعی جذبات سے اسلیے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہے طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا۔ اور پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے لائق ہے کہ جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں کہ خُلق صرف حلیمی اور نرمی اور انکساری کا نام ہے یہ انکی غلطی ہے بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئیں ہیں ان سب کیفیتوں کا نام خُلق ہے مثلاً انسان آنکھ

سے روتا ہے اور اس کے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہے وہ جب بہ نیت عقل خدا داد کے اپنے محل پر استعمال ہو تو وہ ایک خلق ہے ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو شجاعت کہتے ہیں پس جب انسان محل اور موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہے تو اُسکا نام بھی خلق ہے اور ایسا ہی انسان کبھی ہاتھوں کے ذریعہ سے مظلوموں کو ظالموں سے بچانا چاہتا ہے یا ناداروں اور بھوکوں کو کچھ دینا چاہتا ہے یا کسی اور طور سے بنی نوع کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو رحم بولتے ہیں اور کبھی انسان اپنے ہاتھوں کے ذریعہ سے ظالم کو سزا دیتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو انتقام کہتے ہیں اور کبھی انسان حملہ کے مقابل پر حملہ کرنا نہیں چاہتا اور ظالم کے ظلم سے درگذر کرتا ہے اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کو عفو اور صبر کہتے ہیں اور کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہونچانے کے لیئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور انکی بہبودی کے لیے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہے تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جسکو سخاوت کہتے ہیں پس جب انسان ان تمام قوتوں کو موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہے تو اسوقت ان کا نام خلق رکھا جاتا ہے اللہ جل شانہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے **اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ** یعنے تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے سو اسی تشریح کے مطابق اسکے معنے ہیں یعنے یہ کہ تمام قسمیں اخلاق کی سخاوت۔ شجاعت۔ عدل۔ رحم۔ احسان۔ صدق۔ حوصلہ وغیرہ تجھ میں جمع ہیں غرض جس قدر انسان کے دل میں قوتیں پائی جاتی ہیں جیسا کہ۔ ادب۔ حیا۔ دیانت۔ مروت۔ غیرت۔ استقامت۔ عفت۔ زہادت۔ اعتدال۔ مواسات یعنے ہمدردی۔ ایسا ہی شجاعت۔ سخاوت۔ عفو۔ صبر۔ احسان۔ صدق۔ وفا۔ وغیرہ جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کیئے جائیں گے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ انکو استعمال کیا جائے چونکہ انسان کے طبعی خواص میں سے ایک یہ بھی خاصہ ہے کہ وہ ترقی پذیر جاندار ہے اسلیے وہ سچے مذہب کی پیروی اور نیک صحبتوں اور نیک تعلیموں سے ایسی طبعی جذبات کو اخلاق کے رنگ میں لے آتا ہے اور یہ امر کسی اور جاندار کے لیے نصیب نہیں۔

اب ہم منجملہ قرآن شریف کی اصلاحات ثلثہ کے پہلی اصلاح کو بیان کرتے

جہ کی طبعی حالتوں کے متعلق ہیں ذکر کرتے ہیں اور یہ اصلاح اخلاق کے شعبوں میں سے وہ شعبہ ہے جو ادب
نام سے موسوم ہے یعنے وہ ادب جسکی پابندی وحشیوں کو انکی طبعی حالتوں کھانے پینے اور شادی کرنے
غیرہ تمدنی امور میں مرکز اعتدال پر لاتی ہے اور اس زندگی سے نجات بخشتی ہے جو وحشیانہ اور چارپایوں یا
درندوں کیطرح ہو جیسا کہ ان تمام آداب کے بارہ میں **اللہ جل شانہ قرآن شریف** میں فرماتا

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ
خْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ
یْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا
نَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ
مَا قَدْ سَلَفَ ۔ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۔ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ
نَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۔ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ
مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا
بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا
خُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۔ وَاْتُوا
بُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ
لْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ
رِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَ
مَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ يَسْئَلُوْنَكَ
ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَاِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا
ذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا وَثِيَابَكَ
طَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ
خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ
وَالْمَحْرُوْمِ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ ذٰلِكَ
اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۭ وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ **ترجمہ** یعنے تم پر تمہاری مائیں حرام
کی گئیں اور ایسا ہی تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری
بھتیجیاں اور تمہاری بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی
بہنیں اور تمہاری بی بیوں کی مائیں اور تمہاری بی بیوں کے پہلے خاوند سے لڑکیاں جنسے تم ہم صحبت
ہو چکے ہو اور اگر تم ان سے ہم صحبت نہیں ہو تو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے حقیقی بیٹوں کی عورتیں اور
ایسے ہی دو بہنیں ایک وقت میں یہہ سب کام جو پہلے ہوتے تھے آج تم پر حرام کیے گئے یہہ بھی تمہاری لیے
جائز نہ ہوگا کہ جبراً عورتوں کے وارث بنجاؤ یہہ بھی جائز نہیں کہ تم ان عورتوں کو نکاح میں لاؤ جو تمہارے
باپوں کی بیویاں تھیں جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا۔ پاک دامن عورتیں تم میں سے یا پہلے اہل کتاب میں
سے تمہارے لیے حلال ہیں کہ انسے شادی کرو لیکن جب مہر قرار پاکر نکاح ہو جائے بدکاری جائز نہیں
اور نہ چھپا ہوا یارانہ عرب کے جاہلوں میں جس شخص کے اولاد نہیں ہوتی تھی بعض میں یہہ رسم تھی کہ انکی
بیوی اولاد کے لیے دوسرے سے آشنائی کرتی قرآن شریف نے اس صورت کو حرام کردیا **ساتحت**
ایسی بدرسم کا نام ہے پھر فرمایا کہ تم خودکشی نہ کرو۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ اور دوسرے گھروں میں وحشیوں
کی طرح خود بخود بے اجازت نہ چلے جاؤ اجازت لینا شرط ہے اور جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو
داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہو اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت
نہ دے ان گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے آؤ اور گھروں میں دیوار
پر سے کود کر نہ جایا کرو بلکہ گھروں میں ان گھروں کے دروازہ میں سے جاؤ اور اگر کوئی تمہیں **سلام** کہے
تو اس سے بہتر اور نیک تر اسکو سلام کہو شراب اور قماربازی اور بت پرستی اور شگون لینا یہ سب پلید اور
شیطانی کام ہیں ان سے بچو۔ مردار مت کھاؤ خنزیر کا گوشت مت کھاؤ بتوں کے چڑھاوے مت کھاؤ
لاٹھی سے مارا ہوا مت کھاؤ گر کے مرا ہوا مت کھاؤ سینگ لگنے سے مرا ہوا مت کھاؤ درندہ کا پھاڑا ہوا
مت کھاؤ بت پر چڑھایا ہوا مت کھاؤ کیونکہ یہ سب مردار کا حکم رکھتے ہیں اور اگر یہہ لوگ پوچھیں کہ پھر
کھائیں کیا تو جواب یہہ دو کہ دنیا کی تمام پاک چیزیں کھاؤ صرف مردار اور مردار کے مشابہ اور پلید چیزیں مت
کھاؤ اگر مجلسوں میں تمہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو یعنے دوسروں کو جگہ دو تو جلد جگہ کشادہ کردو تا

ر بیٹھیں اور اگر کہا جاوے کہ تم اُٹھ جاؤ تو پھر بغیر چون وچرا کے اُٹھ جاؤ۔ گوشت دال وغیرہ سب چیزیں
ل ہوں بیشک کھاؤ مگر ایک ... طرف کی کثرت مت کرو اور اسراف اور زیادہ خوری سے اپنے تئیں
ُ لغو باتیں مت کیا کرو محل اور موقعہ کی بات کیا کرو اپنے کپڑے صاف رکھو بدن کو اور گھر کو اور کوچہ کو اور
ایک جگہ کہ جہاں تمہاری نشست ہو پلیدی اور میل کچیل اور کثافت سے بچاؤ یعنے غسل کرتے رہو اور
وں کو صاف رکھنے کی عادت پکڑو۔ نہ بہت اونچا بولا کرو نہ بہت نیچا درمیان کو نگاہ رکھو یعنے باستثناء
ت ضرورت کے۔ چلنے میں بھی نہ بہت تیز چلو نہ بہت آہستہ درمیان کو نگاہ رکھو۔ جب سفر کرو تو ہر ایک
ر پر سفر کا انتظام کر لیا کرو اور کافی زاد راہ لے لیا کرو تا گداگری سے بچو۔ جنابت کی حالت میں غسل
لیا کرو۔ جب روٹی کھاؤ تو سائل کو بھی دو اور کتّے کو بھی ڈالدیا کرو اور دوسرے پرند وغیرہ کو بھی اگر موقع
ور یتیم لڑکیاں جنکی تم پرورش کرو ان سے نکاح کرنا مضائقہ نہیں لیکن اگر تم دیکھو کہ چونکہ وہ لاوارث
یں شائد تمہارا نفس انپر زیادتی کرے تو ماں باپ اور اقارب والی عورتیں کرو جو تمہاری مؤدب رہیں
ر انکا تمہیں خوف رہے ایک دو تین چار تک کر سکتے ہو بشرطیکہ اعتدال کرو اور اگر اعتدال نہ ہو تو پھر
ایک ہی پر کفایت کرو گو ضرورت پیش آوے چار کی حد جو لگا دی گئی ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ تا تم
پرانی عادات کے تقاضا سے افراط نہ کرو یعنے صدہا تک نوبت نہ پہونچاؤ یا یہ کہ حرامکاری کی طرف جھک
نہ جاؤ اور اپنی عورتوں کو مہر دو غرض یہہ **قرآن شریف** کی پہلی اصلاح ہے جس میں انسان کی طبعی حالتوں
و وحشیانہ طریقوں سے کھینچکر انسانیت کے لوازم اور تہذیب کی طرف توجہ دی گئی ہے اس تعلیم میں ابھی
اعلے اخلاق کا کچھ ذکر نہیں صرف انسانیت کے آداب ہیں۔ اور ہم لکھ چکے ہیں کہ اس تعلیم کی یہ ضرورت پیش
آئی تھی کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس قوم کی اصلاح کے لیے آئے تھے وہ وحشیانہ حالت میں سب قوموں
سے بڑھے ہوئے تھے کسی پہلو میں انسانیت کا طریق ان میں قائم نہیں رہا تھا پس ضرور تھا کہ سب سے پہلے
انسانیت کے ظاہری ادب ان کو سکھلائے جاتے ایک **نکتہ** اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ نکتہ یہہ
ہے کہ **خنزیر** جو حرام کیا گیا ہے خدا نے ابتدا سے اس کے نام میں ہی حرمت کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ
خنزیر کا لفظ **خنز** اور ار سے مرکب ہے جسکے یہہ معنے ہیں کہ میں اسکو بہت فاسد اور خراب دیکھتا ہوں خنز
کے معنے بہت فاسد اور ار کے معنے دیکھتا ہوں پس اس جانور کا نام جو ابتدا سے خدا تعالی کی طرف سے
اسکو ملا ہے وہی اسکی پلیدی پر دلالت کرتا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ہندی میں اس جانور کو **سور**

کہتے ہیں یہ لفظ بھی **سوء** اور **آر** سے مرکب ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ میں اسکو بہت بُرا دیکھتا ہوں۔ اس پر تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ سور کا لفظ عربی کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ ہمنے اپنی کتاب **منن الرحمن** میں ثابت کیا ہے کہ تمام زبانوں کی ماں **عربی زبان** ہے اور عربی کے لفظ ہر ایک زبان میں نہ ایک نہ دو بلکہ ہزاروں ملے ہوئے ہیں سو سوئر عربی لفظ ہے اسی لیئے ہندی میں سُور کا ترجمہ بد ہے پس اس جانور کو بد بھی کہتے ہیں اس میں کچھ بھی شک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ تمام دنیا کی زبان عربی تھی اس ملک میں یہ نام اس جانور کا عربی میں مشہور تھا جو خنزیر کے نام سے ہم معنے ہیں پھر اب تک یادگار باقی رہگیا۔ ہاں یہہ ممکن ہے کہ شاستری میں اسکے قریب قریب ہی لفظ متغیر ہوکر اور کچھ بنگیا ہو مگر صحیح لفظ یہی ہے کیونکہ اپنی **وجہ تسمیہ** ساتھ رکھتا ہے جسپر لفظ خنزیر گواہ ناطق ہے۔ اور یہہ معنے جو اسکے لفظ سے ہیں یعنے بہت فاسد اسکی تشریح کی حاجت نہیں اس بات کا کسکو علم نہیں کہ یہہ جانور اول درجہ کا نجاست خور اور نیز بیغیرت اور دیوث ہے اب اسکے حرام ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ قانون قدرت یہی چاہتا ہے کہ ایسے پلید بد جانور کے گوشت کا اثر بھی بدن اور روح پر پلید ہی ہو کیونکہ ہم ثابت کرچکے ہیں کہ غذاؤں کا بھی انسان کی روح پر ضرور اثر ہے پس اس میں کیا شک ہے کہ ایسے بد کا اثر بھی بد ہی پڑے گا جیسا کہ **یونانی طبیبوں** نے اسلام سے پہلے ہی یہہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس جانور کا گوشت بالخاصیت حیا کی قوت کو کم کرتا ہے اور دیوثی کو بڑھاتا ہے۔ اور مردار کا کھانا بھی اسی لیے اس شریعت میں منع ہے کہ مردار بھی کھانے والے کو اپنے رنگ میں لاتا ہے اور نیز ظاہری صحت کے لیے بھی مضر ہے اور جن جانوروں کا خون اندر ہی رہتا ہے جیسے گلا گھونٹا ہوا یا لاٹھی سے مارا ہوا یہہ تمام جانور درحقیقت مردار کے حکم میں ہی ہیں۔ کیا مردہ کا خون اندر رہنے سے اپنی حالت پر رہ سکتا ہے نہیں بلکہ وہ بوجہ مرطوب ہونے کے بہت جلد گندہ ہوگا اور اپنی عفونت سے تمام گوشت کو خراب کریگا اور نیز خون کے کیڑے جو حال کی تحقیقات سے بھی ثابت ہوئی ہیں مر کر ایک زہرناک عفونت بدن میں پھیلا دیں گے۔

دوسرا حصہ قرآنی اصلاح کا یہ ہے کہ طبعی حالتوں کو شرائط مناسبہ کے ساتھ مشروط کرکے اخلاق فاضلہ تک پہنچایا جائے۔ سو واضح ہو کہ یہ حصہ بہت بڑا ہے اگر ہم اس حصہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں یعنے تمام وہ اخلاق اس جگہہ لکھنا چاہیں جو **قرآن شریف** نے بیان کیے تو یہ مضمون اس قدر لمبا ہوجائیگا کہ وقت اسکے دسویں حصہ تک بھی کفایت نہیں کریگا اسلیئے چند **اخلاق فاضلہ**

ے طور پر بیان کیے جاتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ اخلاق دو قسم کے ہیں **اوّل** وہ اخلاق جنکے ذریعہ سے
ان ترک شر پر قادر ہوتا ہے **دوسرے** وہ اخلاق جنکے ذریعہ سے انسان ایصال خیر پر قادر ہوتا ہے
ترک شر کے مفہوم میں وہ اخلاق داخل ہیں جنکے ذریعہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ تا اپنی زبان یا اپنے
نہ یا اپنی آنکھہ یا اپنے کسی اور عضو سے دوسرے کے مال یا عزت یا جان کو نقصان نہ پہونچا سکے یا نقصان
انی اور کسر شان کا ارادہ نہ کر سکے اور ایصال خیر کے مفہوم میں تمام وہ اخلاق داخل ہیں جنکے
یہ سے انسان کوشش کرتا ہے کہ اپنی زبان یا اپنے ہاتھہ یا اپنے مال یا اپنے علم یا کسی اور ذریعہ سے
سرے کے مال یا عزت کو فائدہ پہونچا سکے یا اسکے جلال یا عزت ظاہر کرنے کا ارادہ کر سکے یا اگر کسی نے
پر کوئی ظلم کیا تھا تو جس سزا کا وہ ظالم مستحق تھا اس سے درگذر کر سکے اور اس طرح اسکو دکھہ اور عذاب
ن تاوان مالی سے محفوظ رہنے کا فائدہ پہونچا سکے یا اسکو ایسی سزا دے سکے جو حقیقت میں اسکے لیے
سر رحمت ہے ۔ اب واضح ہو کہ وہ اخلاق جو ترک شر کے لیے صانع حقیقی نے مقرر فرمائی ہیں وہ **زبان**
لی میں جو تمام انسانی خیالات اور اوضاع اور اخلاق کے اظہار کے لیے ایک ایک **مفرد**
لفظ اپنے اندر رکھتی ہے چار ناموں سے موسوم ہیں چنانچہ پہلا **خُلق** ۔ **اِحصان** کے نام سے موسوم
ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاکدامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور
من یا محصنہ اُس مرد یا اُس عورت کو کہا جائیگا جو حرام کاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہکر اس
ل بدکاری سے اپنے تئیں روکیں جسکا نتیجہ دونوں کے لیے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوسرے جہان
عذاب آخرت اور متعلقین کے لیے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے مثلاً جو شخص کسیکی بیوی سے
ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اسکے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں
یں تو کچھہ شک نہیں کہ اس غیرت مند مظلوم کو ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر راضی ہوگئی تھی یا زنا ہی واقعہ
ہوا تھا طلاق دینی پڑے گی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹ سے ہونگے تفرقہ پڑے گا اور
خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے اٹھائیگا ۔

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خلق جسکا نام **اِحصان** یا **عفّت** ہے یعنے پاکدامنی یہ اُسی حالت میں خلق
ائیگا جبکہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے یعنے قدرت نے وہ قویٰ
ودی رکھے ہیں جنکے ذریعہ سے اس جرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچاوے

اور اگر بباعث بچہ ہونے یا نامرد ہونے یا خوجہ ہونے یا پیر فرتوت ہونے کے یہ قوت اس میں موجود نہ ہو تو اس صورت
میں ہم اسکو اس خلق سے جسکا نام اِحْصَان یا عِفَّت ہے موسوم نہیں کر سکتے ہاں یہ ضرور ہے کہ عفت
اور احصان کی اس میں ایک طبعی حالت ہے۔ مگر ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ طبعی حالتیں خلق کے نام سے موسوم
نہیں ہو سکتیں بلکہ اسوقت خلق کے مد میں داخل کی جاتی ہیں کہ جب کہ عقل کے زیر سایہ ہو کر اپنے محل پر صادر ہوں
یا صادر ہونے کے قابل ہو جائیں۔ لہذا جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ بچے اور نامرد اور ایسے لوگ جو کسی
تدبیر سے اپنے تئیں نامرد کر لیں اس خلق کے مصداق نہیں ٹھہر سکتے گو بظاہر عفت اور احصان کے رنگ میں
اپنی عمر بسر کریں بلکہ ان تمام صورتوں میں انکی عفت اور احصان کا نام طبعی حالت ہوگا نہ اور کچھ اور چونکہ یہ
ناپاک حرکت اور اسکے مقدمات جیسے مرد سے صادر ہو سکتے ہیں ویسا ہی عورت سے بھی صادر ہو سکتے ہیں
لہذا خدا کی پاک کتاب میں دونوں مرد اور عورت کے لیے یہ تعلیم فرمائی گئی ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ط
وَسَآءَ سَبِيْلًا ۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا ۔ وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا
كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ط فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا یعنے ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہدے کہ آنکھوں
کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل
ہو سکتی ہوں اور ایسے موقعوں پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جسطرح ممکن ہو بچاویں
ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنے بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ
سنیں انکے حسن کے قصے نہ سنیں یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لیے عمدہ طریق ہے ایسا ہی
ایماندار عورتوں کو کہدے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچاویں اور اپنے کانوں
کو بھی نامحرموں سے بچاویں یعنے انکی پر شہوات آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہوں کو پردہ میں رکھیں
اور اپنے زینت کے اعضا کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اسطرح سر پر لیں کہ گریبان سے
ہو کر سر پر آجائے یعنے گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے

ں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں یہ وہ تدبیر ہے کہ جسکی پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے
ر دوسرا **طریق** بچنے کے لیے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس سے دعا کریں
و کر سے بچا وے اور لغزشوں سے نجات دے۔ زنا کے قریب مت جاؤ یعنے ایسی تقریبوں سے دور رہو
ں سے یہ خیال بھی دل میں پیدا ہو سکتا ہو اور ان راہوں کو اختیار نہ کرو جن سے اس گناہ کے وقوع
ندیشہ ہو جو زنا کرتا ہے وہ بدی کو انتہا تک پہونچا دیتا ہے زنا کی راہ بہت بُری راہ ہے یعنے
ل مقصود سے روکتی ہے اور تمہاری آخری منزل کے لیے سخت خطرناک ہے اور جس کو نکاح میسر نہ آوے
ہیے کہ وہ اپنی عفت کو دوسرے طریقوں سے بچاوے مثلاً روزہ رکھے یا کم کھاوے یا اپنی طاقتوں سے
آزار کام لے اور لوگوں نے یہ بھی طریق نکالے ہیں کہ وہ ہمیشہ عمداً نکاح سے دست بردار رہیں
یجڑے بنیں اور کسی طریق سے رہبانیت اختیار کریں مگر ہم نے انسان پر یہ حکم فرض نہیں کیے اسی
یے وہ ان بدعتوں کو پوری طور پر نباہ نہ سکے خدا کا یہ فرمانا کہ ہمارا یہ حکم نہیں کہ لوگ خوجے بنیں یہ اس
ت کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اگر خدا کا حکم ہوتا تو سب لوگ اس حکم پر عمل کرنے کے مجاز بنتے تو اس صورت
ں بنی آدم کی قطع نسل ہو کر کبھی کا دنیا کا خاتمہ ہو جاتا اور نیز اگر اسطرح پر عفت حاصل کرنا ہو کہ عضو
ی کو کاٹ دیں تو یہ درپردہ اس صانع پر اعتراض ہے جس نے وہ عضو بنایا اور نیز جبکہ ثواب کا تمام مدار
س بات میں ہے کہ ایک قوت موجود ہو اور پھر انسان خدا تعالیٰ کا خوف کر کے اس قوت کی خراب جذبات
مقابلہ کرتا ہے اور اسکے منافع سے فائدہ اٹھا کر دو طور کا ثواب حاصل کرے پس ظاہر ہے کہ ایسے
عضو کے ضائع کر دینے میں دونوں ثوابوں سے محروم رہا ثواب تو جذبہ مخالفانہ کے وجود اور پھر اسکے
مقابلہ سے ملتا ہے مگر جس میں بچہ کی طرح وہ قوت ہی نہیں رہی اسکو کیا ثواب ملیگا کیا بچہ کو اپنی عفت
ثواب مل سکتا ہے؟۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لیئے صرف
لی تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ اپنے تئیں پاک دامن رکھنے کے لیے پانچ **علاج** بھی بتلا دیے ہیں یعنے
لہ اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا۔ کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا نامحرموں کے
ے قصے نہ سننا دوسرے تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کا اندیشہ ہو اپنے تئیں بچانا۔ اگر
کاح نہ ہو تو روزہ رکھنا۔ وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ **اعلیٰ تعلیم** ان سب تدبیروں کے ساتھ جو **قرآن شریف** نے بیان فرمائی ہیں صرف **اسلام سے ہی خاص ہے** اور اس جگہ ایک **نکتہ** یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اسکے جذبات شہوت محل اور موقعہ پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں اسلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ تو لیا کریں اور انکی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں اور انکے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور انکے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور انکی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں نہ پاک نظر سے اور نہ ناپاک نظر سے اور انکی خوش الحانی کی آوازیں اور انکے حسن کے قصے نہ سنیں نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ انکے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اسلئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی **تعلیم** فرمائی اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقعہ بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بد خطرات جنبش کر سکیں۔

اسلامی پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے خدا کی **کتاب** میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے یہ ان نادانوں کا خیال ہے جنکو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزاد نظر اندازی اور اپنی زینتوں کے دکھانے سے روکا جائے کیونکہ اس میں دونوں مرد اور عورت کی بھلائی ہے بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ خوابیدہ نگاہ سے غیر محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں **غض بصر** کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اسکو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اسکے لیے اس تمدنی زندگی میں

غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہی وہ مبارک عادت ہے جس سے اسکی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائیگی اور اسکی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا یہی وہ **خلق** ہے جسکو **اِحصان** اور **عِفّت** کہتے ہیں۔

دوسری قسم ترک شر کے اقسام میں سے وہ **خُلق** ہے جسکو عربی میں **امانت ودیانت** کہتے ہیں یعنے دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کرکے اسکو ایذا پہنچانے پر راضی نہ ہونا سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے اسیواسطے ایک بچہ شیر خوار بھی جو بوجہ کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغر سنی ابھی بُری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا اسقدر غیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودہ بھی مشکل سے پیتا ہے اور اگر بیہوشی کے زمانہ میں کوئی اور دایہ مقرر نہ ہو تو ہوش کے زمانہ میں اسکو دوسرے کا دودہ پلانا نہایت مشکل ہوجاتا ہے اور اپنی جان پر بہت تکلیف اٹھاتا ہے اور ممکن ہے کہ اس تکلیف سے مرنے کے قریب ہوجائے مگر دوسری عورت کے دودہ سے طبعاً بیزار ہوتا ہے اسقدر نفرت کا کیا بھید ہے ؟!! بس یہی کہ وہ والدہ کو چھوڑکر غیر کی چیز کیطرف رجوع کرنے سے طبعاً متنفر ہے۔ اب ہم جب ایک گہری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور اسپر غور کرتے ہیں اور فکر کرتے کرتے اسکی اس عادت کی تہ تک چلے جاتے ہیں تو ہم پر صاف کُھل جاتا ہے کہ یہہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے یہی جڑ دیانت اور امانت کی ہے اور دیانت کے خلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھیر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارے میں بھی سچی نفرت اور کراہت اسکے دل میں پیدا نہ ہوجاوے۔ لیکن بچہ اس عادت کو اپنے محل پر استعمال نہیں کرتا اور اپنی بے وقوفی کے سبب سے بہت کچھ تکلیفیں اٹھا لیتا ہے لہذا اسکی یہ عادت صرف ایک حالت طبعی ہے جسکو وہ بے اختیار ظاہر کرتا ہے اسلیئے وہ حرکت اس کے خلق میں داخل نہیں ہوسکتی گو انسانی سرشت میں اصل جڑ خلق دیانت اور امانت کی وہی ہے جیسا کہ بچہ اس غیر معقول حرکت سے متدین اور امین نہیں کہلا سکتا ایسا ہی وہ شخص بھی اس خلق سے متصف نہیں ہوسکتا جو اس طبعی حالت کو محل پر استعمال نہیں کرتا۔ امین اور دیانت دار بننا بہت نازک امر ہے جب تک انسان اسکے تمام پہلو بجا نہ لاوے امین اور دیانت دار نہیں ہوسکتا۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے نمونہ کے طور پر **آیات** مفصلہ ذیل میں امانت کا طریق سمجھایا ہے اور وہ طریق امانت یہہ ہے وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ

أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا

مَّعۡرُوۡفًا ه وَابۡتَلُوا الۡيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا فَادۡفَعُوۡۤا
اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَاۡكُلُوۡهَاۤ اِسۡرَافًا وَّبِدَارًا اَنۡ يَّكۡبَرُوۡا وَمَنۡ كَانَ غَنِيًّا
فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ وَمَنۡ كَانَ فَقِيۡرًا فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ فَاِذَا دَفَعۡتُمۡ اِلَيۡهِمۡ اَمۡوَالَهُمۡ فَاَشۡهِدُوۡا
عَلَيۡهِمۡ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا وَلۡيَخۡشَ الَّذِيۡنَ لَوۡ تَرَكُوۡا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا
عَلَيۡهِمۡ فَلۡيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡيَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۱۰ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡيَتٰمٰى
ظُلۡمًا اِنَّمَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيۡرًا ترجمہ یعنے اگر کوئی ایسا تم میں مالدار
ہو جو صحیح العقل نہ ہو مثلاً یتیم یا نابالغ ہو اور اندیشہ ہو کہ وہ اپنی حماقت سے اپنے مال کو ضائع کر دے گا
تو تم (بطور کورٹ آف وارڈس کے) وہ تمام مال اسکا متکفل کے طور پر اپنے قبضہ میں لے لو اور وہ تمام مال جس پر
سلسلہ تجارت اور معیشت کا چلتا ہے ان بے وقوفوں کے حوالہ مت کرو اور اس مال میں سے بقدر ضرورت
انکے کہانے اور پہننے کے لیے دیدیا کرو اور انکو اچھی باتیں قول معروف کی کہتے رہو یعنے ایسی باتیں
جن سے انکی عقل اور تمیز بڑہے اور ایک طور سے انکے مناسب حال انکی تربیت ہو جب ہو اور جاہل اور ناتجربہ کار
نہ رہیں اگر وہ تاجر کے بیٹے ہیں تو تجارت کے طریقے ان کو سکہلاؤ اور اگر کوئی اور پیشہ رکہتے ہوں تو اس پیشہ
کے مناسب حال انکو پختہ کر دو غرض ساتھ ساتھ ان کو تعلیم دیتے جاؤ اور اپنی تعلیم کا وقتاً فوقتاً امتحان
بہی کرتے جاؤ کہ جو کچھ تم نے سکہلایا اونہوں نے سمجھا بہی ہے یا نہیں پہر جب نکاح کے لائق ہو جائیں یعنے
عمر قریباً اٹھاراں برس تک پہونچ جاوے اور تم دیکہو کہ ان میں اپنے مال کے انتظام کی عقل پیدا ہو گئی ہے
تو ان کا مال انکے حوالہ کرو اور فضول خرچی کے طور پر انکا مال خرچ نہ کرو اور نہ اس خوف سے جلدی کر کے
کہ اگر یہہ بڑے ہو جائیں گے تو اپنا مال لے لیں گے ان کے مال کا نقصان کرو جو شخص دولتمند ہو اسکو
نہیں چاہیے کہ انکے مال میں سے کچھ حق الخدمت لیوے لیکن ایک محتاج بطور معروف لے سکتا ہے عرب میں
مالی محافظوں کے لیے یہ طور معروف تہا کہ اگر یتیموں کے کارپرداز انکے مال میں سے لینا چاہتے تو
حتے الوسع یہ قاعدہ جاری رکہتے کہ جو کچھ یتیم کے مال کو تجارت سے فائدہ ہو اس میں سے آپ بہی لیتے راس
المال کو تباہ نہ کرتے سو یہہ اسی عادت کی طرف اشارہ ہے کہ تم بہی ایسا کرو اور پہر فرمایا کہ جب تم یتیموں کو
مال واپس کرنے لگو تو گواہوں کے روبرو ان کو انکا مال دو اور جو شخص فوت ہونے لگے اور بچے اسکے ضعیف
اور صغیر السن ہوں تو اسکو نہیں چاہیے کہ کوئی ایسی وصیت کرے کہ جس میں بچوں کی حق تلفی ہو جو لوگ ایسے

یسی تقسیم کا مال کہاتے ہیں جس کی تقسیم پر ظلم ہو جاتا ہے وہ مال نہیں بلکہ آگ کہاتے ہیں اور آخر جلا دینے والی آگ میں ڈالے
جائینگے۔ اب دیکھو خدا تعالیٰ نے دیانت اور امانت کی کس قدر پہلو تبلائے سو حقیقی دیانت اور امانت وہی ہے
جو ان تمام پہلوؤں کے لحاظ سے ہو۔ اور اگر پوری عقلمندی کو دخل دیکر امانت داری میں تمام پہلوؤں کا لحاظ نہ ہو
تو ایسی دیانت اور امانت کئی طور سے چھپی ہوئی خیانتیں اپنے ہمراہ رکھے گی۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا
وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا
مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ
إِلَىٰ أَهْلِهَا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ
الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ وَلَا
تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ یعنے اس میں ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طور پر مت کہایا کرو اور نہ
اپنے مال کو رشوت کے طور پر حکام تک پہونچایا کرو تا اس طرح پر حکام کی اعانت سے دوسرے کے مالوں کو دبا لو۔
امانتوں کو انکے حقداروں کو واپس دیدیا کرو۔ خدا خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکہتا جب تم ماپو تو پورا
ماپو جب تم وزن کرو تو پوری اور بے خلل ترازو سے وزن کرو اور کسی طور سے لوگوں کو انکے مال کا نقصان
نہ پہونچاؤ اور فساد کی نیت سے زمین پر مت پہرا کرو یعنے اس نیت سے کہ چوری کریں یا ڈاکا ماریں یا کسی کی جیب
کتریں یا کسی اور ناجائز طریق سے بیگانہ مال پر قبضہ کریں۔ اور پھر فرمایا کہ تم اچھی چیزوں کے عوض میں
خبیث اور ردی چیزیں نہ دیا کرو یعنے جسطرح دوسروں کا مال دبا لینا ناجائز ہے اسیطرح خراب چیزیں بیچنا
یا اچھی کے عوض میں بُرا دینا بہی ناجائز ہے۔ ان تمام آیات میں خدا تعالیٰ نے تمام طریقے بد دیانتی
کے بیان فرما دیے اور ایسی کلام کلی کے طور پر فرمایا جس میں کسی بد دیانتی کا ذکر باہر نہ رہجائے صرف یہ نہیں
کہا کہ تو چوری نہ کرتا ایک ناداں یہ نہ سمجہے کہ چوری تو میرے لیے حرام ہے مگر دوسرے ناجائز طریقے سب حلال
ہیں اس کلمۂ جامعہ کے ساتھ تمام ناجائز طریقوں کو حرام ٹہیرانا یہی حکمت بیانی ہے۔ غرض اگر کوئی اس بصیرت
سے دیانت اور امانت کا خلق اپنے اندر نہیں رکہتا اور ایسے تمام پہلوؤں کی رعایت نہیں کرتا وہ اگر دیانت
امانت کو بعض امور میں دکہلائے بہی تو یہہ حرکت اسکی خلق دیانت میں داخل نہیں سمجہی جائیگی بلکہ ایک
طبعی حالت ہوگی جو عقلی تمیز اور بصیرت سے خالی ہے۔

تیسری قسم ترک شر کے اخلاق میں سے وہ قسم ہے کہ جسکو عربی میں **هُدْنَه** اور

ھدنہ لغت میں یعنے دوسرے کو ظلم کے راہ سے ایذا نہ پہونچانا اور بے شر انسان ہونا اور صلحکاری کے ساتھ زندگی بسر کرنا پس بلاشبہ صلحکاری اعلےٰ درجہ کا ایک خلق ہے اور انسانیت کیلئے اشد ضروری اور اس خلق کے مناسب حال طبعی قوت جو بچہ میں ہوتی ہے جسکی تعدیل سے یہ خلق بنتا ہے **اُلفت** یعنے خوگرفتگی - یہ تو ظاہر ہے کہ انسان صرف اپنی طبعی حالت میں یعنے اس حالت میں کہ جب انسان عقل سے بے بہرہ ہو صلح کے مضمون کو سمجھ نہیں سکتا اور نہ جنگ جوئی کے مضمون کو سمجھ سکتا ہے پس اس وقت جو ایک عادت موافقت کی اس میں پائی جاتی ہے وہی صلحکاری کی عادت کی ایک جڑ ہے لیکن چونکہ وہ عقل اور تدبیر اور خاص ارادہ سے اختیار نہیں کی جاتی اسلئے خلق میں داخل نہیں بلکہ خلق میں تب داخل ہوگی کہ انسان بالارادہ اپنے تئیں بے شر بناکر صلحکاری کے خلق کو اپنے محل پر استعمال کرے اور بے محل استعمال کرنے سے مجتنب رہے اس میں اللہ جل شانہ یہ تعلیم فرماتا ہے۔ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ اَلصُّلْحُ خَيْرٌ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا - وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا - اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ یعنے آپس میں صلحکاری اختیار کرو صلح میں خیر ہے۔ جب وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ - خدا کے نیک بندے صلحکاری کے ساتھ زمین پر چلتے ہیں اور اگر کوئی لغو بات کسی سے سنیں جو جنگ کا مقدمہ اور لڑائی کی ایک تمہید ہو تو بزرگانہ طور پر طرح دیکر چلے جاتے ہیں اور ادنیٰ ادنیٰ بات پر لڑنا شروع نہیں کر دیتے یعنے جب تک کوئی زیادہ تکلیف نہ پہونچے اسوقت تک ہنگامہ پردازی کو اچھا نہیں سمجھتے اور صلحکاری کے محل شناسی کا یہی اصول ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو خیال میں نہ لاویں اور معاف فرماویں اور لغو کا لفظ جو اس آیت میں آیا ہے سو واضح ہو کہ عربی زبان میں لغو اس حرکت کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص شرارت سے ایسی بکواس کرے یا بہ نیت ایذا ایسا فعل اس سے صادر ہو کہ دراصل اس سے کچھ ایسا حرج اور نقصان نہیں پہونچتا سو صلحکاری کی یہ علامت ہے کہ ایسی بیہودہ ایذا سے چشم پوشی فرماویں اور بزرگانہ سیرت عمل میں لاویں لیکن اگر ایذا صرف لغو کی حد میں داخل نہ ہو بلکہ اس سے واقعی طور پر جان یا مال یا عزت کو ضرر پہونچے تو صلحکاری کے خلق کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ اگر ایسے گناہ کو بخشا جائے تو اس خُلق کا نام **عفو** ہے جسکا انشاء اللہ تعالےٰ اسکے بعد بیان ہوگا - اور پھر فرمایا کہ جو شخص شرارت سے کچھ یاوہ گوئی کرے تو تم نیک طریق سے صلحکاری

ہا اسکو جواب دو تب اس خصلت سے دشمن بھی دوست ہو جائیگا غرض صلحکاری کے طریق سے چشم پوشی کا محل صرف اس درجہ کی بدی ہے جس سے کوئی واقعی نقصان نہ پہونچا ہو صرف دشمن کی بیہودہ گوئی ہو۔

چوتھی قسم ترک شر کے اخلاق میں سے **رفق** اور **قول حسن** ہے اور یہ خلق جس حالت طبعی سے پیدا ہوتا ہے اسکا نام **طلاقت** یعنے کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قول حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے یہی دلیل اس بات پر ہے کہ رفق کی جڑ جہاں سے یہ شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوت ہے اور رفق ایک خلق ہے جو اس قوت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتا ہے اس میں خدا تعالیٰ کی تعلیم یہ ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔ اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا **ترجمہ** یعنے لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا نہ کرے ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں۔ بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں ہو سکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھی ہوں۔ اور عیب مت لگاؤ۔ ان لوگوں کے برے برے نام مت رکھو بدگمانی کی باتیں مت کرو۔ اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ ایک دوسرے کا گلا مت کرو۔ کسی کی نسبت وہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جسکا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہوگا اور کان۔ آنکھ۔ دل ہر ایک سے پوچھا جائیگا۔

اب ترک شر کے اقسام ختم ہو چکے اور اب ہم ایصال خیر کے اقسام بیان کرتے ہیں **دوسری** قسم ان اخلاق کی ہے جو ایصال خیر سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلا خلق ان میں سے **عفو** ہے یعنے کسی کے گناہ کو بخشدینا اس میں ایصال خیر یہ ہے کہ جو گناہ کرتا ہے وہ ایک ضرر پہونچاتا ہے اور اس لائق ہوتا ہے کہ اسکو بھی ضرر پہونچایا جائے سزا دلائی جائے قید کرایا جائے جرمانہ کرایا جائے یا آپ ہی اسپر ہاتھ اٹھایا جائے پس اسکو بخشدینا اگر بخشدینا مناسب ہو اس کے حق میں ایصال خیر ہے اس میں **قرآن شریف** کی **تعلیم** یہ ہے وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ جَزٰٓؤُا

سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا فَمَنْ عَفٰی وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ یعنی نیک آدمی وہ ہیں جو غصہ کھانے کے محل پر اپنا غصہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔ بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخش دے اور ایسے موقع پر بخشے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتی ہو یعنی عین عفو کے محل پر ہو نہ غیر محل پر تو اسکا وہ بدلہ پائیگا۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآنی تعلیم یہ نہیں کہ خواہ نخواہ اور ہر جگہ شر کا مقابلہ نہ کیا جائے اور شریروں اور ظالموں کو سزا نہ دی جائے بلکہ یہ تعلیم ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ محل اور موقعہ گناہ بخشنے کا ہے یا سزا دینے کا۔ پس مجرم کے حق میں اور نیز عامہ خلائق کے حق میں جو کچھ فی الواقعہ بہتر ہو وہی صورت اختیار کی جائے۔ بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے توبہ کرتا ہے اور بعض وقت ایک مجرم گناہ بخشنے سے اور بھی دلیر ہو جاتا ہے پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اندھوں کی طرح صرف گناہ بخشنے کی عادت مت ڈالو بلکہ غور سے دیکھ لیا کرو کہ حقیقی نیکی کس بات میں ہے آیا بخشنے میں یا سزا دینے میں پس جو امر محل اور موقعہ کے مناسب ہو وہی کرو۔ افراد انسانی کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ جیسے بعض لوگ کینہ کشی پر بہت حریص ہوتے ہیں یہانتک کہ دادوں پردادوں کے کینوں کو یاد رکھتے ہیں ایسا ہی بعض لوگ عفو اور درگذر کی عادت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس عادت کے افراط سے دیوثی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ایسے قابل شرم حلم اور عفو اور درگذر ان سے صادر ہوتے ہیں جو سراسر حمیت اور غیرت اور عفت کے برخلاف ہیں بلکہ نیک چلنی پر داغ لگاتے ہیں اور ایسے عفو اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سب لوگ توبہ توبہ کر اٹھتے ہیں انہیں خرابیوں کے لحاظ سے قرآن شریف میں ہر ایک خلق کے لئے محل اور موقع کی شرط لگا دی ہے اور ایسے خلق کو منظور نہیں رکھا جو بے محل صادر ہو۔ یاد رہے کہ مجرد عفو کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک طبعی قوت ہے جو بچوں میں بھی پائی جاتی ہے بچہ کو جسکے ہاتھ سے چوٹ لگ جائے خواہ شرارت سے ہی لگے تھوڑی دیر کے بعد اس قصہ کو بھلا دیتا ہے اور پھر اسکے پاس محبت سے جاتا ہے۔ اور اگر ایسے شخص نے اس کے قتل کا بھی ارادہ کیا ہو تب بھی صرف میٹھی بات پر خوش ہو جاتا ہے پس ایسا عفو کسی طرح خلق میں داخل نہیں ہوگا خلق میں اس صورت میں داخل ہوگا جب ہم اسکو محل اور موقعہ پر استعمال کرینگے ورنہ صرف ایک طبعی قوت ہوگی۔ دنیا میں بہت تھوڑے ایسے لوگ ہیں جو طبعی قوت اور خلق میں فرق کر سکتے ہوں ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں یہ فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے

ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔ یوں تو چار پاؤں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم ان کو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ ان کو محل اور موقعہ کی عقل نہیں دیگئی خدا کی حکمت اور خدا کی سچی اور کامل کتاب نے ہر ایک خلق کے ساتھ محل اور موقعہ کی شرط لگادی ہے۔

دوسرا خلق اخلاق ایصال خیر میں سے عدل ہے اور تیسرا احسان اور چوتھا ایتاء ذی القربے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۔ یعنے اللہ تعالی کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو اور اگر عدل سے بڑھ کر احسان کا موقعہ اور محل ہو تو وہاں احسان کرو۔ اور اگر احسان سے بڑھ کر قریبوں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرنے کا محل ہو تو وہاں طبعی ہمدردی سے نیکی کرو اور اس سے خدا تعالی منع فرماتا ہے کہ تم حدود اعتدال سے آگے گذر جاؤ یا احسان کے بارے میں منکرانہ حالت تم سے صادر ہو جس سے عقل انکار کرے یعنی یہہ کہ تم بے محل احسان کرو یا محل احسان کرنے سے دریغ کرو یا یہہ کہ تم محل پر ایتاء ذی القربے کے خلق میں کچھ کمی اختیار کرو۔ یا حد سے زیادہ رحم کی بارش کرو۔ اس آیت کریمہ میں ایصال خیر کی تین درجوں کا بیان ہے اوّل یہ درجہ کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کی جائے یہ تو کم درجہ ہے اور ادنیٰ درجہ کا بھلا مانس آدمی بھی یہ خلق حاصل کر سکتا ہے کہ اپنے نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرتا رہے۔ دوسرا درجہ اس سے مشکل ہے اور وہ یہہ کہ ابتداءً آپ ہی نیکی کرنا اور بغیر کسیکے حق کے احسان کے طور پر اسکو فائدہ پہونچانا۔ اور یہہ خلق اوسط درجہ کا ہے اکثر لوگ غریبوں پر احسان کرتے ہیں اور احسان میں یہہ ایک عیب مخفی ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے کہ میں نے احسان کیا ہے اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکر یا دعا چاہتا ہے اور اگر کوئی ممنون منت اسکا اُسکے مخالف ہو جائے تو اسکا نام احسان فراموش رکھتا ہے بعض وقت اپنے احسان کی وجہ سے اسپر فوق الطاقت بوجھ ڈالدیتا ہے اور اپنا احسان اسکو یاد دلاتا ہے جیسا کہ احسان کرنے والوں کو خدا تعالی نے متنبہ کرنے کے لیے فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى یعنے اے احسان کرنے والو اپنے صدقات کو جنکی صدق پر بنا چاہیئے احسان یاد دلانے اور دکھ دینے کے ساتھ برباد مت کرو یعنے صدقہ کا لفظ صدق سے مشتق ہے پس اگر دل میں صدق اور اخلاص نہ رہے تو وہ صدقہ صدقہ نہیں رہتا بلکہ ایک ریاکاری کی حرکت ہو جاتی ہے غرض احسان کرنے والے میں یہہ ایک خامی ہوتی

ہے کہ کبھی غصہ میں آکر اپنا احسان یاد بھی دلا دیتا ہے سو جیسا خدا تعالیٰ نے احسان کرنے والوں کو ڈرایا تیسرا درجہ ایصال خیر کا خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ بالکل احسان کا خیال نہ ہو اور نہ شکر گذاری پر نظر ہو بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیسا کہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے یہ وہ آخری درجہ ایصال خیر کا ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان تمام ایصال خیر کی قسموں کو محل اور موقع سے وابستہ کر دیا ہے اور آیت موصوفہ میں صاف فرما دیا ہے کہ اگر یہ نیکیاں اپنے محل پر مستعمل نہیں ہونگی تو پھر یہ بدیاں ہو جائیں گی بجای عدل فحشا بنجائیگا یعنی حد سے اتنا تجاوز کرنا کہ ناپاک صورت ہو جاوے اور ایسا ہی بجائے احسان کے منکر کی صورت نکل آئیگی یعنی وہ صورت جس سے عقل اور کانشنس انکار کرتا ہے اور بجای ایتاء ذی القربےٰ کے بغی بنجائیگا یعنے وہ بیمحل ہمدردی کا جوش ایک بری صورت پیدا کرے گا اصل میں بغی اس بارش کو کہتے ہیں جو حد سے زیادہ برس جاوے اور کھیتوں کو تباہ کر دے اور واجبی حق میں کمی رکھنے کو بغی کہتے ہیں اور واجبی حق سے افزون کرنا بھی بغی ہے۔ غرض ان تینوں میں سے جو محل پر صادر نہیں ہوگا وہی خراب سیرت ہو جائیگی اسی لیے ان تینوں کے ساتھ موقعہ اور محل کی شرط لگا دی ہے۔ اس جگہ یاد رہے کہ مجرد عدل یا احسان یا ہمدردی ذی القربےٰ کو خلق نہیں کہہ سکتے بلکہ انسان میں یہ سب طبعی حالتیں اور طبعی قوتیں ہیں کہ جو بچوں میں بھی وجود عقل سے پہلے پائی جاتی ہیں مگر خلق کے لیے عقل شرط ہے اور نیز یہ شرط ہے کہ ہر ایک طبعی قوت محل اور موقعہ پر استعمال ہو۔

اور پھر احسان کے بارے میں اور بھی ضروری ہدایتیں قرآن شریف میں ہیں اور سب کو الف لام کے ساتھ جو خاص کرنے کے لیے آتا ہے استعمال فرما کر موقعہ اور محل کی رعایت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ - اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۔ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَ

الرِّقَابِ - اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ط وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ
اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ط وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ
حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ - وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ
ا وَّعَلَانِيَةً اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ
ي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
كِيْمٌ - لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ
بْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
لْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ
نَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا - اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ
مُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ **ترجمہ** یہ ہے کہ اے ایمان
و تم ان مالوں میں سے لوگوں کو بطریق سخاوت یا احسان یا صدقہ وغیرہ دو جو تمہارے پاک کمائی ہے
ے جس میں چوری یا رشوت یا خیانت یا غبن ۔۔۔ کا مال یا ظلم کے روپیہ کی آمیزش نہیں اور یہہ قصد
ا ریو دل سے دور رہے کہ ناپاک مال لوگوں کو دو ۔ اور دوسری یہہ بات ہے کہ اپنی خیرات اور مروت کو احسان
لینے اور دکھہ دینے کے ساتھہ باطل مت کرو یعنے اپنے ممنون منت کو کبھی یہ نہ جتلاؤ کہ ہمنے تجھے
دیا تھا اور نہ اسکو دکھہ دو کہ اسطرح تمہارا احسان باطل ہوگا ۔ اور نہ ایسا طریق پکڑو کہ تم اپنے مالوں
ریاکاری کے ساتھہ خرچ کرو خدا کی مخلوق سے احسان کرو کہ خدا احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے ۔
وگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں انکو وہ جام پلائے جائیں گے جنکی ملونی کافور ہوگی یعنے دنیا کی سوزشیں
حسرتیں اور ناپاک خواہشیں انکے دل سے دور کردی جائیں گی ۔ کافور کفر سے مشتق ہے اور کفر لغت عرب
ں دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں مطلب یہہ کہ انکی ناجائز جذبات دبائے جائیں گے اور وہ پاک باطن ہو
ئیں گے اور معرفت کی خنکی اُن کو پہونچے گی ۔ پہر فرماتا ہے کہ وہ لوگ قیامت کو اس چشمہ کا پانی پئیں گے
سکو وہ آج اپنے ہاتھہ سے چیر رہے ہیں ۔ اسجگہہ **بہشت کی فلاسفی** کا ایک ۔۔۔ **گہرا**
از بتلایا ہے جسکو سمجھنا ہو سمجھہ لے اور پہر فرمایا کہ حقیقی نیکی کرنیوالوں کی یہ خصلتیں ہیں کہ وہ محض خدا
محبت کے لیے وہ کہانے جو آپ پسند کرتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں اور کہتے

ہیں کہ ہم تمپر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہہ کام صرف اس بات کے لیئے کرتے ہیں کہ خدا ہم سے راضی ہو اور اس
کے ملنے کے لیے - یہ خدمت ہے ہم تم سے نہ تو کوئی بدلا چاہتے ہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ہمارا شکر کرتے پھرو
یہہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ایصال خیر کی تیسری قسم جو محض ہمدردی کے جوش سے ہے وہ طریق بجا لانے
ہیں نیک لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ خدا کی رضاجوئی کے لیے اپنے قریبیوں کو اپنے مال سے مدد کرتے ہیں اور
نیز اس مال میں سے یتیموں کی تعہد اور انکی پرورش اور تعلیم وغیرہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور مسکینوں کو
فقر و فاقہ سے بچاتے ہیں اور مسافروں اور سوالیوں کی خدمت کرتے ہیں اور ان مالوں کو غلاموں کے آزاد
کرانے کے لیے اور قرضداروں کو سبکدوش کرنے کے لیے بھی دیتے ہیں اپنے خرچوں میں نہ تو اسراف
کرتے ہیں نہ تنگدلی کی عادت رکھتے ہیں اور میانہ روش چلتے ہیں - پیوند کرنے کی جگہہ پر پیوند کرتے ہیں
اور خدا سے ڈرتے ہیں اور انکے مالوں میں سوالیوں اور بے زبانوں کا حق ہے بے زبانوں سے مراد کتے
بلیاں چڑیاں بیل گدھے بکریاں - اور دوسری چیزیں ہیں وہ تکلیفوں اور کم آمدنی کی حالت میں اور
قحط کے دنوں میں سخاوت سے دلتنگ نہیں ہو جاتے بلکہ تنگی کی حالت میں بھی اپنے مقدور کے موافق سخاوت
کرتے رہتے ہیں وہ کبھی پوشیدہ خیرات کرتے رہتے ہیں اور کبھی ظاہر - پوشیدہ اسلیے کہ تا ریاکاری
سے بچیں اور ظاہر اسلیے کہ تا دوسروں کو ترغیب دیں خیرات اور صدقات وغیرہ پر جو مال دیا جائے اس
میں یہہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ پہلے جسقدر محتاج ہیں انکو دیا جائے ہاں جو خیرات کے مال کا تعہد کریں یا اس
کے لیے انتظام اہتمام کریں انکو بھی خیرات کے مال سے کچھ ملسکتا ہے اور نیز کسیکو بدی سے بچانے کے
لیے بھی اس مال میں سے دے سکتے ہیں ایسا ہی وہ مال غلاموں کے آزاد کرنے کے لیے اور محتاج اور قرض
داروں اور آفت زدہ لوگوں کی مدد کے لیے بھی اور دوسرے راہوں میں جو محض خدا کے لیے ہوں وہ
مال خرچ ہوگا - تم حقیقی نیکی کو ہرگز نہیں پاسکتے جب تک کہ بنی نوع کی ہمدردی میں وہ مال خرچ نہ کرو جو
تمہارا پیارا مال ہے غریبوں کا حق ادا کرو مسکینوں کو مسافروں کی خدمت کرو اور فضولیوں سے اپنے
تئیں بچاؤ یعنے جو بیاہوں شادیوں میں اور طرح طرح کے عیاشی کی جگہوں میں اور لڑکا پیدا ہونے
میں ہوتے ہیں - جو اسراف سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس سے اپنے تئیں بچاؤ - تم ماں باپ سے نیکی کرو اور
قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے - اور ہمسایہ سے جو بیگانہ
ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور بیل اور گائے سے اور حیوانات سے جو تمہارے

قبضہ میں ہوں کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں وہ لاپروا ہوں اور خودغرضوں سے محبت نہیں کرتا اور ایسے لوگوں کو نہیں چاہتا جو بخیل ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں اور اپنے مال کو چھپاتے ہیں یعنے محتاجوں کو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے وہ حالت ہے جو **شجاعت** سے مشابہ ہوتی ہے جیسا کہ شیرخوار بچہ بھی اسی قوت کی وجہ سے کبھی آگ میں ہاتھ ڈالنے لگتا ہے کیونکہ انسان کا بچہ بباعث فطرتی جوہر غلبہ انسانیت کے ڈرانے والے نمونوں سے پہلے کسی چیز سے بھی نہیں ڈرتا اس حالت میں انسان نہایت بیباکی سے شیروں اور دوسرے جنگلی درندوں کا بھی مقابلہ کرتا ہے اور تن تنہا مقابلہ کے لیے آدمیوں کے لڑنے کے لیے نکلتا ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ بڑا بہادر ہے لیکن یہ صرف ایک طبعی حالت ہے کہ جس طرح اور درندوں میں پیدا ہوتی ہے بلکہ کتوں میں بھی پائی جاتی ہے اور حقیقی شجاعت جو محل اور موقعہ کے ساتھ خاص ہے اور جو اخلاق فاضلہ میں سے ایک خلق ہے وہ ان محل اور موقعہ کے امور کا نام ہے جنکا ذکر خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اس طرح پر آیا ہے وَالصَّابِرِيْنَ فِي الْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ یعنے بہادر وہ ہیں کہ جب لڑائی کا موقعہ آپڑے یا ان پر کوئی مصیبت پڑے تو بھاگتے نہیں انکا صبر لڑائی اور سختیوں کے وقت میں خدا کی رضامندی کے لیے ہوتا ہے اور اسکے چہرہ کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ بہادری دکھلانے کے۔ انکو ڈرایا جاتا ہے کہ لوگ تمہیں سزا دینے کے لیے اتفاق کر گئے ہیں سو تم لوگوں سے ڈرو پس ڈرانے سے اور بھی انکا ایمان بڑھتا ہے اور کہتے ہیں کہ خدا ہمیں کافی ہے یعنے انکی شجاعت کتوں اور درندوں کیطرح نہیں ہوتی جو صرف طبعی جوش پر مبنی ہو جسکا ایک ہی پہلو پر میل ہو بلکہ انکی شجاعت دو پہلو رکھتی ہے کبھی تو وہ اپنی ذاتی شجاعت سے اپنے نفس کے جذبات کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس پر غالب آتے ہیں اور کبھی جب دیکھتے ہیں کہ دشمن کا مقابلہ قرین مصلحت ہے تو نہ صرف جوش نفس سے بلکہ سچائی کی مدد کے لیے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں مگر نہ اپنے نفس پر بھروسا کر کے بلکہ خدا پر بھروسہ کر کے بہادری دکھاتے ہیں اور انکی شجاعت میں کوئی ریاکاری اور خود بینی نہیں ہوتی اور نہ نفس کی پیروی بلکہ ہر ایک پہلو سے خدا کی رضا مقدم ہوتی ہے

ان آیات میں یہہ سمجھایا گیا ہے کہ حقیقی شجاعت کی جڑ صبر اور ثابت قدمی ہے اور ہر ایک جذبہ نفسانی یا بلا جو
دشمنوں کی طرح حملہ کرے اسکے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہوکر بھاگ نہ جانا یہی شجاعت ہے۔ سو انسانی
شجاعت اور ایک درندہ کی شجاعت میں بڑا فرق ہے درندہ ایک ہی پہلو پر جوش اور غضب سے کام لیتا ہے
اور انسان جو حقیقی شجاعت رکھتا ہے وہ مقابلہ اور ترک مقابلہ میں جو کچھ قرین مصلحت ہو وہ اختیار کر
لیتا ہے۔

اور منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اسکی فطرت کا خاصہ ہے **سچائی** ہے انسان جب تک کوئی
غرض نفسانی اسکی محرک نہ ہو جھوٹ بولنا نہیں چاہتا اور جھوٹ کے اختیار کرنے میں ایک طرح کی نفرت اور
قبض اپنے دل میں پاتا ہے یہی وجہ ہے جس شخص کا صریح جھوٹ ثابت ہو جائے اس سے ناخوش ہوتا ہے اور
اسکو تحقیر کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن صرف یہی طبعی حالت اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتے بلکہ بچے اور دیوانے
بھی اسکے پابند رہ سکتے ہیں سو اصل حقیقت یہہ ہے کہ جب تک انسان ان نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ
ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اگر انسان صرف ایسی
باتوں میں سچ بولے جن میں اسکا چنداں حرج نہیں اور اپنی عزت یا مال یا جان کے نقصان کے وقت
جھوٹ بول جائے اور سچ بولنے سے خاموش رہے تو اسکو دیوانوں اور بچوں پر کیا فوقیت ہے کیا پاگل
اور نابالغ لڑکے بھی ایسا سچ نہیں بولتے دنیا میں ایسا کوئی بھی نہیں ہوگا کہ جو بغیر کسی تحریک کے خواہ نخواہ
جھوٹ بولے پس ایسا سچ جو کسی نقصان کے وقت چھوڑا جائے حقیقی اخلاق میں ہرگز داخل نہیں ہوگا سچ
کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقعہ وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو اس میں خدا کی یہہ
تعلیم ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا
دُعُوا وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۚ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبَىٰ كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَتَوَاصَوْا
بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ترجمہ بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے
پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بت ہے جس پر بھروسا کرنے والا خدا کا بھروسا چھوڑ دیتا ہے سو جھوٹ
بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور پھر فرمایا کہ جب تم سچی گواہی کے لیئے بلائے جاؤ تو جانے سے

انکار مت کرو اور سچی گواہی کو مت چھپاؤ اور جو چھپائیگا اسکا دل گنہگار ہے۔ اور جب تم بولو تو وہی بات منہ پر لاؤ جو سراسر سچ اور عدالت کی بات ہی اگرچہ تم اپنے کسی قریبی پر گواہی دو حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لیئے ہو جھوٹ مت بولو اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہونچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہونچے یا اور قریبیوں کو جیسے بیٹے وغیرہ اور چاہیے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں سچی گواہی سے نہ روکے سچے مرد اور سچی عورتیں بڑے بڑے اجر پائیں گی انکی عادت ہے کہ اوروں کو بھی سچ کی نصیحت دیتے ہیں اور جھوٹوں کی مجلسوں میں نہیں بیٹھتے۔

منجملہ انسان کی طبعی امور کے ایک صبر ہے جو اسکو ان مصیبتوں اور بیماریوں اور دکھوں پر کرنا پڑتا ہے جو اسپر ہمیشہ پڑتے رہتے ہیں اور انسان بہت سے سیاپے اور جزع فزع کے بعد صبر اختیار کرتا ہے لیکن جاننا چاہیئے کہ خدا تعالی کی پاک کتاب کے رو سے وہ صبر اخلاق میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ ایک حالت ہے جو تھک جانیکے بعد ضرورتاً ظاہر ہو جاتی ہے یعنے انسان کی طبعی حالتوں میں سے یہہ بھی ایک حالت ہے کہ وہ مصیبت کے ظاہر ہونے کے وقت پہلے روتا چیختا سر پیٹتا ہے آخر بہت سا بخار نکالکر جوش تھم جاتا ہے اور انتہا تک پہونچکر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے پس یہہ دونوں حرکتیں طبعی حالتیں ہیں انکو خلق سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ اسکے متعلق خلق یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنے ہاتھ سے جاتی رہے اور اس چیز کو خدا تعالی کی امانت سمجھکر کوئی شکایت منہ پر نہ لاوے اور یہہ کہے کہ خدا کا تھا خدا نے لے لیا اور ہم اسکی رضا کے ساتھ راضی ہیں۔ اس خلق کے متعلق خدا تعالی کا پاک کلام قرآن شریف ہمیں یہہ تعلیم دیتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ یعنے اے مومنوں ہم تمہیں اس طرح پر آزماتے رہیں گے کہ کبھی کوئی خوفناک حالت تم پر طاری ہوگی اور کبھی فقر و فاقہ تمہارے شامل حال ہوگا اور کبھی تمہارا مالی نقصان ہوگا اور کبھی جانوں پر آفت آئیگی اور کبھی اپنی محنتوں میں ناکام رہوگے اور حسب المراد نتیجے کوششوں کے نہیں نکلینگے اور کبھی تمہاری پیاری اولاد مریگی۔ پس ان لوگوں کو خوشخبری ہو کہ جب انکو کوئی مصیبت پہونچے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کی چیزیں اور اسکی امانتیں اور اسکے مملوک ہیں پس حق یہی ہے

کہ جسکی امانت ہی اسکی طرف رجوع کرے یہی لوگ ہیں جنپر خدا کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہیں جو خدا کی راہ کو پا گئے۔
غرض اس خلق کا نام صبر اور رضا برضا الٰہی ہے اور ایک طور سے اس خلق کا نام عدل بھی ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ انسان کی تمام زندگی میں اسکی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور ہزارہا باتیں اسکی مرضی کے موافق ظہور میں لاتا ہے اور انسان کی خواہش کے مطابق اسقدر نعمتیں اسکو دے رکھی ہیں کہ انسان شمار نہیں کرسکتا تو پھر یہہ شرط انصاف نہیں کہ اگر وہ کبھی اپنی مرضی بھی منوانا چاہے تو انسان منحرف ہو اور اسکی رضا کے ساتھہ راضی نہ ہو اور چون وچرا کرے یا بیدین اور بے راہ ہو جائے۔

اور منجملہ انسان کے طبعی امور کے جو اسکی طبیعت کے لازم حال ہیں ہمدردی خلق کا ایک جوش ہے قومی حمایت کا جوش بالطبع ہر ایک مذہب کے لوگوں میں پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ طبعی جوش سے اپنی قوم کی ہمدردی کے لیئے دوسروں پر ظلم کر دیتے ہیں گویا انہیں انسان نہیں سمجھتے سو یہ حالت کو خلق نہیں کہہ سکتے یہہ فقط ایک طبعی جوش ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہہ حالت طبعی کوّوں وغیرہ پرندوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ ایک کوّے کے مرنے پر ہزارہا کوّے جمع ہو جاتے ہیں لیکن یہہ عادت انسانی اخلاق میں اسوقت داخل ہوگی جبکہ یہہ ہمدردی انصاف اور عدل کی رعایت سے محل اور موقعہ پر ہو اسوقت یہہ ایک عظیم الشان خلق ہوگا جس کا نام عربی میں **مواسات** اور فارسی میں ہمدردی ہے اسی کیطرف اللہ جلّ شانہ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِيْنَ خَصِيْمًا وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا یعنے اپنی قوم کی ہمدردی اور اعانت فقط نیکی کے کاموں میں کرنی چاہیے اور ظلم اور زیادتی کے کاموں میں انکی اعانت ہرگز نہیں کرنی چاہیے اور قوم کی ہمدردی میں سرگرم رہو سستی مت کرو اور خیانت کرنے والوں کی طرف سے مت جھگڑو جو خیانت کرنے سے باز نہیں آتے خدا تعالیٰ خیانت پیشہ لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ منجملہ انسان کی طبعی حالتوں کے جو اسکی فطرۃ کو لازم پڑی ہوئی ہیں ایک اس بزرگ تر ہستی کی تلاش ہے جسکے لیئے اندر ہی اندر انسان کے دل میں ایک کشش موجود ہے اور اس تلاش کا اثر اسیوقت سے محسوس ہونے لگتا ہے جبکہ بچہ ماں کے رحم سے باہر آتا ہے کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی پہلے روحانی خاصیت اپنی جو دکھاتا ہے وہ یہی ہے کہ ماں کی طرف جھکا جاتا ہے اور طبعًا اپنی ماں کی محبت رکھتا ہے اور پھر جیسے جیسے حواس اسکے کھلتے جاتے ہیں اور شگوفہ فطرۃ اسکا کھلتا

جاتا ہے کشش محبت جو اسکے اندر چھپی ہوئی تھی اپنا رنگ و روپ نمایاں طور پر دکھاتی چلی جاتی ہے پھر تو یہہ ہوتا ہے کہ بجز اپنی ماں کی گود کے کسیجگہ آرام نہیں پاتا اور پورا آرام اسکا اسیکو کنار عاطفت میں ہوتا ہے اور اگر اس سے علیحدہ کر دیا جاوے اور دور ڈالدیا جائے تو تمام عیش اسکا تلخ ہوجاتا ہے اور اگرچہ اسکے آگے نعمتوں کا ایک ڈھیر ڈالدیا جائے تب بھی وہ اپنی سچی خوشحالی ماں کی گود میں ہی دیکھتا ہے اور اسکے بغیر کسیطرح آرام نہیں پاتا سو وہ کشش محبت جو اسکو اپنی ماں کی طرف پیدا ہوتی ہے وہ کیا چیز ہے ؟! درحقیقت یہ **وہی کشش** ہے جو **معبود حقیقی** کے لیے بچہ کی فطرۃ میں رکھی گئی ہے بلکہ ہر ایک جگہہ جو انسان تعلق محبت پیدا کرتا ہے درحقیقت وہی کشش کام کر رہی ہے اور ہر ایک جگہہ جو یہہ **عاشقانہ جوش** دکھلاتا ہے درحقیقت اسی محبت کا وہ ایک عکس ہے گویا دوسری چیزوں کو اٹھا اٹھا کر ایک گم شدہ چیز کو تلاش کر رہا ہے جسکا اب نام بھول گیا ہے سو انسان کا مال یا اولاد یا بیوی سے محبت کرنا یا کسی خوش آواز کے گیت کی طرف اسکی روح کا کھینچے جانا درحقیقت اسی **گم شدہ محبوب** کی تلاش ہے اور چونکہ انسان اوس دقیق در دقیق ہستی کو جو آگ کی طرح ہر ایک میں مخفی اور سب پر پوشیدہ ہے اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے اسکو پا سکتا ہے اسلیے اسکی معرفت کے بارہ میں انسان کو بڑی بڑی غلطیاں لگی ہیں اور سہو کاریوں سے اسکا حق دوسرے کو دیا گیا ہے خدا نے قرآن شریف میں یہ خوب مثال دی ہے ۔ کہ دنیا ایک ایسے شیش محل کی طرح ہے جسکی زمین کا فرش نہایت مصفا شیشوں سے کیا گیا اور پھر ان شیشوں کے نیچے پانی چھوڑا گیا جو نہایت تیزی سے چل رہا ہے اب ہر ایک نظر جو شیشوں پر پڑتی ہے وہ اپنی غلطی سے ان شیشوں کو بھی پانی سمجھ لیتی ہے اور پھر انسان ان شیشوں پر چلنے سے ایسا ڈرتا ہے جیسا کہ پانی سے ڈرنا چاہیئے حالانکہ وہ درحقیقت شیشے ہیں مگر صاف اور شفاف سو یہ بڑے بڑے اجرام جو نظر آتے ہیں جیسے آفتاب و ماہتاب وغیرہ یہ وہی صاف شیشے ہیں جنکی غلطی سے پرستش کی گئی اور انکے نیچے ایک **اعلیٰ طاقت** کام کر رہی ہے جو ان شیشوں کے پردہ میں پانی کی طرح بڑی تیزی سے چل رہی ہے اور مخلوق پرستوں کی نظر کی یہہ غلطی ہے کہ انہیں شیشوں کیطرف اس **کام** کو منسوب کر رہے ہیں جو انکے **نیچے کی طاقت** دکھلا رہی ہے یہی تفسیر اس **آیت کریمہ** کی ہے جو **اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ** ہے غرضکہ چونکہ خدا تعالیٰ کی ذات باوجود نہایت روشن ہونے کے پھر بھی نہایت مخفی ہوئی ہے اسلیے اسکی شناخت کے لیے صرف یہہ نظام جسمانی جو ہماری نظروں کے سامنے ہے کافی نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ ایسے نظام پر مدار رکھنے والے باوجودیکہ اس ترتیب ابلغ اور محکم کو جو صدہا

عجائبات پر مشتمل ہے نہایت غور کی نظر سے دیکھتے رہے بلکہ ہیئت اور طبعی اور فلسفہ میں وہ مہارتیں کیں کہ گویا آسمان و زمین کے اندر دھس گئے مگر پھر بھی شکوک اور شبہات کی تاریکی سے نجات نہ پا سکے اور اکثر انہیں طرح طرح کی خطاؤں میں مبتلا ہو گئے اور بیہودہ اوہام میں پڑکر کہیں کے کہیں چلے گئے اور اگر انکو اس صانع کے وجود کی طرف کچھ خیال بھی آیا تو بس اسیقدر کہ اس اعلیٰ اور عمدہ نظام کو دیکھکر یہ انکی دل میں پڑا کہ اس عظیم الشان سلسلہ کا جو پرحکمت نظام اپنے ساتھ رکھتا ہے کوئی پیدا کرنے والا ضرور چاہیے مگر ظاہر ہے کہ یہ خیال ناتمام اور یہہ معرفت ناقص ہے کیونکہ یہہ کہنا کہ اس سلسلہ کے لیے ایک خدا کی ضرورت ہے اس دوسرے کلام سے ہرگز مساوی نہیں کہ وہ خدا درحقیقت ہے بھی غرض یہہ انکی صرف قیاسی معرفت تھی جو دلکو اطمینان اور سکینت نہیں بخش سکتی اور نہ شکوک کو بکلی دل سے اٹھا سکتی ہے اور یہہ ایسا پیالہ ہے جس سے وہ پیاس معرفت تامہ کی بجھ سکے جو انسان کی فطرت کو لگائی گئی بلکہ ایسی معرفت ناقصہ نہایت پرخطر ہوتی ہے کیونکہ بہت شور ڈالنے کے بعد پھر آخر ہیچ اور نتیجہ ندارد ہے غرض جب تک خود خدا تعالیٰ اپنے موجود ہونیکو اپنے کلام سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ اس نے اپنے کام سے ظاہر کیا تب تک صرف کام کا ملاحظہ تسلی بخش نہیں ہے مثلاً اگر ہم ایک ایسی بند کوٹھری کو دیکھیں جس میں یہ بات عجیب ہو کہ اندر سے کنڈیاں لگائی گئی ہیں تو اس فعل سے ہم ضرور اول یہ خیال کرینگے کہ کوئی انسان اندر ہی جس نے اندر سے زنجیر کو لگایا ہے کیونکہ باہر سے اندر کی زنجیروں کو لگانا غیر ممکن ہے لیکن جب ایک مدت تک بلکہ برسوں تک باوجود بار بار آواز دینے کے اس انسان کی طرف سے کوئی آواز نہ آوے تو آخر یہ رای ہماری کہ کوئی اندر ہے بدل جائیگی اور یہہ خیال کریں گے کہ اندر کوئی نہیں بلکہ کسی حکمت عملی سے اندر کی کنڈیاں لگائی گئی ہیں۔ یہی حال ان فلاسفروں کا ہے جنہوں نے صرف فعل کے مشاہدہ پر اپنی معرفت کو ختم کر دیا ہے یہہ بڑی غلطی ہے جو خدا کو ایک مردہ کی طرح سمجھا جائے جسکو قبر سے نکالنا صرف انسان کا کام ہے اگر خدا ایسا ہے جو صرف انسانی کوشش نے اسکا پتہ لگایا ہے تو ایسے خدا کی نسبت ہماری سب امیدیں عبث ہیں بلکہ **خدا تو وہی** ہے جو ہمیشہ سے اور **قدیم** سے آپ **انا الموجود** کہکر لوگوں کو اپنی طرف بلاتا رہا ہے یہہ بڑی گستاخی ہوگی کہ ہم ایسا خیال کریں کہ اسکی معرفت میں انسان کا احسان اسپر ہے اور اگر فلاسفر نہ ہوتے تو گویا وہ گم کا گم ہی رہتا۔ اور یہہ کہنا کہ خدا کیونکر بول سکتا ہے کیا اسکے زبان ہے یہہ بھی ایک بڑی بیباکی ہے کیا اس نے جسمانی ہاتھوں کے بغیر تمام آسمانی اجرام اور زمین کو نہیں بنایا کیا وہ جسمانی آنکھوں کے بغیر تمام دنیا کو نہیں دیکھتا کیا وہ جسمانی کانوں کے بغیر ہماری آوازیں نہیں سنتا پس کیا یہہ ضروری نہ تھا کہ اسیطرح

وہ کلام بھی کرے یہ بات بھی ہرگز صحیح نہیں ہے کہ خدا کا کلام کرنا آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گیا ہے نہ ہم اسکے کلام اور مخاطبات پر کسی زمانہ تک مہر لگاتے ہیں بلکہ وہ اب بھی ڈھونڈنیوالوں کو الہامی چشمہ سے مالا مال کرنیکو طیار ہے جیساکہ پہلے تھا اور اب بھی اسکے فیضان کے لیے دروازے کھلے ہیں ہاں البتہ ضرورتوں کے ختم ہونے پر شریعتیں اور حدود ختم ہوگئی اور تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کمال کو پہونچ گئیں۔ اس آخری نور کا عرب سے ظاہر ہونا بھی خالی حکمت سے نہ تھا عرب وہ بنی اسماعیل کی قوم تھی جو اسرائیل سے منقطع ہوکر حکمت الٰہی سے بیابان فاران میں ڈالدی گئی تھی اور فاران کے معنے ہیں دو فرار کرنے والے یعنے بھاگنے والے پس جنکو خود حضرت ابراہیم نے بنی اسرائیل سے علیحدہ کردیا تھا ان کا توریت کی شریعت میں کچھ حصہ نہیں رہا تھا جیساکہ لکھا ہے کہ وہ اسحاق کے ساتھ حصہ نہیں پائیں گے پس تعلق والوں نے انہیں چھوڑدیا اور کسی دوسرے سے انکا تعلق اور رشتہ نہ تھا اور دوسرے تمام ملکوں میں کچھ کچھ رسوم عبادات اور احکام کے پائے جاتے تھے جن سے پتا لگتا ہے کہ کسیوقت انکو نبیوں کی تعلیم پہونچی تھی پس صرف عرب کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا جو ان تعلیموں سے محض ناواقف تھا اور تمام جہان سے پیچھے رہا ہوا تھا اسلیے آخر میں اسکی نوبت آئی اور اسکی نبوت عام ٹھیری تا تمام ملکوں کو دوبارہ برکات کا حصہ دیوے اور جو غلطی پڑگئی ہو اس کو نکالدے پس ایسی کامل کتاب کے بعد کس کتاب کا انتظار کریں جسنے سارا کام انسانی اصلاح کا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پہلی کتابوں کی طرح صرف ایک قوم سے واسطہ نہیں رکھا بلکہ تمام قوموں کی اصلاح چاہی اور انسانی تربیت کے تمام مراتب بیان فرمائے وحشیوں کو انسانیت کے آداب سکھائے پھر انسانی صورت بنانیکے بعد اخلاق فاضلہ کا سبق دیا یہہ قرآن نے ہی دنیا پر احسان کیا کہ طبعی حالتوں اور اخلاق فاضلہ میں فرق کرکے دکھلایا اور جب طبعی حالتوں سے نکالکر اخلاق فاضلہ کے محل عالی تک پہونچایا تو فقط اسی پر کفایت نہ کی بلکہ اور مرحلہ جو باقی تھا یعنے روحانی حالتوں کا مقام اس تک پہونچنے کے لیے پاک معرفت کے دروازے کھولدیے اور نہ صرف کھولدیے بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس تک پہنچا بھی دیا پس اس طرح پر تینوں قسم کی تعلیم جسکا میں پہلے ذکر کرچکا ہوں کمال خوبی سے بیان فرمائی پس چونکہ وہ تمام تعلیموں کا جنپر دینی تربیت کی ضرورتوں کا مدار ہے کامل طور پر جامع ہے اسلیے یہہ دعوے اسنے کیا کہ میںنے ہی دائرہ دینی تعلیم کو کمال تک پہونچایا جیساکہ وہ فرماتا ہے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنے آج میںنے دین

تمہارا کامل کیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور میں تمہارا دین اسلام ٹھیرا کر خوش ہوا یعنے دین کا انتہائی مرتبہ وہ امر ہے جو اسلام کے مفہوم میں پایا جاتا ہے یعنے یہہ کہ محض خدا کے لیے ہو جانا اور اپنی نجات اپنے وجود کی قربانی سے چاہنا نہ اور طریق سے اور اس نیت اور اس ارادہ کو عملی طور پر دکھلا دینا یہہ وہ نقطہ ہے جس پر تمام کمالات ختم ہوتے ہیں پس خدا کو حکیموں نے شناخت نہ کیا **قرآن نے اس سچے خدا کا پتہ بتایا** قرآن نے خدا کی معرفت عطا کرنے کے لیے دو طریق رکھے ہیں اوّل وہ طریق جس کے رو سے انسانی عقل عقلی دلائل پیدا کرنے میں بہت قوی اور روشن ہو جاتی ہے اور غلطی کرنے سے بچ جاتی ہے اور دوسرا روحانی طریق جس کو ہم تیسرے سوال کے جواب میں عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کرینگے۔ اب دیکھو کہ عقلی طور پر قرآن نے خدا کی ہستی پر کیا کیا عمدہ اور بے مثل دلائل دیے ہیں جیسا کہ ایک جگہہ فرماتا ہے رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی یعنے خدا وہ خدا ہے کہ جس نے ہر ایک شی کے مناسب حال اسکو پیدائش بخشی پھر اس شی کو اپنے کمالات مطلوبہ حاصل کرنے کے لیے راہ دکھلا دی اب اگر اس آیت کے مفہوم پر نظر رکھکر انسان سے لیکر تمام بحری اور بری جانوروں اور پرندوں کی بناوٹ تک دیکھا جائے تو خدا کی قدرت یاد آتی ہے کہ ہر ایک چیز کی بناوٹ اسکے مناسب حال معلوم ہوتی ہے پڑھنے والے خود سوچ لیں کیونکہ یہہ مضمون بہت وسیع ہے۔

دوسری **دلیل خدا تعالیٰ کی ہستی پر** قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کا علت العلل ہونا قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی یعنے تمام سلسلہ علل و معلولات کا تیرے رب پر ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ نظر تعمیق سے معلوم ہوگا کہ یہہ تمام موجودات علل و معلول کے سلسلہ میں موجود ہے اور اسی وجہ سے دنیا میں طرح طرح کے علوم پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ کوئی حصہ مخلوقات کا نظام سے باہر نہیں بعض بعض کے لیے بطور اصول اور بعض بطور فروع کے ہیں اور یہہ تو ظاہر ہے کہ علت یا تو خود اپنی ذات سے قائم ہوگی اور یا اسکا وجود کسی دوسری علت کے وجود پر منحصر ہوگا اور پھر یہہ دوسری علت کسی اور علت پر وعلی ہذا القیاس اور یہہ تو جائز نہیں کہ اس محدود دنیا میں علل و معلول کا سلسلہ کہیں جاکر ختم نہ ہو اور غیر متناہی ہو تو بالضرورت ماننا پڑا کہ یہہ سلسلہ ضرور کسی اخیر علت پر جاکر ختم ہو جاتا ہے پس جس پر اس تمام سلسلہ کا انتہا ہے وہی خدا ہے آنکھہ کھولکر دیکھہ لو کہ آیت **وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی** اپنے مختصر لفظوں میں اسی دلیل مذکورہ بالا کو بیان فرما

رہی ہے جسکے یہہ معنے ہیں کہ انتہا تمام سلسلہ کا تیرے رب تک ہے۔

پہر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر یہہ دی جیسا کہ فرماتا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ یعنے آفتاب چاند کو پکڑ نہیں سکتا اور نہ رات جو مظہر ماہتاب ہے دن پر جو مظہر آفتاب ہے کچھ تسلط کرسکتی ہے یعنے کوئی ان میں سے اپنی حدود مقررہ سے باہر نہیں جاتا اگر ان کا در پردہ کوئی مدبر نہ ہو تو یہہ تمام سلسلہ درہم برہم ہوجائے یہہ دلیل ہیئت پر غور کرنے والوں کے لیے نہایت فائدہ بخش ہے کیونکہ اجرام فلکی کے اتنے بڑے عظیم الشان اور بے شمار گولے ہیں جنکے تھوڑے سے بگاڑ سے تمام دنیا تباہ ہوسکتی ہے یہہ کیسی قدرت حق ہے کہ وہ آپس میں نہ ٹکراتے ہیں نہ بال بھر رفتار بدلتے اور نہ اتنی مدت تک کام دینے سے کچہ گہسے اور نہ انکی کلوں پرزوں میں کچہ فرق آیا اگر سر پر کوئی محافظ نہیں تو کیونکر اتنا بڑا کارخانہ بے شمار برسوں سے خود بخود چل رہا ہے انہیں حکمتوں کی طرف اشارہ کرکے خداتعالے دوسرے مقام میں فرماتا ہے أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنے کیا خدا کے وجود میں شک ہوسکتا ہے جس نے ایسے آسمان اور ایسی زمین بنائی۔

پہر ایک لطیف دلیل اپنی ہستی پر فرماتا ہے اور وہ یہہ ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنے ہر ایک چیز معرض زوال میں ہے اور جو باقی رہنے والا ہے وہ خدا ہے جو جلال والا اور بزرگی والا ہے۔ اب دیکہو کہ اگر ہم فرض کرلیں کہ ایسا ہو کہ زمین ذرہ ذرہ ہوجائے اور اجرام فلکی بہی ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور ان پر معدوم کرنے والی ایک ایسی ہوا چلے جو تمام نشان ان چیزوں کے مٹادے مگر پہر بہی عقل اسبات کو مانتی اور قبول کرتی ہے بلکہ صحیح کانشنس اسکو ضروری سمجھتا ہے کہ اس تمام نیستی کے بعد بہی ایک چیز باقی رہجائے جسپر فنا طاری نہ ہو اور تبدیل اور تغیر کو قبول نہ کرے اور اپنی پہلی حالت پر باقی رہے پس وہی خدا ہے جو تمام فانی صورتوں کو ظہور میں لایا۔

پہر ایک اور دلیل اپنی ہستی پر قرآن شریف میں پیش کرتا ہے أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ یعنے میں نے روحوں کو کہا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں اس آیت میں خداتعالی قصہ کے رنگ میں روحوں کی اس خاصیت کو بیان فرماتا ہے جو انکی فطرت میں اس نے رکھی ہوئی ہے اور وہ یہہ ہے کہ کوئی روح فطرت کی رو سے خداتعالے کا انکار نہیں کرسکتے صرف منکروں کو اپنے خیال

میں دلیل نہ ملنے کی وجہ سے انکار ہے مگر باوجود اس انکار کے وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہر ایک حادث کے واسطے ضرور ایک محدث ہو دنیا میں ایسا کوئی نادان نہیں کہ اگر مثلاً بدن میں کوئی بیماری ظاہر ہو تو وہ اس بات پر اصرار کرے کہ درپردہ اس بیماری کے ظہور کی کوئی علت نہیں اگر یہہ سلسلہ دنیا کا علل اور معلول سے مربوط نہ ہوتا تو قبل از وقت یہہ بتا دینا کہ فلاں تاریخ طوفان آئیگا یا آندہی یا خسوف ہوگا یا کسوف ہوگا یا فلاں وقت بیمار مرجائے گا یا فلاں وقت تک ایک بیماری کے ساتھہ فلاں بیماری لاحق ہوجائیگی یہہ تمام باتیں غیر ممکن ہوجاتیں پس ایسا محقق اگرچہ خدا کے وجود کا اقرار نہیں کرتا مگر ایک طور سے تو اس نے اقرار کر ہی دیا کہ وہ بھی ہماری طرح معلولات کے لیے علل کی تلاش میں ہے پس یہہ بھی ایک قسم کا اقرار ہے اگرچہ کامل اقرار نہیں ماسوا اسکے اگر کسی ترکیب سے ایک منکر وجود باری کو ایسے طور سے بیہوش کیا جائے کہ وہ اس سفلی زندگی کے خیالات سے بالکل الگ ہوکر اور تمام ارادوں سے معطل رہ کر اعلےٰ ہستی کے قبضہ میں ہوجائے تو وہ اس صورت میں خدا کے وجود کا اقرار کرے گا انکار نہیں کرے گا جیسا کہ اسپر بڑے بڑے مجربین کا تجربہ ہے سو ایسی حالت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور مطلب آیت یہہ ہے کہ انکار وجود باری صرف سفلی زندگی تک ہی ورنہ اصل فطرت میں اقرار بھرا ہوا ہے۔

یہ دلائل وجود باری ہیں جو ہمنے بطور نمونہ کے لکھدیے ہیں بعد اسکے یہہ بھی جاننا چاہیے کہ جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اسکی اس نے یہہ صفات لکھی ہیں هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ یعنے وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جسکے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں یہہ اسلیے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اسکی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے اس صورت میں خدائی معرض خطرہ میں رہے گی اور یہہ جو فرمایا کہ اسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اس سے یہہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جسکی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلےٰ اور بلند ہیں کہ اگر

موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھکر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا وہی خدا ہے جسکی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے اسکی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھہ سکتا ہے مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادۃ ہے یعنے کوئی چیز اسکی نظر سے پردہ میں نہیں ہے یہہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیا رسے غافل ہو وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھہ سکتا وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دیگا اور قیامت برپا کردیگا اور اسکے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے پھر فرمایا کہ ھُوَ الرَّحْمٰنُ یعنے وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی کے عمل کے پاداش میں ان کے لیے سامان راحت میسر کرتا ہے جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لیے بنا دیا اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے اور اس کام کے لحاظ سے خدا تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے اور پھر فرمایا کہ الرَّحِیْمُ یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے کسیکی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے اور یہہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے اور پھر فرمایا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنے وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتہہ میں رکھتا ہے اسکا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین آسمان کی حکومت سونپ دی ہو اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچہ نہ کرتا ہو وہی کارپرداز سب کچہ جزا سزا دیتا ہو یا آیندہ دینے والا ہو۔ اور پھر فرمایا اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ یعنے وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں اگر مثلاً تمام رعیت جلاوطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جائے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کردیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کرکے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اسکی بادشاہت چل نہ سکتی کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دیکر پھر دوسرے دنیا کہاں سے لاتا کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لیے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا تو

اس صورت میں اسکی خدائی میں فرق آتا اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کے لیے قانون بناتے ہیں بات بات میں بگڑتے ہیں اور اپنے خودغرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو شیر مادر سمجھ لیتے ہیں مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز بچانے کے لیے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈالدیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو تو یہہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہیئے پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو وہ یا تو کمزور راجوں کیطرح قدرت کی جگہہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بنکر خدائی کو ہی الوداع کہتا بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھہ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔

پھر فرمایا اَلسَّلَامُ یعنے وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے اسکے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو پھر اس بدنمونہ کو دیکھکر کسطرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دیگا چنانچہ اللہ تعالی باطل معبودوں کے بارہ میں فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَـيْــــًٔـا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ الجزو نمبر ۱۷ سورہ حج ۔ جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب ملکر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں ۔ اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں ۔ بلکہ اگر مکھی کوئی انکی چیز چھین کر لیجائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں انکے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں۔ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنیوالا ہے نہ اسکو کوئی پکڑ سکے نہ مار سکے ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کا قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہیے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے یہہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اسکے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پہر فرمایا کہ اَلْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ یعنے وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانیوالا ہے اور اسکی ذات نہایت ہی مستغنی ہے ...... اور فرمایا کہ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى یعنے وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا بہی پیدا کرنے والا اور روحوں کا بہی پیدا کرنے والا رحم میں تصویر کہینچنے والا تمام نیک نام جہانتک خیال میں آسکیں سب اسی کے نام ہیں۔ اور پہر فرمایا کہ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنے آسمان کے لوگ بہی اسکے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بہی اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بہی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں اور پہر فرمایا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنے خدا بڑا قادر ہے یہہ پرستاروں کے لیے تسلی ہے کیونکہ اگر خدا عاجز ہوا اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا امید رکہیں اور پہر فرمایا کہ رَبِّ الْعٰلَمِينَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ یعنے وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا رحمن رحیم اور جزا کے دن کا آپ مالک ہے اس اختیار کو کسیکے ہاتہ نہیں دیا ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنے دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پہر فرمایا اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ یعنے ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا یہہ اسلیے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اسکی زندگی کے بارہ میں بہی دہڑکا رہیگا کہ شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے اور پہر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسیکا بیٹا اور نہ کوئی اسکا بیٹا اور نہ کوئی اسکے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس۔

اور یاد رہے کہ خدا تعالی کی توحید کو صحیح طور پر ماننا اور اس میں زیادت یا کمی نہ کرنا یہہ وہ عدل ہے جو انسان اپنے مالک حقیقی کے حق میں بجا لاتا ہے۔ یہ تمام حصہ اخلاقی تعلیم کا ہے جو قرآن شریف کی تعلیم میں سے درج ہوا ہے اس میں اصول یہہ ہے کہ خدا تعالے نے تمام اخلاق کو افراط اور تفریط سے بچایا ہے اور ہر ایک خلق کو اس حالت میں خلق کے نام سے موسوم کیا ہے کہ جب اپنے واقعی اور واجب حد سے کم و بیش نہ ہو۔ یہہ تو ظاہر ہے کہ نیکی حقیقی وہی چیز ہے جو دو حدوں کے وسط میں ہوتی ہے یعنے زیادتی اور کمی یا افراط اور تفریط کے درمیان ہوتی ہے۔ ہر ایک عادت جو وسط کی طرف کہینچے اور وسط پر قائم کرے وہی خلق فاضل کو پیدا کرتی ہے محل اور موقعہ کا پہچاننا ایک وسط ہے مثلاً اگر زمیندار اپنا تخم وقت

سے پہلے بودی یا وقت کے بعد دونوں صورتوں میں وہ وسط کو چھوڑتا ہے نیکی اور حق اور حکمت سب وسط میں ہے اور وسط موقعہ بینی میں یا یوں سمجھ لو کہ حق وہ چیز ہے کہ ہمیشہ دو متقابل باطلوں کے وسط میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ عین موقعہ کا التزام ہمیشہ انسان کو وسط میں رکھتا ہے اور خداشناسی کے بارہ میں وسط کی شناخت یہ ہے کہ خدا کی صفات کے بیان کرنے میں نہ تو نفی صفات کے پہلو کی طرف جھک جائے اور نہ خدا کو جسمانی چیزوں کا مشابہ اقرار دے یہی طریق قرآن شریف نے صفات باری تعالیٰ میں اختیار کیا ہے چنانچہ وہ یہ بھی فرماتا ہے کہ خدا دیکھتا سنتا جانتا بولتا کلام کرتا ہے اور پھر مخلوق کی مشابہت سے بچانے کے لیے یہ بھی فرماتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ یعنے خدا کی ذات اور صفات میں کوئی اُس کا شریک نہیں اسکے لیے مخلوق سے مثالیں مت دو سو خدا کی ذات کو تشبیہ اور تنزیہ کے بین بین رکھنا یہی وسط ہے غرض اسلام کی تعلیم تمام میانہ روی کی تعلیم ہے سورۃ فاتحہ بھی میانہ روی کی ہدایت فرماتی ہے کیونکہ فرماتا ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جو خدا تعالیٰ کے مقابل پر قوت غضبی کو استعمال کر کے قوی سبعیہ کی پیروی کرتے ہیں اور ضالین سے وہ مراد ہیں جو قوی بہیمیہ کی پیروی کرتے ہیں اور میانہ طریق وہ ہے جسکو لفظ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے یاد فرمایا ہے غرض اس مبارک امت کے لیے قرآن شریف میں وسط کی ہدایت ہے توریت میں خدا تعالیٰ نے انتقامی امور پر زور دیا تھا اور انجیل میں عفو اور درگذر پر زور دیا تھا اور اس امت کو موقعہ شناسی اور وسط کی تعلیم ملی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا یعنے ہم نے تم کو وسط پر عمل کرنے والے بنایا اور وسط کی تعلیم تمہیں دی سو مبارک وہ جو وسط پر چلتے ہیں خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا۔

تیسرا سوال یعنے یہ کہ روحانی حالتیں کیا ہیں واضح رہے کہ ہم پہلے اس سے بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ہدایت قرآن شریف کے روحانی حالتوں کا منبع اور سرچشمہ نفس مطمئنہ ہے جو انسان کو با اخلاق ہونے کے مرتبہ سے باخدا ہونیکے مرتبہ تک پہنچاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ یعنے اے نفس خدا کے ساتھ آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔ اس جگہ بہتر ہے کہ

ہم روحانی حالتوں کے بیان کرنے کے لیے اس آیت کریمہ کی تفسیر کسیقدر توضیح سے بیان کریں۔ پس یاد رکھنا چاہیے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پاجائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کے خدا میں ہی ہو جائے یہی وہ حالت ہے جسکو دوسرے لفظوں میں **بہشتی زندگی** کہا جاتا ہے اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پالیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی **بہشت موعود** پر نظر ہوتی ہے اور یہ **بہشت موجود** میں داخل ہوتا ہے اسی درجہ پر پہونچکر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جسکا بوجہ اسکے سرپر ڈالا گیا ہے در حقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اسکی روح نشو ونما پاتی ہے اور جسپر اسکی روحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے۔ اور اسکے نتیجہ کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے اسی مقام پر یہہ بات حاصل ہوتی ہے کہ وہ ساری ملامتیں جو نفس لوامہ انسان کو اسکی ناپاک زندگی پر کرتا ہے اور پہر بہی نیک خواہشوں کو اچھی طرح ابہار نہیں سکتا اور بُری خواہشوں سے حقیقی نفرت نہیں دلا سکتا اور نہ نیکی پر ٹہیرنے کی پوری قوت بخش سکتا ہے اب اس درجہ پر وقت آجاتا ہے کہ پوری کامیابی حاصل کرے اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں اور روح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے اسوقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے جو عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دور جا پڑتا ہے دہویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتہ سے اسکے دل میں لکھدیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتہ سے اسکے دل سے باہر پہینک دیتا ہے سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے اور فطرت کے تمام برجوں پر راستبازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے۔ اور باطل بہاگ جاتا ہے اور اپنے ہتیار پہینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتہ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ **آیات ذیل** میں انہیں امور کی طرف اشارہ فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَیْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنے خدا نے مومنوں کے دل میں ایمان کو اپنے ہاتہ سے لکھدیا ہے اور روح القدس کے ساتھ اُنکی مدد کی

اس نے اے مومنو ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اسکا حسن وجمال تمہارے دل میں بٹھا دیا اور کفر اور بدکاری اور معصیت سے تمہارے دل کو نفرت دیدی اور بُری راہوں کا مکروہ ہونا تمہارے دل میں جما دیا یہہ سب کچھ خدا کے فضل اور رحمت سے ہوا حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کب حق کے مقابل ٹھہر سکتا تھا۔ غرض یہہ تمام اشارات اس روحانی حالت کی طرف ہیں جو تیسرے درجہ پر انسان کو حاصل ہوتی ہے اور سچی بینائی انسان کو کبھی نہیں مل سکتی جب تک یہ حالت اسکو حاصل نہ ہو۔ اور یہہ جو خدا تعالی فرماتا ہے کہ میں نے ایمان انکو دلمیں اپنے ہاتھ سے لکھا اور روح القدس سے انکی مدد کی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو سچی طہارت اور پاکیزگی کبھی حاصل نہیں ہو سکتی جبتک آسمانی مدد اسکے شامل حال نہ ہو نفس لوامہ کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ بار بار توبہ کرتا اور بار بار گرتا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی صلاحیت سے نا امید ہو جاتا ہے اور اپنی مرض کو نا قابل علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مقدر پورا ہو جاتا ہے تو رات کو یا دن کو یک دفعہ ایک نور اسپر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں الٰہی قوت ہوتی ہے اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اندر پیدا ہو جاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آجاتا ہے اُسوقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے اور آنکھوں میں وہ نور آجاتا ہے جو پہلے نہیں تھا لیکن اس راہ کو کیونکر حاصل کریں اور اس روشنی کو کیونکر پاویں سو جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو دار الاسباب ہے ہر ایک معلول کے لیے ایک علت ہے اور ہر ایک حرکت کے لیے ایک محرک ہے اور ہر ایک علم حاصل کرنے کے لیے ایک راہ ہے جسکو صراط مستقیم کہتے ہیں دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو بغیر پابندی ان قواعد کے مل سکے جو قدرت نے ابتدا سے اسکے لیے مقرر کر رکھے ہیں قانون قدرت بتلا رہا ہے کہ ہر ایک چیز کے حصول کے لیے ایک صراط مستقیم ہے اور اسکا حصول اسی پر قدرتاً موقوف ہے مثلاً اگر ہم ایک اندھیری کوٹھری میں بیٹھے ہوں اور آفتاب کی روشنی کی ضرورت ہو تو ہمارے لیے یہہ صراط مستقیم ہے کہ ہم اس کھڑکی کو کھولدیں جو آفتاب کی طرف ہے تب یک دفعہ آفتاب کی روشنی اندر آکر ہمیں منور کردیگی سو ظاہر ہے کہ اسیطرح خدا کے سچے اور واقعی فیوض کے پانے کے لیے بھی کوئی کھڑکی ہوگی اور پاک روحانیت کے حاصل کرنیکے لیے کوئی خاص طریق ہوگا اور وہ یہ ہے کہ روحانی امور کے لیے صراط مستقیم کی تلاش کریں جیساکہ ہم اپنی زندگی کے تمام امور میں اپنی کامیابیوں کے لیے صراط مستقیم کی تلاش کرتے رہتے

ہیں مگر کیا وہ یہہ طریق ہے کہ ہم صرف اپنی ہی عقل کے زور سے اور اپنی ہی خود تراشیدہ باتوں سے خدا کے وصال کو ڈہونڈیں کیا محض ہماری ہی اپنی منطق اور فلسفہ سے اسکے وہ دروازے ہم پر کھلتے ہیں جن کا کھلنا اسکے قوی ہاتھہ پر موقوف ہے یقیناً سمجھو کہ یہہ بالکل صحیح نہیں ہم اس حی و قیوم کو محض اپنی ہی تدبیروں سے ہرگز پا نہیں سکتے بلکہ اس راہ میں صراط مستقیم صرف یہہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی معہ اپنی تمام قوتوں کے خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کرکے پہر خدا کے وصال کے لیے دعا میں لگے رہیں تا خدا کو خدا ہی کے ذریعہ سے پاویں اور سب سے زیادہ پیاری دعا جو عین محل اور موقعہ سوال کا ہمیں سکہاتی ہے اور فطرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکہتی ہے وہ دعا ہے جو خدائے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں یعنے **سورۃ فاتحہ** میں ہمیں سکہائی ہے اور وہ یہہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام پاک تعریفیں جو ہو سکتی ہیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا.... اور قائم رکہنے والا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وہی خدا جو ہمارے اعمال سے پہلے ہمارے لئے رحمت کا سامان میسر کرنیوالا ہے اور ہمارے اعمال کے بعد رحمت کے ساتہ جزا دینے والا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ وہ خدا جو جزا کے دن کا وہی ایک مالک ہے کسی اور کو وہ دن نہیں سونپا گیا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے وہ جو ان تعریفوں کا جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور ہم ہر ایک کام میں توفیق تجہہ ہی سے چاہتے ہیں اسجگہہ ہم کے لفظ سے پرستش کا اقرار کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے تمام قویٰ تیری پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے آستانہ پر جہکے ہوئے ہیں کیونکہ انسان باعتبار اپنے اندرونی قویٰ کے ایک جماعت اور ایک امت ہے اور اس طرح پر تمام قویٰ کا خدا کو سجدہ کرنا یہی وہ حالت ہے جسکو اسلام کہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہمیں اپنی سیدہی راہ دکہلا اور اوس پر ثابت قدم کرکے ان لوگوں کی راہ دکہلا جن پر تیرا انعام و اکرام ہے اور تیرے مورد فضل وکرم ہو گئے ہیں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ اور ہمیں ان لوگوں کی راہوں سے بچا جنپر تیرا غضب ہے اور جو تجہہ تک نہیں پہنچ سکے اور راہ کو بہول گئے آمین اے خدا ایسا ہی کر۔ یہ آیات سمجہا رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہیں پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کی خدا کی راہ میں قربانی دیکر اور اپنا تمام وجود اسکی راہ میں وقف کرکے اور اسکی رضا میں محو ہو کر پہر وجہ سے دعا میں لگی رہتی ہیں کہ تا جو کچہ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے

قرب اور وصال اور اسکے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب انکو ملے اور اس دعا کے ساتھ
اپنے تمام قویٰ سے عبادت بجا لاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں
تک انکے لیے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں سو چونکہ
وہ ایک اعلیٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اسلیے اسکو پا لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی پاک
معرفت کے پیالوں سے سیراب کیے جاتے ہیں اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے
کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہونچاتا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے اور کامل استقامت سے مراد
ایک ایسی حالت صدق و وفا ہے جسکو کوئی امتحان ضرر نہ پہونچا سکے یعنے ایسا پیوند ہو جسکو نہ تلوار کاٹ
سکے نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہونچا سکے عزیزوں کی موتیں اُس سے علیحدہ نہ کر سکیں
پیاروں کی جدائی اُس میں خلل انداز نہ ہو سکے بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے ہولناک دکھوں سے
مارا جانا ایک ذرہ دل کو نہ ڈرا سکے سو یہ دروازہ نہایت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گذار ہے کس قدر
مشکل ہے آہ صد آہ اسی کیطرف اللہ جل شانہ ان آیات میں اشارہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ
وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسَاکِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ یعنے انکو کہدے
کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے
وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جسکے بند ہونیکا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں
جو تمہارے دل پسند ہیں خدا سے اور اسکے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ
پیارے ہیں تو تم اسوقت تک منتظر رہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی
راہ نہیں دکھائے گا۔ ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں
اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہونگے کیونکہ اونہوں نے
غیر کو خدا پر مقدم رکھا یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے جو اسکے لیے ہزاروں بلائیں
خرید لے اور خدا کیطرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اسکا نہ رہے گویا سب
مر گئے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جبتک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آسکتا خدا کے ظہور کا وہی دن

ہوتا ہے کہ جب ہمارے جسمانی زندگی پر موت آوے ہم اندھے ہیں جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اسکی محاذات میں پڑیگا تب وہ وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے ہمیں حاصل ہو گی اس سے پہلے نہیں اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنے یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھدو ایسا ہی ہم اسوقت درجہ استقامت حاصل کرینگے کہ جب ہمارے وجود کے تمام ذرّے اور ہماری نفس کی تمام قوتیں اسی کے کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لیے ہو جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لیے ہے اور جب انسان کی محبت خدا کے ساتھ اس درجہ تک پہونچ جائے کہ اسکا مرنا اور جینا اپنے لیے نہیں بلکہ خدا ہی کے لیے ہو جائے تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اوسپر اوتارتا ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے جسکو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لیے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا وہ اسی لیئے مکار اور خود غرض کہلائے کہ دنیا انکے نورانی چہرہ کو دیکھ نہ سکی جیسا کہ فرماتا ہے یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ یعنے وہ جو منکر ہیں تیری طرف دیکھتے تو ہیں مگر تو انہیں نظر نہیں آتا۔ غرض جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی پیدائیش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اسکے اندر بولتا ہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھلاتا ہے اور اسکے دل کو کہ جو پاک محبت سے بھرا ہوا ہے اپنا تخت گاہ بناتا ہے اور جب ہی سے کہ یہ شخص ایک نورانی تبدیلی پاکر ایک نیا آدمی ہو جاتا ہے وہ اسکے لیے ایک نیا خدا ہو جاتا ہے اور نئی عادتیں اور نئی سنتیں ظہور میں لاتا ہے یہ نہیں کہ وہ نیا خدا ہے یا عادتیں نئی ہیں مگر خدا کی عام عادتوں سے وہ الگ عادتیں ہوتی ہیں جو دنیا کا فلسفہ ان سے آشنا نہیں۔ اور یہ شخص جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ یعنے انسانوں میں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنپر خدا کی رحمت ہے ایسا ہی وہ

شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا
ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جاں
فشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا
ہے جو طاعت خالق اور خدمت مخلوق کے لیے بنائی گئی ہے اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق
ہیں ایسے ذوق و شوق و حضور دل سے بجا لاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوب
حقیقی کو دیکھ رہا ہے اور ارادہ اسکا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہو جاتا ہے اور تمام لذت اسکی فرماں
برداری میں ٹھہر جاتی ہے اور تمام اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے صادر
ہونے لگتے ہیں یہی وہ **نقد بہشت** ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آیندہ ملیگا وہ
درحقیقت اسی کی اظلال و آثار ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرت خداوندی جسمانی طور پر متمثل کر کے دکھلائے
گی اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۔ وَسَقٰهُمْ
رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۔ عَيْنًا
يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۔ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۔ عَيْنًا
فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۔ وَمَنْ كَانَ
فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۔ یعنے جو شخص خدا تعالیٰ سے خائف ہے اور اس
کی عظمت و جلال کے مرتبہ سے ہراساں ہے اسکے لیے دو بہشت ہیں ایک یہی دنیا اور دوسری آخرت
اور ایسے لوگ جو خدا میں محو ہیں خدا نے ان کو وہ شربت پلایا ہے جس نے انکے دل اور خیالات اور
ارادات کو پاک کر دیا نیک بندے وہ شربت پی رہے ہیں جسکی ملونی کافور ہے وہ اس چشمہ سے پیتے ہیں
جسکو وہ آپ ہی چیرتے ہیں۔ اور میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ کافور کا لفظ اسواسطے اس آیت میں اختیار
فرمایا گیا ہے کہ لغت عرب میں کفر دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ
اونہوں نے ایسے خلوص سے انقطاع اور رجوع الی اللہ کا پیالہ پیا ہے کہ دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی ہو گئی
ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تمام جذبات دل کے خیال سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جب دل ان نالائق خیالات
سے بہت ہی دور چلا جائے اور کچھ تعلق ان سے باقی نہ رہے تو وہ جذبات بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگتے
ہیں یہانتک کہ نابود ہو جاتے ہیں سو اس جگہ خدا تعالیٰ کی یہی غرض ہے اور وہ اس آیت میں یہی سمجھاتا ہے کہ

وہ اسکی طرف کامل طور سے جھک گئے وہ نفسانی جذبات سے بہت ہی دور نکل گئے ہیں اور ایسے خدا کی طرف جھکے کہ دنیا کی سرگرمیوں سے انکے دل ٹھنڈے ہوگئے اور انکے جذبات ایسے دب گئے جیسا کہ کافور زہریلی مادوں کو دبا دیتا ہے اور پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کافوری پیالہ کے بعد وہ پیالے پیتے ہیں جنکی ملونی زنجبیل ہے اب جاننا چاہیے کہ زنجبیل دو لفظ سے مرکب ہے یعنے زنا اور جبل سے اور زنا بلغت عرب میں اوپر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جبل پہاڑ کو اسکے ترکیبی معنے یہ ہیں کہ پہاڑ پر چڑھ گیا اب جاننا چاہیے کہ انسان پر ایک زہریلی بیماری کے فرو ہونے کے بعد اعلے درجہ کی صحت تک دو حالتیں آتی ہیں ایک وہ حالت جبکہ زہریلے مواد کا جوش نکلی جاتا رہتا ہے اور خطرناک مادوں کا جوش رو باصلاح ہو جاتا ہے اور سمی کیفیات کا حملہ بخیر وعافیت گذر جاتا ہے اور ایک مہلک طوفان جو اوٹھا تھا نیچے دب جاتا ہے لیکن ہنوز اعضا میں کمزوری باقی ہوتی ہے کوئی طاقت کا کام نہیں ہو سکتا ابھی مردہ کی طرح افتان وخیزاں چلتا ہے۔ اور دوسری وہ حالت ہے کہ جب اصل صحت عود کر آتی ہے اور بدن میں طاقت بھر جاتی ہے اور قوت کی بحال ہونے سے یہ حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بلا تکلف پہاڑ کے اوپر چڑھ جائے اور نشاط خاطر سے اونچی گھاٹیوں پر دوڑتا چلا جائے سو سلوک کے تیسرے مرتبہ میں یہ حالت میسر آتی ہے ایسی حالت کی نسبت اللہ تعالی آیت موصوفہ میں اشارہ فرماتا ہے کہ انتہائی درجہ کے باخدا لوگ وہ پیالے پیتے ہیں جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے یعنے وہ روحانی حالت کی پوری قوت پاکر بڑی بڑی گھاٹیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور بڑے مشکل کام انکے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں اور خدا کی راہ میں حیرت ناک جانفشانیاں دکھلاتے ہیں۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ علم طب کی رو سے زنجبیل وہ دوا ہے جسکو ہندی میں سونٹھ کہتے ہیں وہ حرارت غریزی کو بہت قوت دیتی ہے اور دستوں کو بند کرتی ہے اور اسکا زنجبیل اسیواسطے نام رکھا گیا ہے کہ گویا وہ کمزور کو ایسا قوی کرتی ہے اور ایسی گرمی پہونچاتی ہے جس سے وہ پہاڑوں پر چڑھ سکے ان متقابل آیتوں کے پیش کرنے سے جن میں ایک جگہہ کافور کا ذکر ہے اور ایک جگہہ زنجبیل کا خدا تعالی کی یہ غرض ہے کہ تا اپنے بندوں کو سمجھائے کہ جب انسان جذبات نفسانی سے نیکی کی طرف حرکت کرتا ہے تو پہلے پہل اس حرکت کے بعد یہ حالت پیدا ہوتی ہے کہ اسکے زہریلے مواد نیچے دبائے جاتے ہیں اور نفسانی جذبات رو بکمی ہونے لگتے ہیں جیسا کہ کافور زہریلے مواد کو دبا لیتا ہے اسی لیے وہ ہیضہ اور محرقہ تپوں میں مفید ہے اور پھر جب زہریلے مواد کا جوش بالکل جاتا رہیگا اور ایک کمزور صحت جو ضعف کے ساتھ

ملی ہوئی ہوتی ہے حاصل ہو جاتی ہے تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ ہیئت مجازی زنجبیل کے شربت سے قوت پاتا ہے اور زنجبیلی شربت خدا تعالیٰ کے حسن و جمال کی تجلی ہے جو روح کی غذا ہے جب اس تجلی سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اونچی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایسی حیرت ناک سختی کے کام دکھلاتا ہے کہ جب تک یہ عاشقانہ گرمی کسی کے دل میں نہ ہو ہرگز ایسے کام دکھلا نہیں سکتا سو خدا تعالیٰ نے اس جگہ ان دو حالتوں کے سمجھانے کے لیے عربی زبان کے دو لفظوں سے کام لیا ہے ایک کافور جو نیچے دبانے والا کو کہتے ہیں اور دوسرا زنجبیل جو اوپر چڑھنے والے کو کہتے ہیں اور اس راہ میں یہی دو حالتیں سالکوں کے لیے واقع ہیں ۔ باقی حصہ آیت کا یہ ہے اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا یعنے ہم نے منکروں کے لیے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں طیار کر دی ہیں اور طوق گردن اور ایک افروختہ آگ کی سوزش ۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچے دل سے خدا تعالیٰ کو نہیں ڈھونڈتے انپر خدا کی طرف سے رجعت پڑتی ہے وہ دنیا کی گرفتاریوں میں ایسے مبتلا رہتے ہیں کہ گویا پابزنجیر ہیں اور زمینی کاموں سے ایسے نگونسار ہوتے ہیں کہ گویا انکی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانے دیتا اور انکے دلوں میں حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ مال حاصل ہو جائے اور یہ جائداد مل جائے اور فلاں ملک ہمارے قبضہ میں آجائے اور فلاں دشمن پر ہم فتح پا جائیں اسقدر روپیہ ہو اتنی دولت ہو سو چونکہ خدا تعالیٰ ان کو نالائق دیکھتا ہے اور بُرے کاموں میں مشغول پاتا ہے اسلیے یہ تینوں بلائیں انکو لگا دیتا ہے ۔ اور اس جگہہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان سے کوئی فعل صادر ہوتا ہے تو اسی کے مطابق خدا بھی اپنی طرف سے ایک فعل صادر کرتا ہے مثلاً انسان جسوقت اپنی کوٹھڑی کے تمام دروازوں کو بند کر دے تو انسان کے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ وہ اس کوٹھڑی میں اندھیرا پیدا کر دیگا کیونکہ جو امور خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہمارے کاموں کے لیے بطور ایک نتیجہ لازمی کے مقرر ہو چکے ہیں وہ سب خدا تعالیٰ کے فعل ہیں وجہ یہ کہ وہی علت العلل ہے ایسا ہی اگر مثلاً کوئی شخص زہر قاتل کھا لے تو اسکے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل صادر ہوگا کہ اسے ہلاک کر دیگا ایسا ہی اگر کوئی ایسا بیجا فعل کرے جو کسی متعدی بیماری کا موجب ہو تو اسکے اس فعل کے بعد خدا تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ وہ متعدی بیماری اسکو پکڑ لے گی پس جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں

صریح نظر آتا ہے کہ ہمارے ہر ایک فعل کے لئے ایک ضروری نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے ایسا
ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ان دو مثالوں میں صاف فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ
جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ یعنے جو لوگ اس
فعل کو بجا لائے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری پوری کوشش کی تو اس فعل کے لئے لازمی طور پر
ہمارا یہ فعل ہوگا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھا دیں گے اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہ
چاہا تو ہمارا فعل ان کی نسبت یہ ہوگا کہ ہم ان کے دلوں کو کج کر دینگے اور پھر اس حالت کو زیادہ توضیح دینے
کے لیے فرمایا مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا یعنے جو شخص
اس جہان میں اندھا رہا وہ آنے والے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا بلکہ اندھوں سے بدتر یہ اس بات
کی طرف اشارہ ہے کہ نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے اور وہ اسی حجاب میں اپنے
اُس پیارے کا درشن پا لیتے ہیں جس کے لیے وہ سب کچھ کھوتے ہیں غرض مفہوم آیت کا یہی ہے کہ بہشتی
زندگی کی بنیاد اسی جہان سے پڑتی ہے اور جہنمی نابینائی کی جڑ بھی اسی جہان کی گندی اور کورانہ زیست
ہے۔ اور پھر فرمایا کہ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ یعنے جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل بجا لاتے ہیں وہ ان باغوں کے وارث ہیں جن
کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ایمان کو باغ کے ساتھ مشابہت دی جس کے نیچے نہریں
بہتی ہیں۔ پس واضح رہے کہ اس جگہ ایک اعلیٰ درجہ کی فلاسفی کے رنگ میں بتلایا گیا ہے کہ جو رشتہ نہروں
کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ
سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں
تو وہ ایمان ہیچ ہے اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں اسلامی بہشت کی یہی
حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو
ملے گی بلکہ انسان کی بہشت انسان کے اندر سے ہی نکلتی ہے اور ہر ایک کی بہشت اسی کا ایمان اور اسی
کے اعمال صالحہ ہیں جن کی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے
باغ نظر آتے ہیں۔ اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے
خدا کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے کہ سچا اور پاک اور مستحکم اور کامل ایمان جو خدا اور اسکی صفات اور

اسکی ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارور درخت ہیں اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں جیساکہ وہ فرماتا ہے مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ یعنے وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط تفریط اور نقص اور خلل اور کذب اور ہزل سے پاک اور من کل الوجوہ کامل ہو وہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جسکی جڑ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں اور اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہو اور کوئی وقت اس پر نہیں آتا کہ اسکی شاخوں میں پھل نہ ہوں - اس بیان میں خدا تعالے نے ایمانی کلمہ کو ہمیشہ پھلدار درخت سے مشابہت دیکر تین علامتیں اسکی بیان فرمائیں (۱) اول یہ کہ جڑ اسکی جو اصل مفہوم سے مراد ہے انسان کے دل کی زمین میں ثابت ہو یعنے انسانی فطرت اور انسانی کانشنس نے اسکی حقانیت اور اصلیت کو قبول کر لیا ہو (۲) دوسری علامت یہ کہ اس کلمہ کی شاخیں آسمان میں ہوں یعنے معقولیت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور آسمانی قانون قدرت جو خدا کا فعل ہے اس فعل کے مطابق ہو مطلب یہ کہ اسکی صحت اور اصلیت کے دلائل قانون قدرت سے مستنبط ہو سکتے ہوں اور نیز یہ کہ وہ دلائل ایسے اعلی ہوں کہ گویا آسمان میں ہیں جن تک اعتراض کا ہاتھ نہیں پہونچ سکتا (۳) تیسری علامت یہ ہے کہ وہ پھل جو کھانے کے لائق ہے دائمی اور غیر منقطع ہو یعنے علمی نزاولت کے بعد اسکی برکات و تاثیرات ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مشہود اور محسوس ہوتے ہوں یہ نہیں کہ کسی خاص زمانہ تک ظاہر ہو کر پھر آگے بند ہو جائیں اور پھر فرمایا وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ یعنے پلید کلمہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو زمین سے اکھڑا ہوا ہو یعنے فطرت انسانی اسکو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا نہ دلائل عقلیہ کی رو سے نہ قانون قدرت کی رو سے نہ کانشنس کی رو سے صرف قصہ اور کہانی کے رنگ میں ہوتا ہے - اور جیساکہ قرآن شریف نے عالم آخرت میں ایمان کے پاک درختوں کو انگور اور انار اور عمدہ عمدہ میووں سے مشابہت دی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ اس روز وہ ان میووں کی صورت میں متمثل ہونگے اور دکھائی دیں گے ایسا ہی بے ایمانی کے خبیث درخت کا نام عالم آخرت میں زقوم رکھا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۔ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ

كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ه ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ یعنے تم بتلاؤ کہ بہشت کے باغ اچھے ہیں یا زقوم کا درخت جو ظالموں کے لیے ایک بلا ہے وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے یعنے تکبر اور خود بینی سے پیدا ہوتا ہے یہی دوزخ کی جڑ ہے اسکا شگوفہ ایسا ہے جیسا کہ شیطان کا سر شیطان کے معنے ہیں ہلاک ہونے والا یہ لفظ شَيَّطَ سے نکلا ہے پس حاصل کلام یہ ہے کہ اسکا کھانا ہلاک ہونا ہے۔ اور پھر فرمایا کہ زقوم کا درخت ان دوزخیوں کا کھانا ہے جو عمداً گناہ کو اختیار کر لیتے ہیں وہ کھانا ایسا ہی جیسا کہ تانبا گلا ہوا کھولتے ہوئے پانی کی طرح پیٹ میں جوش مارنیوالا۔ پھر دوزخی کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس درخت کو چکھہ تو عزت والا اور بزرگ ہے یہہ کلمہ نہایت غضب کا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر تو تکبر نہ کرتا اور اپنی بزرگی اور عزت کا پاس کر کے حق سے منہ نہ پھیرتا تو آج یہہ تلخیاں تجھے اٹھانی نہ پڑتیں یہ آیت اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دراصل یہ لفظ زقوم کا ذُق اور اُم سے مرکب ہے اور اُم اِنک انت العزیز الکریم کا ملخّص ہے جس میں ایک حرف پہلے کا اور ایک حرف آخر کا موجود ہے اور کثرت استعمال نے ذال زا کے ساتھہ بدلدیا ہے اب حاصل کلام یہہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا کے ایمانی کلمات کو بہشت کے ساتھہ مشابہت دی ایسا ہی اسی دنیا کے بے ایمانی کے کلمات کو زقوم کے ساتھہ مشابہت دی اور اسکو دوزخکا درخت ٹھیرایا اور ظاہر فرمادیا کہ بہشت اور دوزخ کی جڑ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے جیسا کہ دوزخ کے باب میں ایک اور جگہہ فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ه یعنے دوزخ وہ آگ ہے جو خدا کا غضب اسکا منبع ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس آگ کی اصل جڑ وہ غم اور حسرتیں اور درد ہیں جو دل کو پکڑتے ہیں کیونکہ تمام روحانی عذاب پہلے دل سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ اور پھر تمام بدن پر محیط ہو جاتے ہیں اور پھر ایک جگہہ فرمایا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ یعنے جہنم کی آگ کا ایندہن جس سے وہ آگ ہمیشہ افروختہ رہتی ہے دو چیزیں ہیں ایک وہ انسان جو حقیقی خدا کو چھوڑ کر اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں یا انکی مرضی سے انکی پرستش کیجاتی ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ یعنے تم اور تمہاری معبود باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائینگے (۲) دوسرا ایندہن جہنم کا بت ہیں مطلب یہہ ہے کہ ان چیزوں کا وجود نہ ہوتا تو جہنم بھی نہ ہوتا سو ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں بہشت اور دوزخ اس جسمانی دنیا کی طرح نہیں ہے بلکہ ان دونوں کا مبدء اور منبع

روحانی امور میں ان وہ چیزیں دوسرے عالم میں جسمانی شکل پر نظر آئیں گی مگر اس جسمانی عالم سے نہیں ہونگی
اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا
ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے **اسلام** اور **دعا فاتحہ** ہے یعنے اول اپنی
تمام زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی
گئی ہے تمام اسلام کا مغز یہ دونوں چیزیں ہیں اسلام اور دعا فاتحہ دنیا میں خدا تک پہونچنے اور
حقیقی نجات کا پانی پینے کے لیئے یہی ایک اعلے ذریعہ ہے بلکہ یہی ایک ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان
کی اعلے ترقی اور وصال الٰہی کے لیئے مقرر کیا ہے اور وہی خدا کو پاتے ہیں کہ جو اسلام کے مفہوم کی
روحانی آگ میں داخل ہوں اور دعا فاتحہ میں لگے رہیں اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری
سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان
اور ہمارا مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا
پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے
رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے
ہم پر اترتی ہے ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی
ہے اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں اس حالت کا نام قرآن شریف کی رو سے **اسلام**
ہے اسلام سے ہماری نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم از سر نو زندہ ہوتے ہیں اس
دوسری زندگی کے لیے اِلْهَام اِلٰهِی ہونا ضروری ہے اسی مرتبہ پر پہونچنے کا نام لقاء الٰہی ہے یعنے
خدا کا دیدار اور خدا کا درشن ہے اسدرجہ پر پہونچکر انسان کو خدا سے وہ اتصال ہوتا ہے کہ گویا وہ اس
کو آنکھ سے دیکھتا ہے اور اسکو قوت دیجاتی ہے اور اسکے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن
کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے اسی درجہ پر آکر خدا انسان کی آنکھ
ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے
جسکے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے اور کان ہو جاتا ہے جسکے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جسکے ساتھ
وہ چلتا ہے اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خدا فرماتا ہے یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یہ اسکا ہاتھ خدا
کا ہاتھ ہے جو انکے ہاتھوں پر ہے اور ایسا ہی فرماتا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ

دکھی یعنی جو تو نے چلایا تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا۔ غرض اس درجہ پر خدا کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے اور
خدا تعالیٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ
میں محکم پہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں عقل اور فراست نہایت لطافت پر آجاتی ہے یہ معنے اس آیت کے ہیں جو اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ اس مرتبہ میں محبت و عشق کی نہریں ایسے طور سے جوش مارتی ہیں
جو خدا کے لیئے مرنا اور خدا کے لیئے ہزاروں دکھ اٹھانا اور بے آبرو ہونا ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک
ہلکا سا تنکا توڑنا ہے خدا کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کون کھینچ رہا ہے ایک غیبی ہاتھ
اسکو اٹھائے پھرتا ہے اور خدا کی مرضیوں کا پورا کرنا اسکی زندگی کا اصل الاصول ٹھیر جاتا ہے اس مرتبہ میں
خدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ
کہ ہم اس سے اسکی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ
جسطرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے اسیطرح اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات سفلی
کالعدم ہو جاتے ہیں اسکا اپنے خدا سے ایک گہرا تعلق ہو جاتا ہے اور وہ مخلوق سے دور چلا جاتا اور خدا کے
مکالمات اور مخاطبات سے شرف پاتا ہے اس مرتبہ کے حاصل کرنے کے لیے اب بھی دروازے کھلے ہیں جیسا کہ
پہلے کھلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا کا فضل یہ نعمت ڈھونڈنے والوں کو دیتا ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا
مگر یہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور فقط بحقیقت باتوں اور لافوں سے
یہ دروازہ نہیں کھلتا چاہنے والے بہت ہیں مگر پانے والے کم۔ اسکا کیا سبب ہے یہی ہے کہ یہ مرتبہ
سچی سرگرمی سچی جانفشانی پر موقوف ہے۔ باتیں قیامت تک کیا کرو کیا ہو سکتا ہے صدق سے اس آگ پر
قدم رکھنا جسکے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں اس راہ کی پہلی شرط ہے۔ اگر عملی سرگرمی نہیں تو لاف
زنی ہیچ ہے اسی بارہ میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ
دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ یعنے اگر میرے
بندے میری نسبت سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو ان کو کہہ کہ وہ تم سے بہت ہی قریب ہے میں دعا کرنیوالے
کی دعا سنتا ہوں پس چاہیئے کہ وہ دعاؤں سے میرا وصل ڈھونڈیں اور مجھ پر ایمان لاویں تا کامیاب ہوں

اگرچہ اس مضمون کے ختم ہوتے ہوتے شام کا وقت قریب آگیا لیکن یہ ابھی پہلے سوال کا جواب تھا۔ اس مضمون سے حاضرین جلسہ کو بلا استثنا احدے و دیگر ایسی دلچسپی ہوگئی کہ عام طور سے اگزکٹو کمیٹی سے استدعا کی گئی کہ کمیٹی اس جلسے کے چوتھے اجلاس کے لیے انتظام کرے جس میں باقی سوالات کا جواب سنایا جاوے کیونکہ حسب اعلان اگزکٹو کمیٹی جلسے کے تین ہی اجلاس ہونے تھے اور تیسرے اجلاس کے سپیکر پہلی ہی سے مقرر ہو چکے تھے جلسے کے دن بڑھانے کے لیے موڈریٹ صاحبان کی خاص رضامندی تھی علاوہ ازیں سناتن دھرم کی طرف سے اور آریہ سماج کی طرف سے بھی استدعا تھی کہ انکی طرف سے اور زیادہ ریپریزنٹیشن ہو۔ اسلیے اگزکٹو کمیٹی نے انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری اور پریسیڈنٹ صاحب سے جو وہاں موجود تھے۔ چوتھے دن کے لیے استعمال مکان کی اجازت لیکر میر مجلس صاحب کو اطلاع دی کہ وہ چوتھے دن کا اعلان کردیں۔ یہ مضمون ساڑھے پانچ بجے ختم ہوا۔ جس پر ذیل کے الفاظ میں میر مجلس نے آج کے اجلاس کی کاروائی کو ختم کیا۔

"میرے دوستو آپنے پہلے سوال کا جواب جناب مرزا صاحب کی طرف سے سنا ہمیں خاصکر جناب مولوی عبد الکریم صاحب کا مشکور ہونا چاہیے جنہوں نے ایسی قابلیت کے ساتھ اس مضمون کو پڑھا۔ میں آپکو مژدہ دیتا ہوں کہ آپکے اس مفرط شوق اور دلچسپی کو دیکھکر جو آپنے مضمون کے سننے میں ظاہر کی اور خصوصاً موڈریٹ صاحبان اور دیگر عمائد و رؤسا کی خاص فرمایش سے اگزکٹو کمیٹی نے منظور کرلیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے بقیہ حصہ مضمون کے لیے وہ چوتھے دن اپنا آخری اجلاس کرے۔ اب نماز مغرب کا وقت قریب آگیا ہے اور میں زیادہ آپکا وقت لینا نہیں چاہتا۔ صرف میں آپکو کل کا پروگرام سناتا ہوں کل دس بجے کاروائی جلسہ شروع ہوگی دس بجے سے ۱۰½ بجے تک جناب مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور ۱۰½ بجے سے ۱۲½ بجے تک جناب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی۔ ۱۲½ بجے سے ۱½ بجے تک جناب پنڈت بھانودت صاحب ۱½ بجے سے ۲ بجے تک وقفہ۔ ۲ بجے سے ۳ بجے تک لالہ کانشی رام صاحب برہمو ۳ بجے سے ۳½ بجے تک سردار راجندر سنگھ صاحب ۳½ سے ۴½ بجے تک مسٹر جی ایس صاحب بہادر۔"

اصل میں یہ آجکی شان و شوکت جلسہ کی تھی جس سے مخالفین تحریک جلسہ مرعوب ہوگئے چنانچہ کل کی غلط فہمیاں اب دور ہو گئیں۔ اور چوتھے دن کے اعلان پر عام خواہش مختلف سپیکروں کی طرف سے ہوئی کہ اونہیں بھی موقعہ بولنے کا دیا جاوے جناب مولوی محمد عبید اللہ صاحب کی طرف سے اطلاع پہونچی کہ اون کا وقت بڑھایا جاوے چنانچہ انکے وقت میں بھی نصف گھنٹہ ازدیاد کیا گیا۔

تیسرا اجلاس

بروز پیر - ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

آج کارروائی جلسہ دس بجے شروع ہو جانا تھا - لیکن ابھی ساڑھے آٹھ نہ بجنے پائے تھے کہ خان بہادر جناب شیخ خدا بخش صاحب سوڈ ریٹر اور پہلے اجلاس کے پریسیڈنٹ تشریف فرما ہوئے انکے ہمراہ جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے خان بہادر موصوف نے چند ممبران اگزکٹو کمیٹی سے جو انتظام مکان کے لیے پہلے سے وہاں موجود تھے یہ بیان کیا کہ جناب مفتی محمد عبد اللہ صاحب جن کا آج وقت ہے وہ چند اتفاقات کی باعث نہیں آسکتے کر سکے اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کا وقت مولوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب) کو دیا جاوے لیکن اس امر کا طے کرنا اگزکٹو کمیٹی کے اختیار میں تھا اور اسوقت صرف دو مسلمان ممبر کمیٹی موجود تھے بہرحال خان بہادر نے ان سے استدعا کی کہ وہ اس امر کو کمیٹی سے منظور کرا دیں - ساڑھے نو بجے کے قریب اگزکٹو کمیٹی نے اپنی کارروائی شروع کی حضرت مفتی موصوف صاحب کی زبانی پیغام سے ایک قسم کی مایوسی ہوئی کیونکہ یہ کمیٹی کا فرض تھا کہ ہر مذہب کی طرف سے مختلف وکیل جلسہ میں پیش کرے چنانچہ سکرٹری اسلیے تبدیلی کے مخالف تھا لیکن جب مسلمان ممبروں نے اس بات پر زور دیا کہ یہ وقت ہماری قوم کے لیئے ہے اور جب ہمکو اس تبدیلی میں اعتراض نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تبدیلی نہ ہو - بہرحال بہت بحث کے بعد فیصلہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب کو جناب مولوی محمد عبد اللہ صاحب کا وقت دیا جاوے -

مولوی صاحب کی تقریر آج دس بجے شروع ہوئی تھی اور اس بات کا عام طور پر اعلان ہو گیا تھا لیکن وقت مقررہ پر آج لوگ بہت ہی کم آئے اسلیے ٹھیک وقت پر تقریر شروع نہ ہو سکی - ساڑھے دس بجنے میں ابھی کچھ منٹ باقی تھے کہ خان بہادر شیخ خدا بخش صاحب جج نے اعلان کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب مولوی عبد اللہ صاحب کی جگہ بیان فرماویں گے اصل میں آج کے اجلاس کے پریسیڈنٹ جناب رائے بہادر رادھا کشن صاحب کول پلیڈر سابق گورنر جموں تھے لیکن وہ آج تشریف نہ لاسکے اسلیے انکا کام کرنا نہایت مہربانی سے شیخ صاحب نے قبول فرمایا - جسکے لیے کمیٹی اونکی خاص مشکور ہوئی اب مولوی صاحب سٹیج پر آئے اور انہوں نے تقریر شروع کی -

عالی جناب مولانا و بالفضل اولٰنا مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ صاحبان جوابات میں جو ہونگا اور یہہ بہی آیت جو مینے پڑہی ہے اون میں سے کوئی آیت یا کوئی تشریح اون مطالب سے باہر نہیں جن مطالب کے واسطے جلسہ شائق ہے ۔ پانچ سوالوں سے باہر کوئی آیت نہیں مینے بعض آیات کی تشریح میں نوٹ بہی کیے تہے مثلاً پیدائش وغیرہ کیونکہ وہاں انہیں کا بیان تہا ۔ اور پہر اخلاق کا ذکر تہا مثلاً ہمدردی ۔ بہت سا حصہ میرے بیان کا نبوت اور رسول کے متعلق تہا انکے معجزات اور نبوت اگر وہ خارج از بحث سمجہا گیا تو وہ خارج نہ تہا ۔ وہ روحانی حالت کا پہلا درجہ ہے کیونکہ روحانیت کا پہلا درجہ نبوت ہی ہے ۔ نبوت کی بحث روحانیت کی بحث ہے ۔ لہذا میرا کوئی لفظ باہر نہ تہا اب بہی میں وہی شروع کروں گا جس کا اس آیت میں ذکر ہے وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ جسوقت کوئی نشانی لاتے ہیں جو نشان روحانیوں کی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ مانیں گے جب تک ہم میں وہ حالت نہ ہو وہ کیوں ممتاز ہے اسکو کیا فوقیت ہے اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اسکا جواب دیا کہ یہ سوال غلط ہے اللہ جانتا ہے کہ کیسے لوگ رسالت کے قابل ہیں ہر شخص لائق رسالت نہیں اسی کے موافق فرمایا وَرَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ ۔ اللہ جسکو چاہتا ہے اسکو مخلوق میں سے چن لیتا ہے چنانچہ مینے مثال دی تہی ۔ کہ اللہ نے مکہیوں میں سے ایک کو چنا ۔ کوئی مکہی یہ نہیں کہتی کہ مجہے کیوں نہیں چنا اسیطرح انسان بہی ہیں ۔ ؎

کلاہ خسروی و بادشاہی　　ہر کل کے رسد حاشا و کلا

اس قسم کا سوال کہ میں کیوں نبی نہیں بنا بالکل بے محل ہے ۔ اس موقعہ پر مجہے تشریح انسان کرنی پڑی جسکے لیے ضرور ہے کہ میں انسان کے ہم جنسوں کا بیان کروں ۔ اسلیے نباتات حیوانات کا ذکر ضروری ہے میں نیچے سے اوپر کو درجہ بدرجہ بیان کروں گا ۔

اے صاحبان ۔ پہلے درختوں کی حالت دیکہو یعنے نباتات کی ۔ اللہ تعالی نے درختوں کو وہ فعل ارادہ اور اختیار کا عطا نہیں کیا جو حیوانات میں ہے ۔ دیکہو انکی پیدائش اور بقا کے اسباب انکے اختیار میں نہیں کوئی بیج بوئے کوئی درخت لگائے ۔ قائم ہو گئے ۔ قائم ہونے کے بعد اونکا نشو و نما و انحصار انکے اختیار میں نہیں

کہ نر درخت مادہ درخت کی طرف توجہ کرے بلکہ انکے لیے مکھیوں کو مامور کیا کہ نر کا تخم مادہ درخت کی طرف لیجائیں۔
اس سے اس آیت کا سر پیدا ہوا سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ یہ قرآن وہ شخص لایا
کہ جسکو لوگ امی کہتے تھے نہ لکھا نہ پڑھا۔ لیکن وہ وہ علوم بتاتا ہے جو زمانہ کو آج نصیب ہوئی وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ
خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ یعنے ہمنے ہر چیز میں جوڑے دو پیدا کیے۔ نر اور مادہ۔ یہ بات
اسوقت سائنس نے بتائی پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ کس طرح نباتات جفت ہوتے ہیں اس
سے پایا گیا کہ قرآن مجید خدا کی کتاب ہے۔ چونکہ نباتات کے اختیار میں نہ تھا۔ اسلیے اُنکے جفت کے لیے مکھیوں کو
وسیلہ بنایا چونکہ ان میں ارادی فعل نہ تھا اسلیے مٹی اور پانی انکی جڑوں میں پہونچایا اور ریشیوں کے ذریعہ ان کی
پرورش کی یہ پیدائش ہے نباتات کی حیوانات انسان کی جنس کے قریب ہیں ان میں پروردگار نے فعل کا ارادہ اور
اختیار حرکت کا مادہ رکھا ہے انکو بقا نوع اور جنس کے لیے انکو الہام ہوا کہ وہ اپنا رزق تلاش کریں اور چلے پھریں
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا جو جاندار چیز ہے اسکا رزق اللہ کی طرف سے کہ وہ چلیں اور
پھریں اور فرمایا کہ اون کا رزق خود خدا نے پیدا کیا۔ خدا رزاق ہے اور وہ کوشش کرنے والے ہیں اللہ رازق ہے
وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ بہتیرے جانور ہیں جو اپنی روزی اُٹھاکے
نہیں ہوئی انکو اور تم کو خدا روزی دیتا ہے۔ گرمی کا بچاؤ انکو ضروری تھا درختوں کو آزاد کیا۔ انکے واسطے
قدرت نے جڑہ پیدا کی۔ یہ نہیں فرمایا کہ گھر بناو۔ وہ خود وہاں کھڑے ہوئے جہاں ہوپ نہیں سردی
سے اونہیں اُون اور ریشم کے ذریعہ بچایا چونکہ ان کا ادراک نہ تھا اسلیے انکو یہ چیزیں عطا کیں۔ اور
وہ ہماری لیے بھی مفید ہوئیں۔ جیسے کہ فرمایا وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَ
مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ یہ جانور تمہاری لیے پیدا کیئے ان میں تمہارے لیے گرمی ہے انکی پشم اور جلد سے اور
بعض ان میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ
جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
وَاَشْعَارِهَا اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ دوسرا احسان یاد دلایا یہ جو تمہارے ہم جنس ہیں انکے بال اور
پشم اور چمڑے تمہاری فائدہ کے لیے بنائے تم انکے گھر بناتے ہو انکی پشم اور صوف سے کپڑا بناتے ہو اونکا
لباس انکے اور تمہاری مفید ہوتا ہے + چونکہ ان میں ارادی طاقت تھی۔ انکو درختوں کی طرح نہیں کیا کہ وہ
مکھیوں کے ذریعہ جفت کریں بلکہ ان کو الہام کیا اور سیلان جفت کے بلیے دیا۔ اس جفت میں ان کو ان

سے مشابہ کیا۔ انسان مفصل تر ہے اسکا بیان ہوگا جیسے یہہ آیات کہتی ہیں۔ وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ
مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً اللہ تعالی انسانوں کو
مخاطب کرتا ہے کہ انسان دیکھہ یہہ تمہارے لیے جوڑے اسلیئے پیدا کیئے ہیں کہ تمہاری وحشت دور ہو تم میں
رحم پیدا ہو مودت ہو۔ اور اسیطرح جانوروں میں بھی رکھا کیونکہ وہ مشتمل تھے یہہ بھی ایک روحانی رحمت ہے
سو حصوں میں سے ایک حصہ رحمت کا یہ ہے کہ حیوان رحمت بچوں کی طرف کرتا ہے۔ کل رحمت اللہ تعالی قیامت
کو دکھاوے گا۔ اسیطرح رحمت کا حصہ حیوان کو دیا تو وہ محبت اور اجتماع کرکے اولاد پیدا کرتے ہیں بعض
حیوان پیدا ہوتے ہی چلنے پہرنے لگتے ہیں انکے لیے کوئی مقام نہیں رکھا اور جو جانور چاہتے ہیں کہ
انکے بچوں کی پرورش ہو۔ ان کو القا کیا کہ وہ گہر بناویں اور بچوں کی پرورش کریں چنانچہ ان میں سے ایک حیوان
کا ذکر ہے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ
ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِھَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ
اَلْوَانُہٗ فِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ تیرے پروردگار نے ایک وحی کی شہد کی مکہی کیطرف یعنے الہام طبعی کیا کہ
گہر بنا درختوں میں چہتوں میں۔ پہاڑوں میں جیسے موقع ہو اور پہر نکل اور پہل کہا اور اللہ کی راہ میں
چل جس میں تو نہ بہولیگی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ رستہ نہیں جانتے لیکن قدرت سے راہ نہیں بہولتی۔ انکے
پیٹوں سے جو چیز نکلتی ہے انکے بچوں کی پرورش ہوتی ہے۔ مکہی ایسی تہی اسکو اس طرح الہام ہوا۔ شیر
دینے والوں کو شیر دینے کا القا ہوا جیسے گائے بکری۔ اس القا میں ہم بھی شریک ہیں ہم پر احسان ہے وَاِنَّ لَکُمْ
فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ
فرمایا تمہارے لیے جانداروں میں عبرت ہے انکے پیٹوں میں گوبر اور خون کے بیچ سے ہم خالص خوشگوار دودہ تمکو
پلاتے ہیں۔ دودہ کیا ہوتا ہے گوبر ہوتا ہے اوس گوبر سے جدا کرکے حصہ جگر کو جاکر خون بنا۔ دیکہو وہ دودہ نہ
گوبر نہ خون لیکن انسے مرکب وہ تم کہاتے اور پیتے ہو بچوں کو بہی حصہ ملا اور تم کو بہی۔ جو دودہ پلانے والے
جانور نہ تہے انکو طبعی الہام ہوا کہ وہ دانہ منہ میں رکہکر بچوں کو دیں تاکہ معدہ جلد ہضم کرلے انسان کے قریب
یہہ حیوانات تہے انکو یہ القا ہوئے

انسان میں کل صفات جمادات نباتات اور حیوانات کے تہے علاوہ ازیں اس میں قوت ادراک اور عقل بہی ہے
کہ اسکے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوگا یا ایسا قانون وہ بنائے یا ایسا گہر بنے جسکی تشریح میں آگے چلکر کروں گا چونکہ

اسکی قوت ارادی ہے اسلیے الغا ہوا کہ گھر بنائے یشہر بنائے ۔ مدنی بالطبع ہو ۔ اسکی بعض حالتیں نباتاتی اور حیواناتی ہیں اور بعض حالتیں جو جسم کے لیے مختص ہیں کہ شہر ہیں ۔ ہے قانون بنائے ۔ اس میں خاص حالت روح کی ہے جس میں یہہ کسیکا شریک نہیں ۔

روح کی دو حالتیں ہیں اول ہم جنس سے پیار ۔ وہ حیوان میں بھی ہے ۔ فرق یہ ہے کہ وہ طبعی ہے یہ بالارادہ ہے ۔ بکری میں بہی ہے لیکن انسان میں بالارادہ ۔ دوسرا حصہ ہے خالق کے ساتہہ تعلق قدرتًا ہر ایک کو دل میں خیال ہوتا ہے کہ کوئی خدا ہے ۔ یہ کوئی کہے کہ تعلیم سے ہے ۔ میں آگے چلکر بیان کروں گا ۔ لیکن تا ہم یہہ روحانیت خاص اسکی ہے اگرچہ ہر ایک چیز تعلیم کا نتیجہ ہو ۔

ہم انسان کو دیکھتے ہیں کہ اس میں مختلف صفات ہیں نباتاتی حیوانی وغیرہ تو ہم فکر کرتے ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اگر اسکے خط و خال یا وضع قطع کو ہم انسانیت سمجہیں تو یہ خیال غلط ہے ۔ قد یا خوبصورتی انسان نہیں بنا سکتی ۔ پہاڑ ۔ ہاتھی ۔ ببول ۔ زیادہ تر انسان کہلانے کے قابل ہیں یہ لازمہ انسانی نہیں اس خیال کو چھوڑ کر جب ہم دیکھتے ہیں کہ جزئی امور کل امور ہوتے ہیں جزئی امور خاص خاص کام کرنا کسیپر غصہ کرنا ۔ رحم کرنا ۔ ان صفات کو دیکھیں تو وہ حیوانات کے ساتہہ شریک ہے ۔ پہلی صفات میں نباتات دوسری میں حیوانات بہی حیوان پیار اور حملہ کرتے ہیں اگر شہوت کا خیال کیا جاوے تو سب سے بڑھکر شہوت بندر میں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ صفات انسانی نہیں ۔ مثلاً غصہ پیار یہ سب صفات اوروں میں ہیں ۔ اس سے بڑھکر ایک اور رای یہہ ہے کہ اس کا عجائب صنعتیں بنانا ۔ مثلاً یہہ عمدہ عمدہ گہر بناتا ہے نقشے طیار کرتا ہے ۔ لیکن غور کرو اسکی جنس بہی حیوان میں ہے جیسے بیا اور شہد کی مکھی ۔ ایسا تو انسان بہی نہیں بنا سکتا ۔ جیسے کہ شہد کی مکھی اپنا چھتہ بناتی ہے ۔ جو گونہ یعنے مربع اگر ہوتا تو جگہہ ضائع ہوتی وہ دخل نہ ہو سکتی ۔ گول میں بہی جگہہ ضائع ہوتی شہادت ملتے نہیں ۔ اسلیے مسدس شکل کے بنائے جو کہلی بہی رہیں اور ملیں بہی انسان اپنی عجیب صنعتوں سے انسان نہیں اس میں حیوان شریک ہے ۔ لیکن جو سوفی سمجہ کے انسان میں وہ اسے ہی سمجہتے ہیں کہ وہ کاریگر ہیں انکے لیے یہ آیت ہے یَعۡلَمُوۡنَ ظَاهِرًا مِّنَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ عَنِ الۡاٰخِرَةِ هُمۡ غٰفِلُوۡنَ اونہوں نے انسانیت اور روحانیت کو نہیں پہچانا وہ اسیکو زندگی سمجہتے ہیں حالانکہ آیندہ ایک گھر ہے وہ یہاں کی فکر میں ہیں ۔ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰى عَنۡ ذِكۡرِنَا وَلَمۡ يُرِدۡ اِلَّا الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ فرمایا اے رسول ہمارے روحانیوں کے معلم اونکا خیال نہ کر انکی اچہی کاریگریوں کی طرف مت جہک ان سے منہ پہیر جو ہمارے ذکر سے منہ پہیریں اور نیکی کی طرف متوجہ نہ ہوں جو عیش

وغیرہ میں چھپے ہیں انکو قرآن ایسی چیزوں سے بناتا ہے [illegible] انسانیت کی [illegible] چیز ہے غور کے بعد انسانیت معلوم
ہوگی - انسان تو جسم نہ کان - نہ صفت نہ جزئیات [illegible] ایک بہادر کی سمجھ آتی ہے لیکن بہادری کا اصول بھی
حیوان میں ہے کیونکہ شیر میں بہادری [illegible] کی تھی ہے کہ بعض حیوانات انسان
سے [illegible] صفات [illegible] قوت عقلیہ اور قوت عملیہ جسکی بنا سوال متعلقہ کرم پر ہے
ان میں سے ہر ایک کی دو شاخیں ہیں [illegible] دو شاخیں - ایک کو نظام دنیا سے
تعلق ہے وہ قوت عقلیہ جس سے قاعدے بنا کر نظام دنیا چلاتا ہے ایک شاخ جیسے نوکری کرنا قانون بنانا وغیرہ وغیرہ
اس قوت عقلیہ کی شاخ جس میں دنیوی کام چلانا ہے اس میں وہ تمدن اور قانون کا محتاج ہے دوسری شاخ
قوت عقلیہ کی غیب الغیب سے تعلق رکھتی ہے [illegible] جیسے سپنے خواب کا بیان کیا تھا خواب ایک ادنیٰ
بات ہے اس سے بڑھ کر الہام ہے وہ بھی قوت عقلی کی شاخ ہے - قوت عملیہ کی بھی دو شاخیں ہیں ایک ہر ایک فعل
ارادہ سے کرنا اور سوچ سے کرنا حیوان [illegible] سوچنے کے بناتے ہیں وہ ایک طبعی فعل ہے کیونکہ انکو فعلوں
کا انپر کوئی اثر نہیں انسان پر فعل کا اثر ہوتا ہے جیسے ہمارے افعال ہماری کانشنس پر اثر کرتے ہیں لیکن حیوان
پر نہیں ہے عملی قوت کی دوسری شاخ روحانی کام ہے ایک تو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ - دوسرا اپنے رب کے ساتھ
دونوں قوتوں سے یہ ممتاز ہے اور دونو کی دو شاخیں ہیں ✤ ہم تجربہ انسان کا جب کرتے ہیں ہم دو نوعے
دیکھتے ہیں پہلا اپنی زندگی کا اسباب بنانا پھر اپنے ارادہ سے فعل کرنا انسان کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ جو فعل
کرے گا اسکا نتیجہ ہوگا حیوانات میں نہیں - انسان شائستگی کو مد نظر رکھتا ہے حیوان اپنی حاجت لا پرواہی
سے کرتا ہے انسان ضرورتوں کو دیکھکر خوبصورتی اور مکان کا لحاظ کرتا اور قاعدے بناتا ہے ✤ دوسری شاخ
عقلی جس میں یہ علوم بلا ارادہ حاصل کرتا ہے جیسے الہام اور دوسری شاخ محبت کی اور وہ اس سے ایسی محبت
کرتے ہیں کہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی قوای کی ترتیب کے لیے ایک قانون کی ضرورت ہے
یہ محتاج ہے اسباب کا کہ ایک تو لوگوں سے تعلق ہو دوسرا خدا سے یونانی لوگ بھی مانتے تھے کہ انسان مدنی بالطبع
ہونے کے لیے قانون کا محتاج تھا - اسلیے واضع قانون کی ضرورت ہوئی اور وہی نبی تھے لیکن حکما اس معرفت
کو نہیں پہونچتے اسلیے وہ اونہیں اپنی تو نہیں کہتے - لیکن وہ عقل کو چاہتے ہیں اور وہ انسان ہونا ہوا -
چنانچہ یہ آیات ہیں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اللہ نے فضل ہونوں
پر کیا کہ ان ہی میں رسول انہیں میں سے بھیجا - وہ نادان کہتے تھے کہ فرشتہ کیوں نہ آیا فرمایا لَوْ جَعَلْنَاهُ

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِم مَّا يَلْبِسُونَ اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو ہم تمہاری طرح کا انسان بناتے تمہاری طاقت نہیں کہ فرشتہ سے بات کرو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ بشکل انسان آیا تو وہ گھبرا اوٹھے میں فرشتہ کی یہاں بحث نہیں کرتا ہے یہ میں بحث کروں گا اگر وقت ملا فرمایا یہ ہمارا احسان ہے کہ ہم نے انسان اور پھر انسانوں میں سے تم میں سے نبی بھیجا۔

یہاں سوال یہ ہوتا ہے۔ اگر انسان اور مقنن کی حاجت ہے تو سب لوگ عقلمند ہو جاویں۔ کیونکہ پارلیمنٹ بھی تو مقنن ہے۔ تو نبی کی کیا ضرورت ہے منکران نبوت بالکل یہی دلیل دیتے ہیں۔ لیکن اسلامی فلاسفروں نے اسی لیے یہ کہا ہے کہ نبی میں خاص بات ہوتی ہے جس سے وہ ممتاز ہو جاتا ہے وہ معجزہ ہے شیخ ابو علی سینا نے بھی شفا میں لکھا ہے کہ نبی کے جسم میں ایک چیز ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں سے متصل ہوتا ہے۔ وہ قائل ہیں کہ جو فرشتوں کے علوم ہیں اوس میں آجاتے ہیں دوسرا اسمیں ایسی طاقت ہوتی ہے کہ وہ اس سے دوسروں میں تاثیر کرتے ہیں فلسفیوں کا عقیدہ ہے کہ چار عناصر کا مادہ ایک ہی ہے اگرچہ مختلف صورتیں ہیں۔ جیسے بھیگا ہوا کپڑا ہوا۔ پانی۔ آگ ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی جیسے کام آپ کرتا ہے ویسا ہی اوروں سے کراتا ہے تیسرا امر جو نبی میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ فرشتوں کو دیکھتے ہیں اسلیے لوگ انکے معتقد ہوتے ہیں وہ معجزہ دکھاتے ہیں لیکن یہ وہ وقت ہے کہ لوگ معجزہ سے ہنستے ہیں معجزہ مانگتے ہیں لیکن انبیا فوت ہو چکے۔ حضرت محمد کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ختم ہو چکے بیشک وارث انبیا ولی ہوتے وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے لیکن وہ نظر نہیں آتے۔ زیر زمین ہوگئے آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے اور ہمکو گذشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے۔ ہم نہیں دکھا سکتے۔ اس لیے معجزہ جو ثابت ہوگا تو وہ تعلیم سے ہوگا۔

ہاں تو صاحبو اس سوال کا جواب کہ قانون تو بن رہے ہیں نبی کی کیا حاجت ہے اسکے دو جواب ہیں بقیہ وقت انکی جواب میں لگاؤنگا اگر غور سے سنوگے فائدہ اٹھاؤگے ایک شخص کو اپنے دین پر شک پڑا ہے۔ قرآن کی بزرگی سے پہلے صاحب نبوت کو ثابت کرنا ہوگا لہذا میں پہلے نبوت عام میں تقریر کروں گا پھر خاص پر۔

ہر ایک مذہب میں تین جماعتیں ہیں۔ اعلے وہ مطمئن ہیں وہ روحانی نور سے مطمئن ہوتے ہیں کچھ اہل عقل ہیں وہ عقلی دلائل سے مطمئن ہیں ادنی عوام الناس انکو سمجھ نہیں پڑتا بلا سوچے ایمان رکھتے ہیں بیچ والے لٹکتے ہیں نہ عالم ہیں نہ جاہل انکے لیے ضروری ہے کہ وہ سمجھیں کہ نبوت ضروری ہے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ جو لوگ عاقل کہلاتے ہیں مقنن کہلاتے ہیں اپنر کوئی زمانہ ایسا نہ گزرا کہ ان سے پہلے کوئی رسول نہ آیا ہو۔ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ میں

پر رسول بھی یہ آیت پڑھی تھی یعنے ہر قوم کے لیے ہادی ہے وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا اور تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرے گا جبتک اسکے صدر میں رسول نہ بھیج لے جب یہ امر ثابت ہوا کہ ہمیشہ سے ہادی تھے تو سمجھو جو قوانین خواہ تمدن کے خواہ اخلاق کے ہیں انسانی عقل نے نہیں بنائے بلکہ وہ محتاج ہے تعلیم الہامی کی عقل کا ذاتی کام نہیں بلکہ سیکھنے سے سیکھی سب سے پہلے آدم نبی تھے چنانچہ فرمایا وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا آدم کو سب چیزوں کا نام اور خواص سکھلائے۔ اونکے بعد انکی ذریات وقتاً فوقتاً آئے مذہب کو برطرف رکھکر کوئی عقل والا بلا سکھلائے نہیں سیکھ سکتا بلا معلم کوئی کام نہیں کوئی انسان ایسا نہ ملیگا کہ بلا سکھائے کچھ سیکھے جب یہ حال ہے تمام چیزوں کا تو اخلاقی علوم بلا سکھائے کیسے سیکھ سکتا ہے امام غزالی اور دوسرے حکیم اس بات کے قائل ہیں کہ کل علوم لغت وغیرہ الہامی ہیں ۔ غرضیکہ کل علوم اگرچہ عقل کے ذریعہ ہوں لیکن آسمانی تعلیم سے تھے ہاں شاگرد عقل نے اصل اصول سیکھکر تجربہ اور قیاس سے بہت کچھ اور بڑھایا۔ لیکن اس قیاس میں خطا ہوا اور خطا نکالنے کے لیے نبی بھیجے تاکہ ان غلطیوں کو دور کریں اسلیئے ثابت ہوا کہ کل تعلیمیں الہامی تعلیم کا نتیجہ ہیں باقی غلطی انسان کی ہے میرے جواب کے دو مقدمہ ہیں انسانی عقل خاطی ہے اور الہامی تعلیم یافتہ عقل خاطی نہیں۔ اگر میں ان دو مقدموں کو ثابت کردوں تو میرے دلیل لائق ماننے کے ہے پہلے امر میں سب متفق ہیں کہ انسان مرکب من الخطاء والنسیان ہے اور مثالوں سے پایا جاتا ہے کہ انسان فطرتاً خطا کرنے ہیں بہرحال تائید میں میں اسلام اور عیسائی مذہب کی شہادت پیش کرونگا کہ انسان خطا کرتا ہے ۔ ہمارے ہاں حدیث میں ہے کہ آدمؑ بھولا۔ اور دانہ کھایا ذریات بھی بھولتی ہے۔ عیسائیوں کی مقدس کتاب واعظ باب ۷ آیت ۲۰ میں کہا ہے کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے اور خطا نہ کرے خطا سے بڑھکر عیسائی گناہ کے بھی مقر ہیں۔ ایوب۔ یرمیاہ۔ یسعیا۔ رومیوں کا خط سب میں لکھا ہے کہ انسان گنہگار ہے یورپ اور یونان سیانتے ہیں۔ نام سناتا ہوں۔ ارسطاطالیس۔ تکلیمس۔ اقلیدس جالینوس۔ سقراطس وغیرہ سب اسبات کے اقراری ہیں کہ انسان غلطی کرتا ہے اب ہم موجودہ عقول کو دیکھتے ہیں پارلیمنٹ کو ممبر اور کونسل کے ممبر قانون بناتے ہیں وہ قانون بناکر اپنی غلطی کے معترف ہوتے ہیں ایک آنریبل کھڑا ہوکر ایک امر طے کرتا ہے دوسرا اسکی غلطی نکال دیتا ہے۔ یونانی اقوال میرے رسالہ میں درج ہیں اور آج کل سائنس کہہ رہی ہے کہ پہلے نتائج غلط ہیں اسلیئے یہ مقدمہ بحث کے قابل نہیں۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام نے غلطی نہیں کی میرا دعویٰ ہے کہ انبیا کی قوانین بھی غلطی

نہیں ہوئی - اونہوں نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی - کوئی معترف غلطی کا نہیں ہوا - نہ ایک دوسرے کے مکذب ہوئے ہو بلکہ مصدق - اصول ایک ہے سب کا ایک - ہاں فروعات وقتاً فوقتاً بدلے گئے ایسی بات کو نسخ کہتے ہیں - جو نسخ کے مخالف ہیں وہ اعتراض کرتے ہیں یہ انکی غلطی ہے نبیوں کا احکام کا بدلنا ڈاکٹر کی مثال ہے - جو مختلف نسخے بدلتا ہے - مسہل - تبرید - تائید کے نسخے مختلف لکھتا ہے - گرم - سرد - مقوی - جیسے ضرورت ہو اسی طرح نبیوں کی مثال ہے - مثلاً آدم کے وقت احکام کچھ اور تہے اونکے لڑکے بالوں میں بہائی بہنوں کی شادی ہوتی تہی جب وسعت ہوئی تو قرابت کے بعد شادی ہوئی جس کا ستر یہ ہے کہ زوجہ ایک قسم کی فراش ہے اور شوہر اسکا حاکم یا افسر جیسے یہ آیت ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَی النِّسَاءِ یعنے مرد افسر ہیں اور عورتیں ماتحت ہیں - قدرتاً انسان غالب ہے اگر سوال کریں کہ یورپین عورتیں غالب ہیں - تو یوروپین مردوں کا مقابلہ کرو - میرا رسالہ شرح ہے مقابلہ کرو یہ لوگ حاجت روائی میں پورے ہیں -

میں اسوقت جملہ مذاہب کا وکیل نہیں ہوں وکیل اسلام کا ہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے دکھادونگا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم خطا سے خالی ہے - مینے ایک رسالہ عصمت الانبیاء لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ کسی نبی نے خطا نہیں کی - مینے ہزار روپیہ کا اشتہار دیا ہے کہ جو خطا حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت کرے ایسی خطا کہ جسپر آپ قائم رہے ہوں - میں ہزار روپیہ دونگا ہاں لغزش اس میں داخل نہیں ایسی خطا جسپر قائم ہوں ثابت کرے ایک تو یہ جواب ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ جہاں کہیں قواعد اخلاق میں صحت ہے وہ الہامی باقی غلطی انسانی

اس انسانی غلطی کے دور کرنے کے لیے نبی آئے دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض امور تک انسانی عقل نہیں پہونچتی - بعض جگہہ بالواسطہ شاگردی سے عقل نے سیکھا ہے - لیکن بعض امور میں عقل نہیں پہونچتی - اوسے ضرور شاگردی کرنی پڑی ہے اور اس میں کل عقول انسانی اوس کام کو نہیں پہونچتے ہیں - وہ کیا - میں بتاچکا ہوں انسان کی روحانی صفت جسکا تعلق خدا سے ہے اس تعلق سے اسکو خدا کی ہستی کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا ہونا چاہیے دوسرا خیال اوسکی صفات کے متعلق اور تیسرا اسکے ارادہ اور مرضیات کے متعلق ہے -

ان تین سوالوں میں سے پہلے سوال کا جواب عقل انسانی نہیں دیسکتی وہ صرف یہی بتا سکتی ہے کہ خدا ہونا چاہیے خدا ہی عقل کا کام نہیں کہ بتائے وہ مشاہدہ چاہتی ہے جیسے دہوئیں کا مشاہدہ کرکے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آگ ہے - یہ وجدان آسمانی الہام سے ثابت ہوا - یہ انسانی عقل کا کام نہیں کہ وہ خود بتائے - یہ خدا کا کام ہے دوسرا سوال صفات کے متعلق اس میں بھی عقل قاصر ہے ہمارے اپنے صفات حادث ہیں - ہم خدا کو اپنے جیسا

نہیں سمجھتے ہم کمزور اور ضعیف ہیں قوای کے محتاج ہیں میںنے پچھلی دفعہ بیان کیا تھا کہ خدا تمہاری صفات والا نہیں لیکن ایسا کچھ ہے۔ ہمارا میں مناسبت نہیں فعل میں ہے جیسے اسکا ہاتھ اور ہمارا ہاتھ۔ اور فعل خواہ مشابہت رکھیں لیکن حقیقت نہیں۔ صفات الٰہی کو بھی سمجھانا خدا ہی کا کام تھا اب رہا اسکا ارادہ یہاں بھی انسانی عقل قاصر ہے ہمارا تجربہ ہمکو کچھ نہیں کر سکتا ارادہ اپنا بھی خدا خود ہی بتلائے میں اسپر اپنے رسالہ میں بحث کی ہے رسالہ دیکھا جاوے۔

اس جواب پر اعتراض ہوگا۔ میری غرض یہ تھی کہ ہستی صفات اور ارادہ الٰہی تعلیم آسمانی ہے عقل سے نہیں اعتراض اسپر یہ ہے کہ جو نبی بتائے وہ ٹھیک ہے۔ یہ کیونکر ہم مانیں

اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر امر کا یقین ہماری ذاتی مشاہدہ پر نہیں بہت چیزوں کے علوم ہم سکھانے سے حاصل کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ سکھلانیوالے کا اہل ہونا ہم یقین کرلیں مثلاً ڈاکٹر کی مثال ہے ڈاکٹر کا سند پانا۔ اسکا تجربہ۔ جو ڈاکٹر کہتا ہے مریض وہ قبول کرلیتا ہے اوسکی دوای کہاتا ہے اس سے پھوڑا وغیرہ چیرواتا ہے اسکے علاوہ اور نظائر۔ صراف اور وکیل کی بھی ہیں۔ ایک اور شخص ہے جو مدت العمر راستباز اور سچا رہا ہے اگر وہ کہدے کہ فلاں جنگل میں شیر ہے اوسکو یقین کرنے والے مان لیتے ہیں۔ دلیل کے طالب نہیں ہوتے اسیطرح حال ہے روحانی حکیموں کا۔ جیسے ہم صراف حکیم یا راستباز کے قول کو یقین کرلیتے ہیں اسیطرح گذشتہ تجارب کے لحاظ سے روحانی طبیبوں کے اقوال کو بھی تسلیم کرلیتے ہیں روحانی حکیموں کو بھی دو سبیل سے مان سکتے ہیں جیسے ڈاکٹر کی بابت کہا جاتا ہے کہ ہم نے تجربہ سے دیکھا ہے ویسا ہی پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس شخص نے کبھی جھوٹ بولا یا ہمیشہ سچا رہا اوسکی گذشتہ لائف دیکھنی چاہیے اور سننی چاہیے نہ دوستوں سے بلکہ دشمنوں سے جس سے معلوم ہو کہ یہ آدمی سچا ہے دوسرا اُنکی تعلیمات کو دیکھنا اور اس سے ثابت کرنا کہ یہ آدمی کیسا ہے تعلیمات بھی دو قسم پر ہے اول ایسی کہ اوس جیسے ہم نے کبھی نہ دیکھی اور ایسی عمدہ تعلیم کا کوئی نمونہ اور کہیں نہ پایا اسکو عقل نے پہچان لیا۔ دوسرے جیسے وہ عقل نے نہیں پہچانا۔ یہی شبہ دینے والی بات ہے اسکے بھی دو حصہ ہیں حصہ اول وہ تعلیم ہے جسکو عقل نہیں پہونچی نہ وہاں تک پہونچ سکتی ہے دوسرا حصہ وہ جسکو عقل نے پہلے نہیں لیکن بعد میں پہچانا مثلاً پیشگوئی یا واقعات آیندہ کی چیز سو اللہ تعالیٰ کی صفات اسکا ارادہ مرضیات قسم اول سے ہے اور پیشگوئی قسم دوم سے ہے اول کو عقل نہیں پہونچ سکتی دوسرے کو مان لیگی جب دوسرے کو مانا تو اول کو مستدلاً مان لینا ہوگا مثال اوسکی موجود ہے اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ یعنے اگر تم اس

کتاب کے شک میں ہو تو اسکی مثل لاؤ اور پھر فرمایا قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۔

یعنے تمام جنات اور آدمی بھی اوسکی مثل نہ بنا سکیں گے اب یہ ایک پیشگوئی ہے تیرہ سو برس سے پوری ہو رہی ہے اسکے سچے ہونے پر ہم مان لیتے ہیں کہ رسول کی دوسری باتیں بھی سچی ہیں ۔ ایسا ہی وہ پیشگوئی جو غلبہ روم کے متعلق ہے رسول مکہ میں بت پرستی سے روکتے تھے اور فارس اور روم کی لڑائی میں فارس والے جیت گئے تھے لیکن اودہر پیشگوئی تھی کہ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ کہ اگرچہ رومی مغلوب ہوگئی لیکن ایک بضع سنین میں وہ غالب آجاویں گے بضع تین سے دس تک ہوتا ہے صدیق اکبر نے پیشگوئی میں شرط تین سال کی باندہ دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شرط کو نو تک کر دی نو برس میں فارس والے مغلوب ہوگئے ۔ عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ تجربہ سے تھا مگر تجربہ سے تحدید یعنے سال مقرر نہیں ہو سکتے ۔ اسکی نظیریں اور بھی بہت ہیں مگر وقت تنگ ہے نتیجہ یہ ہے کہ بعض تعلیمات تک عقل نہیں پہونچتی اگرچہ اوسکی آزمایش بعد میں ہو ۔ اور بعض تک بالکل نہیں پہونچ سکتی مثلاً اللہ تعالی کو دیکھنا ۔ اسی سے تو مذہب کی ضرورت ثابت ہوتی ہے عقل کی بات کو مان لینا کوئی بہادری نہیں ہر ایک مان لیتا ہے بہادری اس بات کے ماننے میں ہے کہ عقل سے برتر نہ آوے ۔

اللہ تعالی کے احکام دو طرح کے ہیں واقعی اور مشتبہ عقلمند تو سب اللہ کے احکام تسلیم کر لیتے ہیں بے وقوف کہتے ہیں کہ بعض میں شبہ ہے لیکن جبکہ نبی کی بہت سی باتیں سچی نکلیں تو جن فرشتہ وغیرہ کا ماننا بھی ایسا ہی چاہیے جیسے کہ بہت لوگوں نے تسلیم کیا کہ جن وغیرہ کا ماننا ممکن ہے کیونکہ عقل کی باتوں کو صرف ماننا اچھا نہیں ۔ کیونکہ ایسے آدمی صرف چند باتوں کو مانتے ہیں اور سب باتوں کو نہیں مانتے ایسا ماننا ٹھیک نہیں اس سے انسان کا ایمان بہت کمزور ہو جاتا ہے ۔

جناب مولانا صاحب موصوف نے مقررہ وقت سے زیادہ وقت لیلیا اسلیے کل پروگرام اعلان کردہ کے بموجب کارروائی کرنی مشکل ہوگئی وقت صبح میں سے جو بقیہ وقت وقفہ تک تھا وہ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب کو دیا گیا جو سکھ مذہب کی طرف سے پہلے وکیل تھے اور سناتن دھرم کے معزز وکیل پنڈت بہانو دت صاحب سے التجا کی گئی کہ وہ از راہ کرم آج کی جگہہ کل کوئی مناسب وقت قبول فرماویں جو اونہوں نے قبول فرمایا اب سردار جواہر سنگھ صاحب مناسب الفاظ میں انٹروڈیوس کیے گئے ۔ سردار صاحب کی تقریر زبانی تھی

اور اونہوں نے بعد میں قلمبند کر کے بھیجدینے کا وعدہ فرمایا جو آجتک بوجہ عدم فرصتی وہ نہیں بھیج سکی اسلئے یہاں ہم رپورٹر علاہکے ورسبیٹم نوٹنز سے تقریر درج کرتے ہیں ۔ جسکی نظرثانی سردار صاحب نے خود فرمادی ہے ۔

سکھ ازم

عالی جناب والا القاب سردار جواہر سنگھ صاحب سکرٹری خالصہ کالج کمیٹی لاہور

صاحبان میری گفتگو پانچ سوالوں میں سے صرف پہلے سوال پر ہوگی اگر وقت کی لحاظ سے غور کریں تو سکھ مذہب سب سے آخری مذہب ہے کیونکہ اسکا آغاز ۱۴۶۹ء سے تسلیم کیا گیا ہے ۔ گو خالصہ تعلیم کی بنیاد بظاہر گرو نانک صاحب سے ہوئی مگر یہ وہی تعلیم ہے جو قدیم سے چلی آتی ہے ۔ سب انبیاؤں کی تعلیم جو خدا کے سمجھنے وغیرہ امور کے متعلق ہو اگرچہ نئی معلوم ہوتی ہے لیکن در اصل یہ سب تعلیمیں وہی پرانی تعلیم ہیں ۔ کوئی نئی بات نہیں ۔ جب کبھی زمانہ کو ریفارمر (اصلاح) کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالی ریفارمر (مصلح) بھیجدیا کرتا ہے ۔

گرو نانک ایک ایسے وقت تشریف لائے جب ملک کی سوشل اور مارل حالت بہت ہی گری ہوئی تھی اور ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو لوگوں میں ریفارم پیدا کرے ۔ سکھ بانی خلاصہ دیکھے تو تعلیم ایک ایسی تعلیم ہے جو گورو نانک صاحب سے پہلے بھی سب مذہب کی کتب یعنی قرآن ۔ توریت انجیل ۔ وید میں پائی جاتی ہے ۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف سے لوگ آتے رہے جو اصلاح کرتے رہے ۔ ہاں گرو نانک صاحب نے ضرورت زمانہ کے مطابق کچھ نئی باتیں اس میں شامل کیں آپکی تعلیم خاصکر نہایت ہی پوپلر (ہر دلعزیز) تھی ۔ ہندو مسلمان سب نے اسکو مانا مسٹر میکالف صاحب جو پنجاب میں ڈسٹرکٹ جج رہ چکے ہیں اونھوں نے اسکی نہایت تعریف کی ہے اور ایسا ہی ایک اور عیسائی کا قول ہے کہ گورو صاحب روما میں گئے جہاں پوپ سے ملاقات ہوئی اور وہ خوش ہوئے ۔ کم از کم اس قصہ سے اتنا تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس انگریز کو باوا صاحب سے پیار ہے ہندوستان میں سے بھی عالی جناب حضرت میرزا غلام احمد صاحب جنکی کل عالمانہ تحریر سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خوش نہ ہوا ہو اور جسنے پسند نہ کی ہو اُن جیسے فاضل بزرگ نے گورو صاحب اور اونکی تعلیم پر اپنی رائے اپنی کتاب **ست بچن** میں یوں دی ہے

"پنجاب میں غالباً ایسا شخص کوئی بھی نہیں ہوگا جو باوا نانک صاحب کے نام سے واقف نہ ہو یا انکی خوبیوں سے بیخبر

ہو اسلیے کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ہم انکی سوانح اور طریق زندگی کی نسبت مفصل تحریر کریں لہذا صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ باوا صاحب موصوف ہندوؤں کے ایک شریف خاندان میں سے تھے سنہ ۹۰۰ نوسو ہجری کے اخیر میں پیدا ہوئے اور چونکہ اللہ تعالی کی راہ میں اخلاص رکھتے تھے اسلیے بہت جلد زہد اور پرہیزگاری اور ترک دنیا میں شہرت پاگئے اور ایسی قبولیت کے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ درحقیقت ہندوؤں کے تمام گذشتہ اکابر اور کل رشیوں رکھیوں اور دیوتوں میں سے ایک شخص بھی ایسا پیش کرنا مشکل ہے جو انکی نظیر ثابت ہو ہمارا انصاف ہمیں اسبات کے لیے مجبور کرتا ہے کہ ہم اقرار کریں کہ بیشک باوا نانک ان مقبول بندوں میں سے تھے **جنکو خدا تعالے نے اپنے ہاتھ سے نور کی طرف کھینچا ہے۔**

گرو نانک صاحب کی کلام بلاشبہ ہر دلعزیز تھی۔ کیونکہ وہ تمام مذاہب کی محض خوبیوں سے مملو تھی اور انکی تعلیم محض رسمی پرستی نہ تھی۔ سری گرنتھ صاحب جس میں یہ تعلیم درج ہے اس میں اخلاقی اور روحانی تعلیم بہ نسبت جسمانی تعلیم کے زیادہ ہے۔ انکے تمام بچن اخلاقی اور روحانی تعلیم سے بھرے ہوئے ہیں کیونکہ جس زمانہ میں گرو نانک صاحب ہوئے اسوقت لوگوں کی تعلیم جسم کی طرف زیادہ رغبت تھی اور روح کی طرف بہت کم تھی۔

اس بات کا ذکر کردینا غیر ضروری نہیں کہ جب کوئی کتاب لکھی جاتی ہے تو مصنف اوسکی تمہید میں اپنا مذہب کسی نہ کسی طور پر ظاہر کر دیتا ہے گرنتھ صاحب میں سب سے اول یہ فقرہ ہے "ایک اونکار ست گرپرساد" یعنے ایک خدا سچا گرو اور مہربان * یہ مبارک کلمہ بہت سے مذاہب سے عین متصل ہے۔ دسم بادشاہ کے گرنتھ صاحب کے شروع میں بھی ہے "چکر چہنٌ ابرن ذات وغیرہ وغیرہ" مضمون اسکا اور گرو نانک کی تقریر کا ایک ہی ہے گو عبارت میں فرق ہے۔

(آمدم برسر مطلب) سوال اول انسان کی جسمانی اور اخلاقی اور روحانی حالات کے متعلق ہے۔ حضرت میرزا صاحب نے اپنے مذہب کے لحاظ سے اس سوال کو بہت عمدہ طور پر بیان کیا ہے ہاں انکی ایک بات کو میں نہیں سمجھ سکا۔ انگریزی اشتہار میں لفظ فزیکل ہے جسکا ترجمہ اردو اشتہار میں جسمانی ہے مرزا صاحب نے اسکے معنے طبعی لیے ہیں۔ حالانکہ لفظ نیچرل کے معنے طبعی ہیں۔

سکھ مذہب کے رو سے ہم لوگ اپنے جسم کو اسیطرح رکھتے ہیں جیسے کہ پیدا ہوئے ہیں۔ یعنے بالوں کا کتروانا یا ختنہ وغیرہ نہیں کرتے۔ اسکے متعلق گرنتھ صاحب میں ہے کہ پرماتما نے جو دیا ہے اسکو ٹہراؤ " کیونکہ اخلاقی اور روحانی بہت

---

* چکر چہن اور برن جات ارپات نہنجہ روپ رنگ اور ریکھ بیکھ کو ذکہہ نہ سکت کہہ
اچل مورت انبہو پرکاش امتوج کہیجے کوٹ اندر اندراں شاہ شاہان گنیجے ایڈیٹر

باتوں کا مدار جسم پر ہے اسلیے خالصہ دہرم یہ تعلیم دیتا ہے کہ اے لوگو تم جسم کی اچھی طرح پرورش کرو۔ برت وغیرہ رکھنے سے کمزور نہ ہو جاؤ۔ دنیا چھوڑ کر غار میں جانا ضروری نہیں۔ دنیاداری کرنا ضروری ہے ہمارے گرو صاحبان نے خود خانہ داری کی اگر انسان اپنے جسم کو ٹھیک ٹھیک رکھے تو اسکی روحانی طاقت بہت مفید ثابت نہیں ہوگی۔ مثلاً ایک سٹر یا آدمی بڑے عالم لیکن کمزور لوگوں کے گروہ کو دہمکا سکتا ہے۔ پس خدا کے دیے ہوئے عضو آنکھ ناک کان وغیرہ نہایت بیش قیمت ہیں چنانچہ باوا نانک صاحب فرماتے ہیں[*] کہ تم اپنے جسم کے عضووں سے کام لیکر کماؤ اور اپنے ہاتھوں سے دان دو مگر آپنے بلا واسطہ جسمانی پرورش کا ذکر نہیں کیا مثلاً فرمایا کہ آنکھیں صرف دنیا کے حسن دیکھنے کے لیے نہیں دیں بلکہ خدا تعالے کے بے شمار کاموں کو دیکھنے کے لیے۔ پاؤں بری راہ چلنے کے لیے نہیں ہیں نیک کاموں کی طرف جانے کیواسطے جیسے باوا صاحب نے کہا "نیک راہ چلو کانوں سے نیک بات سنو چغلی نہ سنو ہاتھوں سے ایسے کام کرو جس سے خدا خوش ہو۔ اگر ایسا کروگے تمہارا ماتہا خدا کی نگاہ میں اجلا نظر آئیگا گورو گرنتھ کی تعلیم ہے کہ "جامہ انسانی بار بار ملنے[#] والا نہیں ہے جیسے پکا ہوا آم درخت سے گرتا ہے پھر نہیں لگتا انسان کو فرشتہ بھی رشک سے دیکھتا ہے کیونکہ انسان اللہ صاحب کی رضامندی میں ترقی کرکے فرشتوں سے بڑہ جاتا ہے پس اس جسم سے ایسا کام کرو جس سے خدا تعالیٰ کی پرستش کے لائق ہو جاؤ۔

اب اس درجہ کو مکمل کرکے خالصہ دہرم انسان کی توجہ اوپر کی طرف لیجاتا ہے جیسے لکھا ہے "جسکی کرپا سے[*] یہ انسانی جامہ ملگیا ہے اب تو اسکی طرف دیکھ" اخلاقی تعلق ہونے سے انسان اس درجہ سے بڑہ جاتا ہے۔ پہلی حالت میں انسان خود غرض ہوتا ہے دوسری حالت میں خود غرضی کو دور کرتا ہے" ہم نہیں چنگے برا نہیں کوئی"۔ اس حالت کو جو محسوس کرتا ہے وہی نجات پاتا ہے۔ پیر کہا ہے کہ دولت[*] اور زمین کا جو گمان کرے وہ اندہا ہے جسکو دل میں اللہ غریبی دیتا ہے وہ نجات او سکہ پاتا ہے جو غرور کرے تنکوں کی طرح جل جاتا ہے۔ جو راجہ لشکر پر بہروسہ کرکے وہ ایک لمحہ میں غارت ہوتا ہے جو اپنے کو طاقتور سمجھے تباہ ہوتا ہے۔ جو اپنے[*] آپکو بھلا کہے وہ بھلا نہیں جو

---

* گہٹ گہال کچہہ ہتہوں دے۔ نانک راہ پچہانے سے ** مانس جنم دلبہ ہے ہوت نہ بار بار۔ جیوں بن پہل پاکے بہوئے گرے پہر نہ لاگے ڈار *** جینہ پرساد پاو رلبہ دہ۔ نانک تس کی بہگت کریہ * **** دہن بہوم کا جو کرے گمان۔ سو مورکہ اندہا اگیان * کرکرپا جسکی ہردی غریبی بساوے۔ نانک ایہاں مکت آگے سکہہ پاوے ***** آپس کو جو بھلا کہا دے۔ تسہ بھلائی نکٹ نہ آوے * آپس کو جو جانے نیچا۔ سو وہ گنیئے سب تے اوچا۔ اپدیشہ

اپنے آپ کو خاک پا سمجھے وہ آدمی نیک ہے یہ سب سے بڑھکر اپنا گورو ++ دوم وہاں ہے بعد میں باپ پھر اوستاد جب انسان ایسا
خیال کرے تو پھر سمجھتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے جنکے ساتھ اپنا گھرانا خوش ہو وہ بہشت میں ہے
جنکے گھر میں امن نہیں وہ گویا سخت تکلیف میں ہے - اس حالت کو ہندوستان کے لوگ مدت مدید سے محسوس کرتی
تھے مثلاً جب بن باس میں سیتاجی کو راون چراکر لیگیا تو راون سے جنگ کرنے میں لچھمن کو ایک برچھی لگی - تو وہ
بیہوش ہوگئے اس وقت رامچندر جی کہتے ہیں کہ اے بھائی مینے کیا کیا کہ ایک عورت کے لینے میں تجھکو گنوایا
پھر ہنومان کی زبانی لڑائی کا حال سنکر رانیاں یہ کہتی ہیں - اول لچھمن کی ماں کہتی ہے کہ آج میں سپوت ہوئی کہ میرا بیٹا
اپنے بھائی کے پیچھے جنگ میں کام آیا - رامچندر کی ماں سنکر کہتی ہے کہ جو لڑائی میں بھاگے اسکے گوشت کو گید بھی
نہیں کھاتے - اور رام چندر جی کو ہنومان کی معرفت کہلا بھیجا کہ لچھمن کے بغیر جیتے نہ رہنا آؤ تو دونو آؤ ورنہ وہاں
دونوں ہی مرجاؤ + اچھے گھروں میں ایسے نیک خیالات ضروری اور لازمی ہیں اس تمثیل میں ایک اور امر قابل
نوٹ یہہ بھی ہے کہ جب سیتاجی اپنے زیور جنگل میں پھینک گئی - تو انکو پاکر رام چندر جی نے لچھمن جی سے پوچھا لچھمن نے
کہا میں انکو نہیں پہچان سکتا کیونکہ مینے انکو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا سوائے پاؤں کے زیور کے جنکو میں ہر روز
انکے چرنوں کو پرنام کرتا تھا + اخلاق کے اعلے اوستاد گورو گوبند سنگھ صاحب کی اپنی نظیر سے ثابت ہے گرو صاحب
کہتے ہیں جب ہمنے ہوش سنبھالی ہمارے باپ گرو تیغ بہادر نے کہا کہ ++ اے بیٹا جبتک جان میں جان ہے تبتک
یہ کرو کہ تم اپنی اہلیہ سے محبت بڑھاؤ مگر غیر عورت کے پاس خواب میں بھی نہ جانا کیونکہ غیر عورت تباہ کرنے والی ہے ؛
اس قسم کے اوپدیش گرنتھ صاحب میں بہت ہیں تاکہ انسان اپنے اوقات گھر میں پیار سے گذارے "# وہ
جو اپنے آپ میں برائی کھودے اسکو ساری دنیا دوست نظر آتی ہے جو اپنے کو سب سے نیچا سمجھے وہ سب سے اونچا
ہے"۔

جب انسان ایسا عمدہ برتاؤ اپنے قریبیوں سے کرتا ہے تو رفتہ رفتہ اسکا برتاؤ اور نیک سلوک بڑے وسیع شعبوں پر

++ گوردیو ماتا گوردیو پتا گوردیو سوامی پرمیشرہ - گوردیو سکھا اگیان بھجن گوردیو بندھپ سہودرہ ++
سدہ جب تے ہم دھری بچن گوردیو ہمارے - پوت ایہی پرن تو ہو پرن جب لگ گھٹ تہارے + نج ناری کے
ساتھ نیہو تم نت بڑھیو - پر ناری کی سیج بھول سپنے ہوں نہ جائیو + پر ناری کی سیج سہن پاسو
بھگ پاکر # من اپنے تے بُرا مٹایا - پیکھے سگل سا جنا + آلس کو جو جانے نیچا - سواوہ
گنیئے سب تے اوچا + اپدیش

اور درجہ بدرجہ تمام مخلوق سے ہی جاتا ہے۔

اس درجہ کے بعد روحانیت کے حاصل کرنے کا درجہ ہے گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ جسکی# مہربانی سے تو زمین پر آرام لیتا ہے اور بیوی بچہ وغیرہ کے ساتھ مزے میں رہتا ہے آگ پانی سے کام لیتا ہے جس نے تمہیں ہاتھ پاؤں وغیرہ دیے ہیں ایسے مہربان خدا کو چھوڑ کر اگر کسی اور سے پیار کرے تو تو بڑے دکھوں میں پڑے گا بغیر ایشور کے فضل کے وہاں سے نکل نہ سکیگا۔

جہاں# باپ بھائی مدد نہیں کر سکتے وہاں خدا تعالی صرف مدد کرے گا جہاں تمنے اکیلا جانا ہے وہاں صرف خدا ساتھ ہوگا جہاں بے انتہا مسافت اور اندھیرا ہوگا وہاں صرف خدا کی روشنی ہوگی جہاں کوئی واقف نہ ہوگا وہاں صرف خدا ہوگا یہ سب سے اچھا ہے وہ جو جسکا غرور مٹ جاوے سب سے عمدہ یہ ہے کہ پرماتما کا نام ورد زبان کرو۔ عابدوں کی سنگت دلکی میل کو دور کرنے والی ہے سب کوشش سے عمدہ خدا کا نام جپنا ہے۔

اسکے بعد اتصال الٰہی کا درجہ ہے۔

جسکو# خدا چاہتا ہے اپنے لڑ لگا لیتا ہے خدا کے نام کو یاد کرنے والے نیچ درجہ والے بھی بہت اونچے درجہ پر چڑھ جاتے ہیں جو خدا کا وصل حاصل کرتا ہے وہی بلند درجہ پاتا ہے۔

جیہہ پرشاد دہراد پرسکھ لہہ۔ سُت بہرات میت بنتا سنگ بسہ + جیہہ پرشاد گرہیہ سنگ سکھہ لبنا۔ آٹھہ پہر سمرن تس رسنا + دینو ہست پاؤکرن نیتر رسنا۔ تسے تیاگ اور سنگ رچنا# ایسے دکھہ موڑہ انذہ پاہیے۔ نانک کاڈھ لے ہو پربھ آپیے # جیہہ مات پتا سُت میت نہ بھائی۔ من اوہاں نام تیرے سنگ سہائی + جیہہ مارگ تو جات اکیلا۔ ہر کا نام سنگ ہوت سہیلا + جیہہ مارگ کے گنے جانہ نہ کوسا۔ ہر کا نام اوہاں سنگ توسا + جیہہ پینڈے میں انذھ غبارا۔ ہر کا نام سنگ اُجارا + جہاں پنتھ تیرا کو نہ سنجانو۔ ہر کا نام تہ سنگ پچھانو + جان کا من ہو کے سگل کی رینا۔ ادتم رس تنہ گھٹ گھٹ جپنا + اٹھ پہر جو ہر ہر جپئے۔ ہر کا سنگت پرکہٹ نہیں چھپیے + سادہ سنگ مکہہ اوجل ہوت بیاد مسنگ مل سگلی کھوت + سرتے ادتم ہر کی کتھا۔ نام سنت درد و کہ لتھا# اگیا او اگیا جادے۔ نانک جان بہاگ تان لیسے بنائے + جو جانے تس سدا سکھہ ہو گئے۔ آپ ملائے لئے پربھ سُو + سب سے اوتم گیتو جھنڈا لا۔ نانک جیہہ گھٹ بسے گو پالا + پربھ کا سمرن سب تے اونچا۔ پربھ کے سمرن اودہرے سوچا + ایڈیٹر

جسم مٹی پانی آگ اور ہوا سے بنا ہے یہ عناصر ایک دوسرے سے درجہ وار لطیف ہیں ان سب کا بنانیوالا خدا ان سب سے زیادہ لطیف ہے اس ترکیب سے گورو صاحب نے لوگوں کو سفلی درجہ سے آسمانی درجہ کی طرف راہ دکھایا ہے۔ نیک بخت اور نیک دل انسان کو خدا کے ساتھ ایسی محبت کرنی چاہیئے جیسے ¹گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ تم ایسی محبت خدا سے کرو جیسے بھوکا اناج سے اور پیاسا پانی سے اور ماں بیٹے سے" اگر انسان خدا کی طرف صداقت سے جاوے تو خدا اوسکو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ خدا کے سامنے اپنے ماتھے کو نیچا کرو قسمت کی حروف مہر کی طرح اولٹا ہونے سے سیدھے ہوتے ہیں" پہر لکھا ہے کہ جو تیری مرضی ہو وہی ہو۔ تو سدا اسلامت ہے* جو تجھے میٹھا لگے وہی اچھا ہے میرے اپنے بس میں نہیں تو ہی مارے تو ہی جلائے۔

جب انسان کی روح خدا کے سامنے ہوتی ہے جو خود روح ہے تو ایک حالت پیدا ہوتی ہے اسوقت "بسر گئی سب اپنی پرائی۔ جب سے سادہ سنگت مت پائی" والی حالت ہوتی ہے اسوقت انسان کا نہ کوئی دشمن اور نہ کوئی دوست رہجاتا ہے ۔ یہ مختصر بیان انسان کی اون حالتوں کا جسکا گرنتھ میں ذکر ہے یہ بیان تمام صفحات گرنتھ میں ہے **جو راگ میں ہونے کے باعث** وید سے متشابہ ہو سکتے ہیں اور خدا کی وحدانیت کے لحاظ سے قرآن شریف سے ۔ خالصہ مذہب کا پرچار بہت کم ہوا ہے لیکن جوں جوں لوگ سنتے ہیں اسکو تسلیم کرتے اور ماننے لگتے ہیں اور ہمیشہ سب نے پسند کیا ہے۔

گورو نانک صاحب میں ایک بات نرالی قسم کی یہ تھی کہ وہ سب کو عمدگی سے اپدیش دیتے جیسا کہ بادشاہ نے جب انکو شراب پینے کے لیے کہا تو جواب دیا کہ ہمنے خدا کے نام کی شراب پی ہوئی ہے جب برہمن نے جنیو⁺ پہننے کے لیے کہا تو کہا کہ دیا کی کپاس⁺⁺ لاؤ اور سنتوکھ کا سوت بناؤ جت کی گانٹھہ دو اور ست کا بٹ دو تب اس جنیو کو میرے گلے میں ڈالدو تمہارا تاگہ صرف باہر رہتا ہے۔ ایک مسلمان نے نماز کے لیے کہا تو اسیطرح پر جواب دیا اور کہا کہ

---

* جو تدھ بھاوے سائی بھلی کار ۔ تو سدا سلامت نرنکار ۔

⁺⁺ دیا کپاہ سنتوکھ سوت جت گنڈھی ست وٹ ۔ ایہہ جنیو جی کا ہئی تاں پانڈے گھت ۔ نا ایہہ تٹے نا مل لگے نا ایہہ جلے نہ جائے ۔ دھن سو مانس نانکا جو گل چلے پائے ۔ ایڈیٹر

مہر# ہماری مسجد ہے اور صدق ہمارا مصلے حق حلال ہے اور کرنی کعبہ وغیرہ وغیرہ ہے"

جب انسان اس طرح جسم سے اخلاق اور اخلاق سے روحانی دنیا کو پہونچ جاتا ہے تو انسان کو دکھ سکھ برابر ہو جاتا ہے۔ اور ہر حالت میں انسان راضی رہتا ہے جس* مرنے سے لوگ ڈرتے ہیں میں اس میں راضی ہوں پھر لکھا ہے پانچ# عناصر سے اس جسم کو پیدائش ہے یہ جسم بعد مرنے کے اپنے اپنے عناصر میں ملجاتا ہے۔

جب انسان ان تینوں مرحلوں کو گذر کر اس حالت میں ہوتا ہے کہ انسان کی روح خدا کی روح سے تعلق پیدا کرتی ہے اور تمام دکھ مٹ جاتے ہیں تب انسان کہتا ہے کہ "میں خدا پر قربان ہوں وہ مجھ میں سے ہے اور میں اس میں سے ہوں

آیندہ زندگی میں کیا ہوگا

روح اور جسم دونو خدا کی ملکیت ہے خدا پورن ادر ہر۔۔۔ ایک شی میں براجمان ہے جس طرح خدا رکھے اوسیطرح رہنا چاہیے خواہ دوسرا جسم ملتا ہے یا نہیں ملتا ہم میں یہ طاقت نہیں کہ آیندہ کی زندگی کی بابت کچھ رای لگا ئیں پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح وہ رکھے ہم رہنے کو راضی ہیں جینا مرنا۔ اور اس سے پہلے اور اس سے پیچھے کی بابت گورو صاحب کا یہ قول ہے۔

"جسطرح خدا چاہتا ہے کرتا ہے دوسرے کو مداخلت نہیں ہے۔" اگر یہ سوال ہے کہ انسان کہاں سے آیا اور کہاں جائیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سب کا مالک اللہ تعالی ہے اسکے سوا کوئی رای زنی نہیں کرسکتا"

ذیل کے سوال جواب سے ان امور کے اور تصریح ہوتی ہے

سوال کونسی دن تاریخ یا وقت دنیا پیدا ہوئی **جواب** جسنے دنیا بنائی ہے وہی جانتا ہے وقت پیدائش کو

مہر مسیت صدق مصلے حق حلال قرآن۔ شرم سنت شیل روزہ ہو مسلمان + کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماج۔ تسبیح سا تس بہا وسی نانک رکھے لاج + * جس مرنے تے جگت ڈرے مورے من انند۔ مرنے ہی تے پایئے پورن پرمانند # پانچ تت کو تن رچیو جانوں چتر سجان۔ جیہہ تے اپجے نانکا لین تانہہ تم مان + ایڈیٹر

معلوم نہیں کیونکہ انکی کتابوں میں بھی ذکر نہیں قاضیوں کو معلوم نہیں کیونکہ انکی کتابوں میں ذکر نہیں جوگی بھی نہیں جان سکتے اسکے جاننے میں ہمارا کوئی فائدہ نہیں ایسی باتوں کے جاننے سے کوئی فائدہ نہیں ⁂

سولہ سنز آف نالج
یعنی
علم کے ذریعے

علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ذرائع ہیں + بیسج* ماتر سب کو گیان ہے مگر یہاں مراد معرفت الٰہی سے ہے جو بہر بہو کے آگیا ہے۔ اسکو اپنی روح کے اندر بساویں ان تین طریق سے خدا کی راہ میں آنا اصل راہ ہے گرنتھ صاحب میں لکھا ہے۔

کسی* طریقہ یا کوشش سے اصل گیان نہیں ملتا بلکہ وہ اسیکو ملتا ہے جسکے لیے خدا کی درگاہ سے حکم۔ معرفت کے ذریعہ اور بھی لکھے ہیں۔ مثلاً جھوٹ کو چھوڑنا امتیاز پیدا کرنا گیان کی خواہش رکھنا وغیرہ وغیرہ لیکن اصول تو یہ ہے جیسے بیان کیا گیا ہے ⁂ جسکو حقیقت کا صاف راہ نظر نہیں آتا اوسکو تب نظر آتا ہے جب اوپر سے خدا کی مہربانی نازل ہو۔ چنانچہ راجہ بھی جسپر وہ مہربانی کرے اسکو کوئی نہیں پوچھتا تب آدمی برہم گیانی بنتا ہے برہم گیانی کے نشان یہ ہیں۔ (۱) جسکے آگے ⁂ ہندو مسلمان برابر ہوں جسکا دل کا برہم ہٹ گیا اسکے آگے ہندو مسلمان برابر ہیں

⁂ تھہت وار نہ جوگی جانے رُت ماہہ نہ کوئی ـــ جاں کرتا سرشٹی کو سلیجے آپے جانے سوئی +

* بیج تسر سرب کو گیان ـ چیپہ درناں میں جیسے کو دناؤں + پر بہ کی آگیا تم ہتاوے ـ جیون نکت سو کہاوے + * کاہوں جگت بدہا بپر دہرم ـ نانک تس لی جبس لکھا دُھر کرم ـ

⁂ جسپر کرپا کری تس اپنا نام دی ـ بڈبھاگی نانک جن سے + برہم گیانی سدہم درسی ـ برہم گیانی کی درشٹ امرت برسی + برہم گیانی کے ستر ستر سمان ـ برہم گیانی کے ناہیں ابھمان + برہم گیانی اوچے تے اوچا ـ من اپنے ہے ستیے نیچا + برہم گیانی سے جن سیے ـ نانک جن برہم آپ کرے + برہم گیانی کی سب اوپر ہیتا ـ برہم گیانی سے کچھ برا نہ بھیا + برہم گیانی سدہن تے نگتا ـ برہم گیانی بتے نرمل جگتا + برہم گیانی کا بھوجن گیان ـ نانک برہم گیانی کا برہم دھیان ـ ایڈیٹر

(۲) برہم گیانی کے دوست دشمن برابر ہیں (۳) اس میں تکبر نہیں ہوتا (۴) سب سے اونچی منزل پر پہونچکر اوسکا من سب سے نیچا رہتا ہے (۵) جسکو پرمیشر آپ گیانی کرے وہی گیانی ہوتے ہیں (۶) اوس سے بڑا نہیں ہوتا ہے (۷) اوسکی نظر نفرت کی نظر نہیں ہوتی (۸) سب بندوں سے ہم کو نجات ہوتی ہے (۹) اوسکی دلیلوں میں شک نہیں (۱۰) اوسکی خوراک معرفت ہے (۱۱) اسکا دھیان پرمیشر سے ہے۔ فقط

چونکہ مقررہ ٹائم ٹیبل کے مطابق عمل درآمد نہ ہوسکا جیسے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور سردار صاحب موصوف کا وقت مقررہ ایکسا ایسے وقت پر ختم ہوتا تھا جبکہ صرف نصف گھنٹہ وقفہ میں رہتا تھا علاوہ ازیں سردار صاحب کی تقریر بہت ہی عام پسند واقع ہوئی اسلیے سردار صاحب کو نہایت خوشی سے اگزیکٹو کمیٹی سے اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو وقفہ تک اپنی سلسلہ تقریر کو جاری رکھیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ سردار صاحب ممدوح کی تقریر ایسی برجستہ اور سکہہ مذہب کے اصول کے مطابق ایسی مطالب خیز اور محیط تھی کہ اب سکہہ کمیونٹی میں سے دو اور وکلا نے جنکے نام نامی پروگرام میں تھے اس تقریر کو کافی سمجھا اور کسی اور تقریر کی ضرورت نہ سمجھی صرف سردار راجندر سنگھ صاحب نے اپنے مقررہ وقت پر بطور تکملہ کچہ کہنے کی خواہش ظاہر کی جنکی تقریر اپنی جگہہ پر درج کیجاوے گی۔

وقفہ

برہمو سماج

عالی جناب لالہ کالنشی رام صاحب سکرٹری برہمو سماج لاہور و جائنٹ سکرٹری جلسہ مذاہب

جلسہ* اعظم مذاہب جسکے مشہور و معروف بانی کو ہم آج اپنے اس تاریخی شہر میں خیر مقدم کہتے ہیں۔ مذہبی تاریخ میں ایک ہماری یادگار کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ واقعہ خواہ کتنا ہی باعظمت کیوں نہ ہو یہ بابو کشیپ چندر سین صاحب کے خیالات کا ایک خفیف سا عکس ہے جو انہیں کل اقوام کو مذہبی طور سے اکٹھے کرنے کے متعلق پیدا ہوا۔ اونکے خیال کا کامل طور سے پورا ہو جانا ایک وسیع زمانہ چاہتا ہے لیکن اسکا آغاز اب ضرور ہو گیا اور اس تحریک نے لبرل (آزاد) خیالات کے حق میں ایک تازیانہ کا کام دیا ہے۔ یہ امر دیکھکر دل کو بہت ہی تسکین ہوتی ہے کہ ہمارے ملکی بہائی جو سخت قدامت پرست ہیں وہ بہی اس خیال کی قدردانی میں پیچھے نہیں رہے وہ بہی اپنے عزیزانہ اتحاد اور اعلی مثال کی اتباع میں جو ہمارے بہائیوں نے امریکہ میں قائم کردی ہے دہرم مہوتسو جسکو پیدا ہوئے ابہی ایک سال ہی گذرا ہے گویا ایک ہلکی سکیل پر امریکہ کی پارلیمنٹ آف ریلجنز کی نقل ہے۔ اسکے مدعا بہی بہت حد تک

* یہ تقریر انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہے۔

اُسی زبردست تحریک سے ملتے جلتے ہیں یعنے یہہ کہ مذہبی معاملات میں تحمل اور بردباری کی روح پیدا کر کے مختلف فرقے کے لوگوں میں سچی مذہبی روح پیدا کی جاوے اور ایک مشترک موقعہ مہیا کیا جاوے جہاں مختلف مذہب کے وکلا تمام تنازعات اور باہمی جھگڑوں کو چھوڑ کر۔ اپنی پوری طاقت اور قابلیت کے ساتھ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں اور اس طرح تمام مہذب اور تعلیم یافتہ اصحاب کو ہر ایک مذہب کے متعلق عمدہ اور قابل اعتبار واقفیت حاصل ہو جاوے جس سے وہ اپنے لیے خود محاسبہ کر کے ہر ایک مذہب کی حقیقت اور اُسکی خوبیوں سے واقف ہو جاویں

مذہب اصل میں اس اعلے نمونہ کی مطابق زندگی بسر کرنا ہے جو ہم نے اپنی زندگی میں تسلیم کر لیا ہے یہ تسلیم محض خیالی طور سے ہی نہیں ہوتی بلکہ اسکا اظہار ہماری شریف تر طبیعت کے افعال سے ہی ہوتا ہے۔ مذہب نہ تو چند معتقدات اور خیالات کے مجموعہ کا ہی نام ہے اور نہ اس سے مراد وہ چند عمدہ طور پر گھڑے ہوئے فقرات ہیں جنکے ذریعہ ہم اظہار معتقدات کرتے ہیں۔ بلکہ اسکا سرچشمہ انسان کی روح کی گہری تہ میں ہے۔ مذہب زندگی کا وہ اصول ہے کہ جس سے ہمارے تمام معتقدات اور خیالات پیدا ہو کر ہماری روح میں عمدہ اور اعلے جوہر حاصل کر نیکی حرکت پیدا کر دیتے ہیں یا ایک ایسی رغبت ہے کہ جو نمو اور ترقی کا خاصہ ہے۔ لہذا اسکے تمام فعل بہت وسیع اور محیط ہوا کرتے ہیں تمام انسانی حرکات و سکنات پر اسکا تسلط ہے یہ ایک ایسا جہاز ہے جو ہمیں دنیاوی مصائب اور تکالیف کی طغیانی میں با امن ابدی سلامتی اور خوشی کے کنارہ پر لیجاتا ہے مذہب ایک ایسا طلسم ہے کہ جسکو آگے تمام دروازے کھلجاتے ہیں جس سے زندگی کے تمام نظر آتے ہوئے اختلافات اور تضاد دور ہوجاتے ہیں مذہب کے ہاتھ میں ایک ایسا ساز ہے کہ جسکی تمام سروں کو بجا کر یہہ سنسان خاموشی والی جگہوں میں بھی ایک ہم آہنگ نغمہ پیدا کر دیتا ہے مذہب تمام علوم سے پہلے تھا بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام علوم و فنون کی یہ جڑ ہے جس وقت بنی نوع کی نہایت ہی ابتدای اور طاقت ور نیچے آزادی سے اُس زمین پر پھرتے تھے جو ابھی انسانی ہل یا کسے اور انسانی حرکت کے نیچے نہیں آئی تھی اُنکے دل بالضرور صحیفہ قدرت کے لا انتہا خوبصورتی اور جلال سے مرعوب ہوتے ہونگے پس یہی تعظیم اور پرستش کا خیال جو اسطرح وہ ظاہر کرتے ہونگے کل مذاہب کا سرچشمہ ہو۔ اگرچہ وہ ایمان جو عطیہ الٰہی کے طور پر غیب الغیب چیزوں کے دیکھنے کے بیچ میں ہے۔ یا ہماری امید جو ہمیشہ فتحیابی کے بازوؤں پر پرواز کرتی ہے۔ یا نیکی اور سخاوت کا خیال جو گویا زندگی کا کمال یا اسکی تکمیل ہے اگرچہ یہی تین باتیں مذہب کے اعلے اجزاء ہیں۔ لیکن پاک اور مقدس زندگی کی جڑ وہی عظمت ہی جو ہمارے دل میں ایک غیب **طاقت** کے بابت ہے نسل انسانی کے ابتدائی مدارج میں جبکہ یہ کامل تر و تازگی اپنے ساتھ رکھتی تھی ایسے انسان پیدا ہوئے تھے جو صحیفہ قدرت کے تمام عجوبوں اور

اور اسراروں کو زیادہ گہری اور باریک نگاہ سے دیکھکر واضح طور پر محسوس کرتے تھے کہ ان تمام مظہرات قدرت کے پیچھے ایک مکمل طاقت موجود ہے۔ حضرت موسی اور انبیاء فلسطین پر اوس یہوواہ کے جلال کی گیت گاتے تھے جو قادر مطلق اور سب پر حکمران ہے۔ اس ہمارے جنم بھوم میں بھی ویدک منتر اور گرنتھ اسے ایسی کثرت کے ساتھ اپنے عظیم الشان الہامی اشعار سناتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب انسان کے لیے ایک طبعی امر ہے اور عظیم الشان اور بیرونی اور اندرونی دنیاؤں میں رہکر انسان کا طبعی تقاضا ہے کہ وہ اس اعلی تر طاقت کا پرستار ہو جاوے جس نے اس دنیا کو بنایا ہو۔ اسی خیال اور اصول پر ہماری اس سوسائٹی کا ڈھانچہ ہے کہ جس کی ماتحت انسان اپنی طبعی حالت کو پاکر خاص قیود و حدود کے مطابق آباد ہوا ہے۔ اصول شادی و کتخدائی جس نے بہت کچھ انسان میں انسانیت پیدا کر دی ہے اور جو نہایت درست اور ٹھیک طور پر تقدیس کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے در اصل ان میں مذہبی اصول کی عملدرآمد ہے۔ مذہب سوسائٹی میں نہایت ایک زبردست طاقت ہے۔ یہ ایک ایسا جوہر ہے کہ جس سے تمام انسان متاثر ہو کر اپنی زندگی کے لیے ایک جاندار اصول حاصل کر لیتے ہیں۔ اس نے ہمیشہ زمین پر امن اور انسان کو ساتھ نیک ارادہ اور برتاؤ کے تعلیم دی ہے۔ اور اسی سے سوسائٹی متحد رہ سکتی ہے۔ مذہب عام قومی خیالات کے اندر سرایت کر کے انسان کی رغبت اور میلان اپنے سانچے میں ڈھال لیتا ہے اسی سے انسانی تاریخ پر دیرپا اثر پیدا ہوا ہے۔ اس امر کی تشریح کے لیے اس سے زیادہ روشن مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ عربوں جیسی خانہ بدوش قوم جو انسانی ترقی میں سب سے پیچھے رہ چکی تھی اونہیں میں حضرت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ایمان اور جوش پیدا کر دیا تھا کہ صرف ایک نصف صدی میں اسلام کا جھنڈا مغرب میں ہسپانیہ سے لیکر مشرق میں دریائے سندھ تک آنے لگا۔ ایسے ہی قابل بیان مثال ہمارے اپنے ملک میں بھی موجود ہے۔ گورو نانک صاحب کا وہ زاہدانہ مذہب تھا جس میں بڑی بردباری تھی اور جس میں تمام عمدہ مسائل کا انتخاب تھا اوسی مذہب میں آخری مغل بادشاہان کے مظالم سے ایک زبردست جوش و خروش کی آگ بھڑک اوٹھی وہی بڑی سلطنت جو اندر اندر ہی ضعیف ہو چکی تھی لیکن بظاہر بڑی شان و شوکت والی نظر آتی تھی اسکی قسمت میں یہی لکھا ہوا تھا کہ وہ اسی پر جوش مذہبی جماعت کے ہاتھ سے تباہ ہو جو صدیوں تک غیر قوموں کے تحت رہی ہاں اسی ملک پنجاب میں جو اسلامی تیز ترقی ہوئی تھی اوس کے آگے سب سے پہلے مغلوب ہوا ایک ایسی قوم پیدا ہو گئی جن میں زاہدوں کا سا مذہبی جوش اور حب وطن والوں کی سی سرگرمی تھی۔

یہ صرف چند ایک ہی ایسی مثالیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی سوسائٹی کو ٹھیک طور پر چلانے اور انسان میں تکمیل پیدا کرنے کے لیے مذہب کس قدر ضروری ہے زندگی کے مصائب اور ابتلاؤں سے رحمت اور نجات پانے کے لیے ہم مذہب ہی کی طرف رخ کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس مذہب کی تسکین بخش اور رحمت دینے والی اصول نہ ہوتے تو زندگی کا رستہ ہمارے لیے کیا یاس افزا ہوتا مذہب ہمیں اُس اعلٰے اور بہتر زندگی کی امید دلاتا ہے اور اُس سے زیادہ بلند اور وسیع تر حقیقت کا یقین دلاتا ہے بلکہ اُس ذات کی کامل نظارہ کی امید دلاتا ہے جو سب روحوں پر بادشاہ ہے۔ ہم اکثر اس دنیا میں کچھ وقت کے لیے بدی کی ترقی اور نیکی کی ذلت پاتے ہیں جس طرح ہم لگاہ اوٹھاتے ہیں ہمیں موت اور اسکا توام گناہ نظر آتا ہے اگر ہم میں مذہبی زندگی پر چلنے سے امید اور ایمان نہ پیدا ہوجاوے تو یہ غموں اور گناہوں کی زندگی ہرگز ہوگنے کے قابل نہیں۔

دنیا میں ایسے انسان بہت ہی تھوڑے ہیں جو فکر کے ساتھ کبھی آیندہ زندگی کے متعلق سوچتے ہیں۔ بہت سی لوگوں کے لیے تو موجودہ زندگی ہی سب کچھ ہے جذبات نفس نے انہیں ایسا اندھا کر دیا ہے اور ہر دنیوی زندگی کے ہراساں کر دینے والی تفکرات سے ایسی سخت گھبراہٹ میں ہیں یا اس دنیا کی ناپائدار لذات نے انہیں ایسا سرشار کر رکھا ہے کہ یہ لوگ تھوڑی سی تھوڑی توجہ بھی اس مسئلہ بقا کی طرف نہیں دے سکتے بلکہ ہر سے بہی کم انہیں اس مسئلہ کے حل کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے لیکن ایک پست سے پست زندگی والی کے چند لمحے زندگی میں ایسے گذر جاتے ہیں جس میں نفس لوامہ جو خدا کی بار بار نافرمانبرداریوں میں دبایا گیا ہے جاگ اوٹھتا ہے اور اپنی گم شدہ طاقتوں کو حاصل کر لیتا ہے اسوقت گناہ کا بوجھ بہت ہی بھاری نظر آتا ہے اور کوئی خوفناک نازک واقعہ اونہیں خاک کے برابر کر دیتا ہے اور اُس قہار کا نہ برہم ہونے والا ہاتھ زیادہ زیادہ نزدیک ہوتا نظر آتا ہے ایسے وقت میں ایک سرکش شقی اور گنہگار کو بھی آیندہ زندگی کا سوال بہت ہی اہم اور نازک نظر آنے لگتا ہے جسوقت موت کا رعبناک فرشتہ سامنے آکھڑا ہوتا ہے جبکہ نہ ٹلنے والا قسمت کا فیصلہ ہوچکا ہوا نظر آتا ہے جبکہ تمام عزیز و اقارب الوداع کہنے کو ہوتے ہیں جبکہ عزیز سے عزیز چیزوں کی بھی قدر و منزلت نگاہ میں نہیں رہتی اسوقت کوئی شخص بھی یہ خیال کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب میں خاک میں خاک ہوجاؤں گا اُسوقت میرا کیا حال ہوگا۔ کیا اس قبر کے بعد کوئی اور عالم بھی ہے کیا میری روح کو ابھی باقی ہے یا اس جسمانی ڈھانچہ کے انحلال ہوجانے کے بعد اس نے بھی معدوم ہوجانا ہے۔ اب چونکہ کوئی نہیں جانتا کہ موت کا وقت کونسا ہے اور نہ اسکے آنیکی کسیکو خبر ہے لہذا کسقدر ضروری ہے کہ اس اہم سوال پر بہت جلد غور کر لیا جاوے لیکن

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب چیزوں کو فنا ہے تو اس میں سے روح کو کیسے بقا حاصل ہوگی یہ بالکل درست
ہے کہ ان انگنت دنیاؤں کو ایک ایک دن فنا ہونے والی ہے۔ اگرچہ ہمیں اُس دن کی میعاد یا اسکا طول آج
معلوم نہ ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ انسان اس تمام تباہی سے بچ رہے یہ دلائل ہیں جو ناستک خیال کے لوگ پیش
کرتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً حقیقی تباہی اور فنا مادہ پر بھی نہیں آسکتی۔ سائنس کے نزدیک نیستی کوئی
چیز نہیں۔ موت کیا ہے ایک شکل کی تبدیل ہیئت کا انقلاب۔ ایک حالت سے دوسری حالت میں انتقال۔
اڈیسن صاحب کی آخری ایجاد نے ہمکو اس قابل کر دیا ہے کہ ہم ہلکے سے ہلکے آواز کو بھی محفوظ رکھکر جب
چاہیں اپنے استعمال لا سکتے ہیں ہلکی سے ہلکی بات جو کان میں کہی گئی ہو ضائع نہیں ہوتی بلکہ اگر ہم چاہیں تو
اپنے تمام و کمال حالت میں وہ پھر پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر مادہ نا فانی ہے اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا ذرہ قائم رہ
سکتا ہے تو کس طرح یہ روح مر سکتی ہے جو کہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ عجیب و غریب ہے اور اس میں اعلےٰ سے
اعلیٰ نمو کی طاقتیں اور استعدادیں رکھی گئی ہیں اسے انسان اس بات کو جان لے کہ تیرا روح ایک نہایت نازک
طریق سے اثر پذیر بنایا گیا ہے تیرے تمام قول اور فعل بلکہ تیرے خفیہ سے خفیہ خیالات اچھے یا برے تیری لوح ضمیر
پر ایسے منقش ہو جاتے ہیں کہ پھر معدوم نہ ہونگے۔ دیکھ وہ گھنٹہ آنے والا ہے جب یہ تمام نقش تیرے بنانے والے کے سامنے
منکشف کیے جاویں گے اور ایک ایک کرکے تجھے دکھائے جاویں گے جس سے تجھے بہت ہی ندامت اور پشیمانی ہوگی۔
اسلیے اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ نہ کوئی آئندہ زندگی ہے نہ بہشت نہ دوزخ اور نہ کوئی روز انصاف ہے مسئلہ بقا پر خواہ
ہم کسی پہلو سے غور کریں خواہ ہم اس انسانی عقل کے ذریعہ پرکھیں خواہ الہامی تعلیمات کے طور پر خواہ اسی
علوم روحانیات کی روشنی سے جانا جاوے خواہ مادیات کے ذریعہ اس بات کو ماننے کے لیے زبردست ثبوت موجود
ہیں کہ انسان کی زمینی زندگی کا خاتمہ اس سے زیادہ اعلے اور شریف تر زندگی کا آغاز ہے جسکا نام ہم نے
موت رکھا ہے وہ روح کو ہلاک نہیں کرتی جیسے کہ بعض ہم میں سے نادانی سے خیال کر رہے ہوں بلکہ یہ تو ایک
دروازہ ہے اُس آسمانی فضا کا اور رستہ ہے اُس باجلال سلطنت کا جہاں جسم سے الگ ہوئی ہوئی روح موت
کا نام نہیں جانتی جہاں وہ اپنی استعدادوں کے مطابق بڑھتی اور نشو نما پاتی ہیں۔ فقط

اس دلغریز تقریر کے بعد لالہ راجپند اسس صاحب جو لاہور میں ایک مشہور فیلسوف اور ریلیجن آف ہارمنی
(مذہب نظام کلیت) کے بھاری ایڈووکیٹ ہیں پندرہ منٹ کے لیے حسب تجویز خود اسٹیج پر اظہار خیالات کے
لیے تشریف لائے

ریلجن آف ھارمنی

عالیجناب ماسٹر راجمید اس صاحب اڈوکیٹ ہارمونیکل سوسائٹی

(مذہب نظام کلی)

صاحبان ۔ میرا مضمون وہی ہے جو آپ ہر روز سنتے رہے ہیں اولاً میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موقع دیا گیا۔ بانیان جلسہ کے خاص شکریہ کے بعد انکو اپنی کامیابی پر مبارکباد کہتا ہوں اگر ایسی کوشش جاری رہی تو لوگوں کی عمدہ تقریروں کے ذرائع سے بہت سے فوائد کی امید ہوسکتی ہے مجھے یقین نہ تھا کہ مجھ جیسے نالائق کو بھی اس عظیم الشان جلسہ میں وقت دیا جاوے گا اب چونکہ وقت ملگیا ہے اب مجھے آپ میں سے ہر ایک کی مہربانی کی ضرورت ہے ۔ میری تقریر میں اگر کوئی امر پسند خاطر نہ ہو تو بیتک چھوڑ دیا جاوے ۔

سب سے پہلے میں پانچویں سوال کے متعلق کچھ عرض کرونگا یعنے علم کے ذرائع کیا ہیں علم سے یہاں مراد گیان یا معرفت یعنے علم الٰہی ہے ۔ خدا تعالیٰ غیر محدود ہے محدود صورت میں وہ کبھی نہیں بولتا ۔ اگر بولتا ہے تو سب میں بولتا ہے یہ نہیں کہ کہیں کسی خاص فرد میں محدود ہے ہر ایک چرند پرند ۔ انسان ۔ مولوی پنڈت پادری غرض سب اوسکی بات سن سکتے ہیں مگر تقاضا انسانی ساتھ ساتھ رہتا ہے علم کے ذریعہ چار ہیں (۱) حواس خمسہ (۲) دلائل منطق سے خدا فرشتہ وغیرہ یہ باتیں سمجھ نہیں آسکتیں (۳) شہادت ۔ تواریخ ۔ خبر ۔ دینی ہو یا دنیاوی اخلاقی اشخاص کی سب کی سب باتیں کسی نہ کسی خبر یا تواریخ سے معلوم ہو ہی جاتی ہیں خواہ اُن میں ایک حد تک غلطی بھی ہو (۴) انٹیوشن (وجدان) ہمارے حواس خمسہ بیرونی دنیا کے لیے ہیں لیکن اندرونی دنیا کے لیے بھی ایک حس ہے ۔ مصری اگر ہم کھاویں تو کوئی ہمکو نہیں کہہ سکتا کہ ہمنے نمک کھایا ہے ایک حس اندرونی ایسی ہے کہ جس سے ہم معلوم کرتے ہیں کہ خدا ہے جو میرے اندر اور باہر اور ہر جگہ موجود ہے چھٹی حس ہے جسکا نام ہی انٹیوشن جب انسان کامل ہوجاتا ہے تو اسوقت یہ حس حاصل ہوجاتی ہے اسوقت گویا وہ کام بنتا ہے جو حواس خمسہ سے نہیں نکلتا انٹیوشن ایک لطیف جوہر ہے اور نیکی کا مادہ ہے جو پاک روحوں میں ظاہر ہوتا ہے اگرچہ وہ سب میں بیج کے طور پر ہے یہ جوہر سب میں ہے اور صرف غرور اور بدی کے چھوڑنے سے ہی حاصل ہوتا ہے ۔ جب انسان اپنے آپ کو چھوڑ دے اور رفتہ رفتہ لالچوں سے کنارہ کرے اس یقین سے کہ آدمی نے ایک دن

مرنا ہی ہے (جسم سے نہ روح سے) اور تب اسکا کوئی سہارا نہیں اسوقت اوس سے جو روشنی حاصل ہوتی ہے تب وہی سارے دینوں کا سہارا ہے۔ بس یہی وہ جوہر ہے۔ اور یہ ہر ایک دین میں ہے۔

پہلا سوال جو دہرم مہوتسو کی کمیٹی نے تجویز کیا ہے وہ انسان کی جسمانی و اخلاقی اور روحانی حالتوں کے متعلق ہے انسان نے جسمانی حالات کی اصلاح کرنے میں بہت ترقی کی زمانہ ان حالات کی شہود۔ ایک وقت یاد کرو کہ پہلے اول جب کہیں جانا ہوتا تھا تو چلتے چلتے انسان تھک جاتا تھا۔ اب ریل نکلی ہے۔ ایسا ہی ان تمام کاموں میں جن میں کسی حصۂ جسم کو دخل تھا بہت ترقی ہو رہی ہے اخلاقی حالتیں انسان کی مختلف ہیں۔ انسان انصاف کو اپنی زندگی سے زیادہ پیار کرتا ہے یہی ایک اخلاقی خوبی ہے۔ بلکہ انسان تو اخلاقی حالت میں ہی خوش رہنے والا ہے پاکیزگی کا اختیار کرنا اور نیکی عادت کرنا محبت رکھنا۔ دوسروں کی خدمت کے لیے آٹھوں پہر طیار رہنا۔ اور انکی خدمت میں لگی رہنا یہی اخلاقی امور ہیں باقی رہی روحانی حالت روحانی انسان وہی ہے جسے موت کا ڈر نہیں جو ہر ایک کتاب کو اپنے لیے کلام مجید جانتے۔ اور سب لوگوں کو اپنا سمجھے سب کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن خدا کو کتاب نازل کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا تو ہر پتے میں ہر درخت میں ہر صورت میں ہے مجھ میں بھی خدا کا نور ہے اور آپ میں بھی۔ تمام مقدس کتابوں میں جو سچائی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور اگر کسی کتاب میں غلطی ہے تو وہ خدا کی طرف سے نہیں انسانی غلطی ہے عیسائی موسائی محمدی۔ سب ظاہری دیواریں ہیں خدا کے فضل کے چشمے ہر جگہ جاری ہیں ہر انسان کو اپنا بھائی سمجھو اس اونیسویں صدی میں یونیورسل برد رھڈ (اخوت عامہ) کا اصول جاری ہوا ہے۔ یعنے سب ایک ہیں۔ اس میں بڑی رحمت ہے۔ رحمت وہ حاصل کرنی چاہیئے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہے جو رحمت صرف کسی دوسرے میں ہے وہ رحمت کام کی نہیں۔ رحمت وہی ہے جو کبھی نہ چھوڑے۔ دوسرا سوال جو اس کانفرنس نے تجویز کیا ہے وہ آیندہ زندگی کے متعلق ہے یہ جو کہا گیا ہے کہ اعمال کی سزا ابدی جہنم ہے۔ ابدی جہنم کوئی نہیں کوئی شے ایسی نہیں جو ہمکو خدا کی مرضی کے برخلاف کہیں لے جاوے خدا کی مرضی ہمکو آسکے احاطہ کے باہر نہیں کرتی۔ خدا نے تو ہمکو محدود اور کمزور بنایا تو کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا انسان کو محدود بنا کر غیر محدود سزا دے خدا تعالےٰ منصف اور عادل ہے۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ ابدی جہنم ہو کوئی آگے کوئی پیچھے سب کے سب آخر کار خدا تک پہونچ جاوینگے اور وہاں جا کر سمجھینگے کہ ہنوز ابتدا ہی ہے کیونکہ دینی زندگی کبھی تمام نہیں ہوتی۔ عالم ارواح کی حقیقت کا سمجھنا بیان نہیں ہو سکتا۔ یہ راز اپنے میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے گود میں

سمجھا جاوے گا۔ اور وہاں روزمرہ ایک نیا مزہ آویگا اور لوگ آگے آگے جائیں گے اور ترقی کریں گے وہ ترقی لامحدود ہوگی۔

تیسرے سوال میں بانیان جلسہ نے زندگی کے اغراض اور انکا طریق حصول دریافت کیا ہے زندگی کی بڑی غرضیں تین ہیں۔ ہر ایک شخص ان تینوں کو چاہتا ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ انکو حاصل کروں۔ ان تینوں میں سے پہلی چیز راحت ہے دولت کے ذریعہ لوگ راحت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس میں خوشی کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ لوگ حواس خمسہ کے غلام ہیں۔ اصلی خوشی دولت سے نہیں بلکہ وہ تو پاک حالت کا نام ہے۔ وہ ہمیشہ ساتھ رہتی ہے۔ دولت کو زندگی کی غرض نہ بناؤ۔ یہ تو ضرور ملجاوے گی۔ نیکی اور پاکیزگی میں ہی اصلی خوشی موجود ہے۔ دولت کے متلاشی نہ ہو۔ کمال کی تلاش کرو۔ دوسری غرض تندرستی ہے۔ تم کو رستی اور کمال کی تلاش ہونی چاہیے۔ یہ ضرور ملجاوے گی۔ کمال کے معنے ہیں کل عمدہ چیزوں میں بڑھنا کل امور میں ترقی کرنا اور بڑھنا۔ زندگی کامل پانا۔ ہمیشہ جیتے رہنا تیسری غرض ہے پاکیزگی اس میں بھی کمال حاصل ہونا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی پاکیزگی غیر محدود ہے۔ ہماری بھی پاکیزگی ویسی ہونی چاہیے انسان کی روحانی زندگی دنیا پر قائم ہونی چاہیے۔ یہی بات دنیا میں قائم کرو۔ اور یہی بات ہے جو تمام دنیا کے نبیوں نے سکھلائی۔ تم سب کے سب ایک ہو جاؤ۔ اور مخالفت اور دوئی کو چھوڑ دو۔ سب لوگ۔ سب قومیں سب زبانیں میری پیاری ہیں۔ کوئی برائی نہیں بس یہی **ہارمنی** ہے جسکی ضرورت ہے۔

جناب ماسٹر صاحب کے بیٹھنے پر **سردار راجندر سنگھ صاحب** جو سکھ ازم کی طرف سے دوسرے وکیل تھے مناسب الفاظ میں انٹروڈیوس کیے گئے۔ آپنے کچھ دن ہوئے ہیں کہ ہماری رپورٹر کی لکھی ہوئی تقریر کو نظر ثانی کے لیے واپس منگوا یا ہے جو ابھی تک اونہوں نے نہیں بھیجی۔ اگر اختتام رپورٹ تک آگئی تو بہتر ورنہ ۰۰۰ اخیر میں رپورٹر کی لکھی ہوئی تقریر درج کی جاوے گی۔

سردار صاحب کے بعد **مسٹر جان مارلیں** صاحب عیسائی مذہب کی طرف سے پیش ہوئے۔ آپ لاہور میں ایک مشہور جرنلسٹ ہیں اس موقعہ پر یہ اظہار کرنا گویا امر واقعہ کا بیان ہے کہ پادری صاحبان نے نہ معلوم کن وجوہ سے اس مقدس تحریک (دہرم مہوتسو) کے ساتھ شرکت رکھنی نہ چاہی۔ لاہور کے معززین کا ایک مختصر سا ڈیپوٹیشن ڈاکٹر **ایوانگ** صاحب پرنسپل مشن کالج و پادری **ٹنڈل** صاحب۔ پادری **ویٹلی** صاحب اور ایسا ہی دوسرے پادری صاحبان کے پاس حاضر ہوا اونہوں نے اس تحریک سے اگرچہ ہمدردی ظاہر کی

لیکن شمولیت کے متعلق کہدیا کہ وہ اپنے خاص کمیٹی کرنے کے بعد جواب دیں گے بعد میں معلوم ہوا کہ پادری صاحبان نے اتفاق اس میں کیا کہ وہ شامل جلسہ نہ ہوسکا گیا ہے کہ انکے خیال میں ایسی تحریکیں انکے مشن کو مفید ثابت نہ ہونگے اور ممکن ہے مضر ہوں۔ لیکن جناب مسٹر ماریس صاحب و مسٹر رو صاحب نے نہایت جوانمردی کے ساتھ شمولیت جلسہ سے ہمیں اعزاز بخشا۔

عیسائیت

والا خطاب جناب مسٹر جے ماریس صاحب بہادر جرنیسٹ لاہور

صاحبان اسوقت بڑے دن کو سب لوگ اپنی اپنی ڈالیاں حاکموں کے پاس لے جاتے ہیں۔ ہمارا بڑا حاکم احکم الحاکمین ہے ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی ڈالی خدا تعالےٰ کے پاس ہی لے جاویں۔ جبکہ ہندوستان اپنی نا اتفاقی کے باعث بدنام ہے تو یہ ایک بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم سب ایسے موقع پر دینی تحقیق کے لیے یہاں حاضر ہیں خدا ہمپر ضرور راضی ہوگا کیونکہ ہم سب خدا کے شناخت کے لیے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ضرور ہماری مدد کرے گا۔ ہم جب ڈالی لاتے ہیں تو اپنے لیے یا اپنی عزت کے لیے نہیں بلکہ حاکم کی خوشنودی کے لیے اسیطرح ہمارے یہاں کی ڈالیاں بھی اپنے احکم الحاکمین کی خوشنودی کے لیے ہونی چاہییں اسوقت ہمارے زمانہ میں یہاں ایک قسم کی عام ضیافت ہو رہی ہے جس میں ہم سب شامل ہیں۔ میں بھی عیسائیت کا کھانا آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ جو کہ ایک روحانی غذا ہے۔

جبکہ ہم سب باتوں پر ہر پہلو سے نگاہ ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب اسوقت ہندوستان میں موجود ہیں۔ اور دنیا میں اور کوئی علاقہ نہیں جہاں تمام مذاہب کے لوگ جمع ہوں۔ یہ امر بلکہ بہت سی خوبی کی بات ہے۔ کیونکہ بچے سب ایک خیال کے ہوتے ہیں لیکن بڑوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ اختلاف مذاہب سے ایک اور بھی فائدہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کی تلاش اور تحقیق میں لگا ہے چنانچہ جسطرح یہاں تمام علما آئے ہیں۔ ایسا دنیا میں کسی اور جگہ نہیں۔ جب ہر ایک اپنی دوربین سے ایک چیز کو دکھانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم سب اس بات کو نہ پہچان جاویں گے جو سب سے عمدہ ہے۔

اس وقت کلکتہ میں نیشنل کانگریس دنیوی فائدہ کے لیے ہو رہی ہے وہاں پر وہ لوگ جمع ہیں جو دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں اور تمام خرچ اخراجات کے مقابل جو کانگریس کے لیے ہوا

اور اس سے مقابلۃً جو فائدہ ہوگا۔ وہ ایسا نہیں جیسا کہ اسکا گمان ہے دین آسمان کی بیٹی ہے۔ اور یہ تمام نیکیوں کی ماں ہے۔ اور تمام خوشیوں کی جڑ ہے۔ اسکے لیے سب کا دل جوش مارتا ہے انسان فطرتاً ہر ایک امر میں خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور سب سے خوبصورت چیز دین ہے اس جلسہ میں جوابات کے لیے جو سوال تجویز ہوئے ہیں۔ وہ پانچوں سوالات کسی نہ کسی طرح مذہب کے متعلق ہیں اور اگر مذہب کو مجموعی طور پر بیان کیا جاوے تو گویا ان پانچوں سوالات کا جواب آجاتا ہے۔ یہ ایک بڑی ضیافت دین کی ہے اسلیے مجموعی طور پر میں ان سب کا جواب اکٹھا دونگا۔ انسان کیا ہے۔ انسان تو اپنے کو پہچان پھر خدا کو پہچان۔ انسان اپنی ہستی پر وہ طاقت رکھتا ہے کہ کوئی اور شے نہیں رکھتی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ ہاتھی کی گردن ایک ہے جو اسے چلا سکتا ہے۔

ہمارے مذہب کے مطابق انسان خاک ہے اور خاک سے بنا ہے یہ وہ شے ہے جو انسان پاؤں کے نیچے کچلتا ہے۔ اور یہ نہایت ہی ذلیل اور نکمی شے بھی ہے۔ خاک اپنی میں کوئی طاقت اور لیاقت نہیں رکھتی خدا کی عین مہربانی تھی جو انسان اشرف المخلوقات بنا سب سے اول ہمیں اپنی اصلیت کو دیکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسنے ایسی جسم اور جان کے دینے میں ہم پر وہ رحم کیا کہ جس کا ہم ہرگز شکر نہیں کر سکتے اب اگر میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ کل اشیاء میری لیے بنائی گئی ہیں انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں جمع کردی ہیں۔ دنیا میں امیر و غریب ہیں۔ اور نہایت افراط تفریط بلحاظ دولت کے پائے جاتے ہیں۔

اگر کسی کو کہا جاوے کہ ہندوستان تمکو دیا جاتا ہے تو وہ کہے گا کہ یہ کیا شے ہے اس کے مقابل میں میں اپنی جان نہیں دے سکتا۔ اگر کسی کو تمام دنیا دی جاوے۔ تب بھی وہ اپنی جان دینا پسند نہیں کرتا۔ اگر اسکو کہا جاوے کہ خدا ہے تو وہ کہے گا کہ اگر میری زندگی نہیں تو خدا نہیں پس ہر ایک شخص میں "میری جان" ایک بیش قیمت چیز ہے۔

پس ہم کیونکر خدا کا شکریہ نہ ادا کریں کیونکہ ہر ایک یہ سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کے تمام اشیاء ہمارے لیے ہیں۔ پس اگر ہم میں ذرا بھی شکر ہے تو کیا ہم خدا کا شکر نہ کریں گے پس اگر ہم میں کروڑوں زبانیں بھی ہوں تو کیا ہم خدا کا شکر ادا کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کر سکتے۔

اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہماری ساری زندگی دعا ہوگی اور خدا کی محبت میں ہم ایسے سگن

ہو جاویں گے کہ ہر وقت شکر گذاری ہوگی۔
لیکن اسکے علاوہ ہمارے لیے ایک اور خوشی کا مقام بھی ہے جو آسمان پر ہے سو جیسا کہ ہم کرینگے ویسا ہی ہم پاویں گے گندم از گندم بروید جو زجو۔
جبکہ ہم یہ سب مانتے ہیں اور ہم جان بوجھکر لالچ میں پڑ جاتے ہیں تو ایک گناہ بھی اگر ہم کریں تو ہم خداوند کے بڑے ہی گنہگار ٹھہریں گے۔ اگر اپنے باپ کو کوئی گالی دیوے تو کیسی شرم کی بات ہوگی۔ انسان گویا جب گناہ کرتا ہے تو اپنے آپ کو خدا کے درجہ میں رکھتا ہے۔
انسان کی زندگی کا اہم (مدعا) کیا ہے حصول خوشی۔ ہر ایک کہتا ہے کہ "میری خوشی" ہونی چاہیے۔ اسی میں سب گناہ ہے اپنی خوشی کو ہم اپنا خدا بنا لیتے ہیں۔ ہماری خوشی خدا کی خوشی ہونی چاہیے۔ "مَیں ہی" کرنے میں سب برائی ہے "مَیں نہ ہیں نہ" (سیتا) کرنے میں پرندہ کو عزت ہوتی ہے جب انسان اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے تب فائدہ اوٹھا سکتا ہے۔ باقی تمام اشیا ء خدا کے لیے کام کرتی ہیں۔ لیکن انسان اپنے بھائی کے لیے بھی کام نہیں کرسکتا۔
اکسیر وہ ہے کہ ذرا سی چیز سارے انگہ کو سونا کر دیتی ہے یہی حال ہے اگر ہم خدا کی طرف خیال کرلیں۔ ہم غلطی سے اپنی نظر کو صرف اپنے تک رکھتے ہیں۔ ہمارے گناہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ ہم گویا خدا کو اوتار کر اوسکے تخت پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ پس عیسائیوں کا خیال یہ ہے کہ ہماری سزا لا انتہا ہوگی میں اتنا بیان اور کرتا ہوں کہ کل خرابیوں کی جڑ محبت ہے۔ جبکہ وہ محبت خود غرضی کی ہو۔ لیکن یہ محبت ہی جو ہماری بیماریوں کی جڑ ہے۔ جب انسان کی محبت نیچے کی طرف ہو تو وہ گناہ کرتا ہے لیکن جب یہ محبت خدا کی طرف لگجاوے تو وہ ہر ایک گناہ سے بچا لیتی ہے جب ہم بسبب گناہ کے بے حد سزا کے قابل ہیں۔ دنیا میں سب یہی کہتے ہیں کہ ہم سب ناخوش ہیں لیکن خدا نے ہمکو ان تکلیفوں کے لیے نہیں بنایا۔ کیا ہم لعنتی ہونے کے لیے بنائے گئے ہیں بیشک ایسے گنہگار ہو کر ہم امید نہیں کرسکتے۔ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہو خدا نے اپنی محبت سے جسم لیا اور یسوع میں ظاہر ہوا۔ ہم مان نہیں سکتے کہ خدا آسمان پر مزے اوڑائے اور ہم یہاں تکلیف اوٹھائیں۔ یسوع کو ہم خدا کی محبت کا مجسم ہونا مانتے ہیں اور تثلیث اس طرح کہ جہاں خدا کی دانائی مکمل ہے اور دانائی سے ہم پیدا کیے گئے ہیں اسلیے اسکے تمام کام پاک ہیں۔ سو جب تمام کام پاک ہونے چاہییں تو ضرور ہے کہ

اس میں محبت ہو۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ خدا میں تین تتے ہیں۔ دانائی پاکیزگی محبت۔ اس تثلیث کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ یہہ تینوں اکٹھے ہیں۔ اور الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ فقط

تقریر پریسیڈنٹ

صاحبان آج کی کارروائی مسٹر ہارس صاحب کی تقریر پر ختم ہوتی ہے۔ کل ہمارا آخری اجلاس ہے۔ جسکا پروگرام یہہ ہے۔ ۹½ سے ۱۲ بجے تک جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بقیہ جوابات ۱۲ بجے سے ۱ بجے تک مسٹر رو صاحب۔ ۱ بجے سے ۱½ تک وقفہ ۱½ سے ۲½ تک پنڈت گوپی ناتھ صاحب سکرٹری سناتن دھرم سبھا ۲½ سے ۳½ تک پنڈت بھانودت صاحب ۳½ سے ۴½ تک مسٹر درگا پرشاد صاحب ۴½ سے اختتام تک تقریر سکرٹری و موڈریٹر صاحبان اور خاتمہ تقریر جناب حکیم نور الدین صاحب بھیروی امید ہے کہ آپ کل ٹھیک وقت پر تشریف لاویں گے۔

چوتھا اجلاس

بروز منگل تاریخ ۲۹ ماہ دسمبر سنہ ۱۸۹۶ء

آج ہمارا آخری اجلاس تھا مختلف فرقوں کیطرف سے عام طور پر درخواست ہونے لگی کہ اُنکے وکلا کو تقریر کا موقعہ دیا جاوے لیکن موجودہ حالات کی ماتحت ان درخواستوں پر کاربند ہونا محالات سے تھا۔ تاہم جسقدر تقریریں ضروری تھیں انکے لیے بھی روزمرہ کے اوقات پورے نہ تھے۔ اسلیے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کارروائی ساڑھے نو بجے صبح کے شروع ہو۔ لیکن دسمبر کے ساڑھے نو بجے صبح کے وقت حاضرین کا جمع ہو جانا گو بہت دشوار تھا۔ لیکن مجبوراً ایسا کرنا پڑا اور پروگرام بھی اسلیے اس طور پر بنایا گیا کہ یہہ دشواری دور ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ابھی نو نہ بجنے پائے تھے کہ عام طور پر معمولی رونق اور ہجوم شائقین کا شروع ہو گیا سوا نو بجے پر اگزکٹو کمیٹی نے اپنی معمولی کارروائی کر کے سردار جواہر سنگھ صاحب کو موڈریٹروں میں سے آج کے دن کے پریسیڈنٹ تجویز کئے گئے جس امر کا اعلان پریسیڈنٹ صاحب اگزکٹو کمیٹی نے کیا۔ سردار جواہر سنگھ صاحب نے نہایت ہی موزون الفاظ میں حاضرین کو حضرت مرزا صاحب کے گذشتہ مضمون کیطرف توجہ دلا کر مولوی عبد الکریم صاحب کو انٹروڈیوس کیا۔ جو جناب مرزا صاحب کیطرف سے مضمون کے خلیفہ تھے۔ جنہوں نے نہایت طلاقت و فصاحت کے ساتھ مضمون پڑہا۔

تقریر حضرت میرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

دوسرا سوال

سوالات مستفسرہ میں سے یہہ ہے کہ موت کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے

سو اس **سوال** کے جواب میں یہہ گذارش ہے کہ موت کے بعد جو کچھ انسان کی حالت ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھل جاتی ہیں جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اسکے اندر ہوتی ہے اور اس کا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں رہیگا بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلائینگی اسکا نمونہ عالم خواب میں پایا جاتا ہے کہ انسان کے بدن پر جس قسم کی مواد غالب ہوتے ہیں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں جب کوئی تیز تپ چڑہنے کو ہوتا ہے تو خواب میں اکثر آگ اور آگ کے شعلے نظر آتے ہیں اور بلغمی تپوں اور زکام کے غلبہ میں اپنے تئیں پانی میں دیکھتا ہے غرض جسطرح کی بیماریوں کے لیے بدن نے طیاری کی ہو وہ کیفیتیں تمثل کے طور پر خواب میں نظر آجاتی ہیں پس خواب کے سلسلہ پر غور کرنے سے ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ عالم ثانی میں بھی یہی سنت اللہ ہے کیونکہ جسطرح خواب ہم میں ایک خاص تبدیلی پیدا کر کے روحانیات کو جسمانی طور پر متبدل کر کے دکھلاتا ہے اُس عالم میں بھی یہی ہوگا اور اُسدن ہمارے اعمال اور اعمال کے نتایج جسمانی طور پر ظاہر ہونگے اور جو کچھ ہم اس عالم سے مخفی طور پر ساتھ لیجائیں گے وہ سب اُس دن ہمارے چہرہ پر نمودار نظر آئے گا اور جیسا کہ انسان جو کچھ خواب میں طرح طرح کے تمثلات دیکھتا ہے اور کبھی گمان نہیں کرتا کہ یہ تمثلات ہیں بلکہ انہیں واقعی چیزیں یقین کرتا ہے ایسا ہی اُس عالم میں ہوگا بلکہ خدا تمثلات کے ذریعہ سے اپنی نئی قدرت دکھائیگا چونکہ وہ قدرت کامل ہے پس اگر ہم تمثلات کا

نام بھی نہ لیں اور یہ کہیں کہ خدا کی قدرت سے وہ ایک نئی پیدائش ہے تو یہ تقریر بہت درست اور واقعی اور صحیح
ہے خدا فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ یعنے کوئی نفس نیکی کرنے والا
نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اُسکے لیے مخفی ہیں سو خدا نے ان تمام نعمتوں کو مخفی قرار دیا جن کا دنیا
کی نعمتوں میں نمونہ نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں ہم پر مخفی نہیں ہیں اور ہم دودھ اور انار اور انگور وغیرہ
کو جانتے ہیں اور ہمیشہ یہ چیزیں کھاتے ہیں سو اس سے معلوم ہوا کہ وہ چیزیں اور ہیں اور ان کو ان چیزوں سے
صرف نام کا اشتراک ہے پس جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اُس نے قرآن شریف کا ایک
حرف بھی نہیں سمجھا اس آیت کی شرح میں جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے ہمارے سید و مولی نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ بہشت اور اُسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ دلوں میں
کبھی گذریں حالانکہ ہم دنیا کی نعمتوں کو آنکھوں سے بھی دیکھتے ہیں اور کانوں سے بھی سنتے ہیں اور دل میں
بھی وہ نعمتیں گذرتی ہیں پس جبکہ خدا اور رسول اسکا ان چیزوں کو ایک نرالی چیزیں بتلاتا ہے تو ہم قرآن سے
دور جا پڑتے ہیں اگر یہ گمان کریں کہ بہشت میں بھی دنیا کا ہی دودھ ہوگا کہ گایوں اور بھینسوں سے دوہا جاتا ہے
گویا دودھ دینے والے جانوروں کے وہاں ریوڑ کے ریوڑ موجود ہونگے اور درختوں پر شہد کی مکھیوں نے
بہت سے چھتے لگائے ہوئے ہونگے اور فرشتے تلاش کرکے وہ شہد نکالیں گے اور نہروں میں ڈالیں گے
کیا ایسے خیالات اس تعلیم سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں جس میں یہ آیتیں موجود ہیں کہ دنیا نے ان چیزوں کو کبھی
نہیں دیکھا اور وہ چیزیں روح کو روشن کرتی ہیں اور خدا کی معرفت بڑھاتی ہیں اور روحانی غذائیں ہیں۔
گو ان غذاؤں کا تمام نقشہ جسمانی رنگ پر ظاہر کیا گیا ہے مگر ساتھ ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ انکا سرچشمہ روح اور
راستی ہے۔ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ قرآن شریف کی مندرجہ ذیل آیت سے یہ پایا جاتا ہے کہ جو جو نعمتیں
بہشت میں دیجائیں گی ان نعمتوں کو دیکھکر بہشتی لوگ اُن کو شناخت کرلیں گے کہ یہی نعمتیں ہمیں پہلے
بھی ملی ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا
مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا یعنے جو لوگ ایمان لانے والے اور اچھے کام کرنے والے ہیں جن میں
ذرہ فساد نہیں انکو خوشخبری دے کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جسکے نیچے نہریں بہتی ہیں جب وہ عالم
آخرت میں ان درختوں کے اُن پھلوں میں سے جو دنیا کی زندگی میں ہی اُن کو مل چکے تھے پائیں گے

تو کہیں گے کہ یہہ تو وہ پھل ہیں جو پہلے بھی دیے گئے تھے کیونکہ وہ ان پھلوں کو ان پہلے پھلوں سے مشابہ پائیں گے۔ اب یہہ گمان کہ پہلے پھلوں سے مراد دنیا کی جسمانی نعمتیں ہیں بالکل غلطی ہے اور آیت کے بدیہی معنے اور اسکے منطوق کے بالکل برخلاف ہے بلکہ اللہ جل شانہ اس آیت میں یہہ فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیے اونہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بنایا ہے جس کے درخت ایمان اور جسکی نہریں اعمال صالحہ ہیں اسی بہشت کا وہ آیندہ بھی پھل کھائیں گے اور وہ پھل بہت نمایاں اور شیریں ہوگا اور چونکہ وہ روحانی طور پر اسی پھل کو دنیا میں کھا چکے ہوا ہوں گے اسلئے دوسری دنیا میں اس پھل کو پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ یہہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں کہ جو پہلے ہمارے کھانے میں آچکے ہیں اور اس پھل کو اس پہلی خوراک سے مشابہ پائیں گے سو یہہ آیت صریح بتلا رہی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خدا کی محبت اور پیار کی غذا کھاتے تھے اب جسمانی تشکل پر وہی غذا ان کو ملی گی اور چونکہ وہ پریت اور محبت کا مزہ چکھہ چکے تھے اور اُس کیفیت سے آگاہ تھے اس لیئے انکی روح کو وہ زمانہ یاد آجائیگا کہ جب وہ گوشوں اور خلوتوں میں اور رات کے اندھیروں میں محبت کے ساتھہ اپنے محبوب حقیقی کو یاد کرتے اور اس یاد سے لذت اٹھاتے تھے غرض اس جگہہ جسمانی غذاؤں کا کچہہ ذکر نہیں اور اگر کسیکے دل میں یہہ خیال پیدا ہو کہ جبکہ روحانی طور پر عارفوں کو یہہ غذا دنیا میں مل چکی تھی تو پہر یہہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ نہ دنیا میں کسی نے دیکھیں نہ سنیں اور نہ کسی کے دل میں گذریں اور اس صورت میں ان دونوں آیتوں میں تناقض پایا جاتا ہے تو اسکا جواب یہہ ہے کہ تناقض اس صورت میں ہوتا کہ جب اس آیت میں دنیا کی نعمتیں مراد ہوتیں لیکن اس جگہہ دنیا کی نعمتیں مراد نہیں ہیں جو کچہہ عارف کو معرفت کے رنگ میں ملتا ہے وہ درحقیقت دوسرے جہان کی نعمت ہوتی ہے جسکا نمونہ شوق دلانے کے لیے پہلے ہی دیا جاتا ہے یاد رکہنا چاہیے کہ باخدا آدمی دنیا میں سے نہیں ہوتا اسی لیے تو دنیا اُس سے بغض رکھتی ہے۔ بلکہ وہ آسمان سے ہوتا ہے اسلیے آسمانی نعمت اسکو ملتی ہے دنیا کا آدمی دنیا کی نعمتیں پاتا ہے اور آسمان کا آسمانی نعمتیں حاصل کرتا ہے۔ سو یہہ بالکل صحیح ہے کہ وہ نعمتیں دنیا کے کانوں اور دنیا کے دلوں اور دنیا کی آنکھوں سے چھپائے گئے لیکن جسکی دنیوی زندگی پر موت آجاے اور وہ پیالہ روحانی طور پر اسکو پلایا جاے جو آگے جسمانی طور پر پلایا جائیگا اسکو یہہ پیالہ اسوقت یاد آجائیگا جب کہ وہی پیالہ جسمانی طور پر اسکو دیا جائیگا لیکن یہہ بھی صحیح ہے کہ وہ اس نعمت سے جو دنیا کی آنکھہ اور کان وغیرہ کو بے خبر سمجھے گا۔ چونکہ وہ دنیا میں تھا اگرچہ دنیا میں سے نہیں تھا اسلیے وہ بھی گواہی دیگا کہ دنیا کی نعمتوں سے

وہ نعمت نہیں ہے نہ دنیا میں کسی آنکھ نے ایسی نعمت دیکھی نہ کان نے سنی اور نہ دل میں گذری۔ لیکن دوسری زندگی میں اسکے نمونے دیکھے جو دنیا میں سے نہیں تھے بلکہ وہ آنے والے جہان کی ایک خبر تھی اور اسی سے اسکا رشتہ اور تعلق تھا دنیا سے کچھ تعلق نہ تھا اب قاعدہ کلی کے طور پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ موت کے بعد جو حالتیں پیش آتی ہیں قرآن شریف نے انہیں **تین** قسم پر منقسم کیا ہے اور عالم معاد کے متعلق یہ **تین** قرآنی معارف ہیں جنکو ہم جدا جدا اس جگہہ ذکر کر دیتے ہیں۔

پہلا دقیقہ معرفت

(۱) **اول یہہ دقیقہ معرفت ہے** کہ قرآن شریف بار بار یہی فرماتا ہے کہ عالم آخرت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ اس کے تمام نظارے اسی دنیوی زندگی کے اظلال و آثار ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا یعنے ہم نے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن سے باندہ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کر دینگے اور ایک کھلے کھلے اعمالنامہ کی شکل پر دکھا دینگے اس آیت میں جو طائر کا لفظ ہے تو واضح ہو کہ طائر اصل میں پرندہ کو کہتے ہیں پھر استعارہ کے طور پر اس سے مراد عمل بھی لیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل نیک ہو یا بد ہو وہ وقوع کے بعد پرندہ کی طرح پرواز کر جاتا ہے اور مشقت یا لذت اسکی کالعدم ہو جاتی ہے اور دل پر اسکی کثافت یا لطافت باقی رہجاتی ہے یہ قرآنی اصول ہے کہ ہر ایک عمل پوشیدہ طور پر اپنے نقوش جماتا رہتا ہے جس طور کا انسان کا فعل ہوتا ہے اسکے مناسب حال ایک خدا تعالیٰ کا فعل صادر ہوتا ہے اور وہ فعل اس گناہ کو یا اسکی نیکی کو ضائع ہونے نہیں دیتا بلکہ اسکے نقوش دل پر منہ پر آنکھوں پر کانوں پر ہاتھوں پر پیروں پر لکھے جاتے ہیں اور یہی پوشیدہ طور پر ایک اعمالنامہ ہے جو دوسری زندگی میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور پھر ایک دوسری جگہ بہشتیوں کے بارہ میں فرماتا ہے يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ یعنے اس دن بھی ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو حاصل ہے کھلے کھلے طور پر انکے آگے اور انکے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئے گا + پھر ایک اور جگہہ بدکاروں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۔ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۔ یعنے دنیا کی کثرت حرص و ہوا نے تمہیں آخرت کی تلاش سے روک رکھا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پڑے

دنیا سے دل مت لگاؤ تم عنقریب جان لوگے کہ اس سے دل لگانا اچھا نہیں۔ پھر میں کہتا ہوں کہ عنقریب تم جان لوگے کہ دنیا سے دل لگانا اچھا نہیں اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہو تو تم دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لوگے پھر برزخ کے عالم میں یقین کی آنکھوں سے ساتھ دیکھو گے پھر عالم حشر اجساد میں پوری مواخذہ میں آجاؤگے اور وہ عذاب تم پر کامل طور پر وارد ہوجائیگا اور صرف قال ہی نہیں بلکہ حال سے تمہیں دوزخ کا علم حاصل ہوجائیگا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ اسی جہان میں بدکاروں کے لئے جہنمی زندگی پوشیدہ طور پر ہوتی ہے اور اگر غور کریں تو اپنے دوزخ کو اسی دنیا میں دیکھ لیں گے اور اس جگہ اللہ تعالیٰ نے **علم کو تین درجوں** پر تقسیم کیا یعنی **علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین**۔ اور عام کے سمجھنے کے لیے ان تینوں علموں کی یہ مثالیں ہیں کہ اگر مثلاً ایک شخص دور سے کسی جگہ بہت سا دھواں دیکھے اور پھر دھوئیں سے ذہن منتقل ہو کر آگ کی طرف چلا جائے اور آگ کے وجود کا یقین کر لے اس خیال سے کہ دھوئیں اور آگ میں ایک تعلق لاینفک اور ملازمت تامہ ہے جہاں دھواں ہوگا ضرور ہے کہ آگ بھی ہو پس اس علم کا نام علم الیقین ہے۔ اور پھر جب آگ کے شعلے دیکھے تو اس علم کا نام عین الیقین ہے اور جب اس آگ میں آپ ہی داخل ہوجائے تو اس علم کا نام حق الیقین ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہنم کے وجود کا علم الیقین تو اسی دنیا میں ہو سکتا ہے تو پھر عالم برزخ میں عین الیقین حاصل ہوگا اور عالم حشر اجساد میں وہی علم حق الیقین کے کامل مرتبہ تک پہنچیگا۔

اس جگہ واضح رہے کہ قرآنی تعلیم کی رو سے تین عالم ثابت ہوتے ہیں اول دنیا جسکا نام عالم کسب اور نشأ اولیٰ ہے اسی دنیا میں انسان اکتساب نیکی یا بدی کا کرتا ہے اور اگرچہ عالم بعث میں نیکوں کے واسطے ترقیات ہیں مگر وہ محض خدا کے فضل سے ہیں انسان کے کسب کو ان میں دخل نہیں (۲) اور دوسرا عالم کا نام برزخ ہے اصل میں لفظ برزخ لغت عرب میں اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو دو چیزوں کے درمیان واقعہ ہو سو چونکہ یہ زمانہ عالم بعث اور عالم نشأ اولیٰ میں واقعہ ہے اسلئے اسکا نام برزخ ہے لیکن یہ لفظ قدیم سے اور جب سے کہ دنیا کی بنا پڑی عالم درمیانی پر بولا گیا ہے اسلئے اس لفظ میں عالم درمیانی کے وجود پر ایک عظیم الشان شہادت مخفی ہے ہم **منن الرحمٰن** میں ثابت کر چکے ہیں کہ عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو خدا کے منہ سے نکلے ہیں اور دنیا میں فقط یہی ایک زبان ہے جو خدائے قدوس کی زبان اور قدیم اور تمام علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی ماں اور خدا کی وحی کا پہلا اور آخری تخت گاہ ہے خدا کی وحی کا پہلا تخت گاہ اسلئے کہ تمام عربی خدا کا کلام تھا جو قدیم سے خدا کے ساتھ تھا پھر یہی کلام دنیا

میں اُترا اور دنیا نے اس سے اپنی بولیاں بنائیں اور آخری تخت گاہ خدا کا اسلیے لغت عربی ٹھہری کہ آخری کتاب
خداتعالی کی جو قرآن شریف ہے عربی میں نازل ہوئی سو برزخ عربی لفظ ہے جو مرکب ہے بَرَّ اور زَخّ سے جس کے
معنے یہ ہیں کہ طریق کسب اعمال ختم ہوگیا اور ایک مخفی حالت میں پڑ گیا ۔ برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب یہ
ناپائدار ترکیب انسانی تفرق پذیر ہو جاتی ہے اور روح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ دیکھا گیا ہے
جسم کسی گڑھے میں ڈالدیا جاتا ہے اور روح بھی ایک قسم کے گڑھے میں پڑ جاتی ہے جس پر لفظ زخ کا دلالت
کرتا ہے کیونکہ وہ افعال کسب خیر یا شر پر قادر نہیں ہو سکتی کہ جو جسم کے تعلقات سے اس سے صادر ہو سکتے تھے یہ
تو ظاہر ہے کہ ہماری روح کی عمدہ صحت جسم پر موقوف ہے دماغ کے ایک خاص حصہ پر چوٹ لگنے سے حافظہ
جاتا رہتا ہے اور دوسرے حصہ پر آفت پہونچنے سے قوت متفکرہ رخصت ہوتی ہے اور تمام ہوش و حواس
رخصت ہو جاتے ہیں اور دماغ میں جب کسی قسم کا تشنج ہو جائے یا ورم پیدا ہو یا خون یا کوئی اور مادہ ٹھہر
جائے اور کسی سدہ تام یا غیر تام کو پیدا کرے تو غشی یا مرگی یا سکتہ معًا لاحق حال ہو جاتا ہے پس ہمارا
قدیم کا تجربہ ہمیں یقینی طور پر سکھلاتا ہے کہ ہماری روح بغیر تعلق جسم کے بالکل نکمی ہے سو یہ بات بالکل
باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت میں ہماری مجرد روح جسکے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوشحالی کو پا سکتی
ہے اگر ہم قصہ کے طور پر اسکو قبول کریں تو کریں لیکن معقولی طور پر اسکے ساتھ کوئی دلیل نہیں ہم بالکل سمجھ
نہیں سکتے کہ وہ ہماری روح جو جسم کے ادنی ادنی خلل کے وقت بیکار ہو کر بیٹھ جاتی ہے وہ اس وقت کیونکر
کامل حالت پر رہیگی جبکہ بالکل جسم کے تعلقات سے محروم کی جائیگی کیا ہر روز ہمیں تجربہ نہیں سمجھاتا کہ روح کی
صحت کے لیے جسم کی صحت ضروری ہے جب ایک شخص ہم میں سے پیر فرتوت ہو جاتا ہے تو ساتھ ہی اسکی
روح بھی بڈھی ہو جاتی ہے اسکا تمام علمی سرمایہ بڈھاپے کا چور چرا کرلے جاتا ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے
لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا یعنے انسان بڈھا ہو کر ایسی حالت تک پہونچ جاتا ہے کہ پڑھ پڑھا کر پھر جاہل بنجاتا
ہے پس ہمارا یہ تمام مشاہدہ اس بات پر کافی دلیل ہے کہ روح بغیر جسم کے کچھ چیز نہیں پھر یہ خیال بھی انسان کو حقیقی
سچائی کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر روح بغیر جسم کے کچھ چیز ہوتی تو خدا تعالی کا یہ کام لغو ٹھیرتا کہ اسکو خواہ نخواہ
جسم فانی سے پیوند دیدیتا ۔ اور پھر یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ خدا تعالی نے انسان کو غیر متناہی ترقیات
کے لیے پیدا کیا ہے پس جس حالت میں انسان اس مختصر زندگی کی ترقیات کو بغیر رفاقت جسم کے حاصل نہیں کرسکا
تو کیونکر امید رکھیں کہ ان نامتناہی ترقیات کو جو نا پیدا کنار ہیں بغیر رفاقت جسم کے خود بخود حاصل کرلیگا سو ان

تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کاملہ صادر ہونے کے لیے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسیقدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لیے جسم ملتا ہے وہ جسم اس جسم کے قسم میں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا ایک تاریکی سے جیسا کہ اعمال کی صورت ہو جسم طیار ہوتا ہے گویا کہ اُس عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں ایسا ہی خدا کے کلام میں بار بار ذکر آیا ہے اور بعض جسم نورانی اور بعض جسم ظلمانی قرار دیئے ہیں جو اعمال کی روشنی یا اعمال کی ظلمت سے طیار ہوتے ہیں اگرچہ یہہ راز ایک نہایت دقیق راز ہے مگر غیر معقول نہیں انسان کامل اسی زندگی میں ایک نورانی وجود اس کثیف جسم کے علاوہ پا سکتا ہے اور عالم مکاشفات میں اسکی بہت مثالیں ہیں اگرچہ ایسے شخص کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے جو صرف ایک موٹی عقل کی حد تک ٹھیرا ہوا ہے لیکن جنکو عالم مکاشفات میں سے کچھ حصہ ہے وہ اس قسم کے جسم کو جو اعمال سے طیار ہوتا ہے تعجب اور استبعاد کی نگہ سے نہیں دیکھیں گے بلکہ اس مضمون سے لذت اٹھائیں گے غرض یہہ جسم جو اعمال کی کیفیت سے ملتا ہے یہی عالم برزخ میں نیک و بد کی جزا کا موجب ہو جاتا ہے **میں اس میں صاحب تجربہ ہوں مجھے کشفی طور پر عین بیداری میں بارہا بعض مردوں کی ملاقات کا اتفاق ہوا ہے** اور میں نے بعض فاسقوں اور گمراہی اختیار کرنے والوں کا جسم ایسا سیاہ دیکھا کہ گویا وہ دھوئیں سے بنایا گیا ہے غرض میں اس کوچہ سے ذاتی واقفیت رکھتا ہوں **اور میں زور سے کہتا ہوں** کہ جیسا کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے ایسا ہی ضرور مرنے کے بعد ہر ایک کو ایک جسم ملتا ہے خواہ نورانی خواہ ظلمانی انسان کی یہ غلطی ہوگی اگر وہ ان نہایت باریک معارف کو صرف عقل کے ذریعہ سے ثابت کرنا چاہے بلکہ جاننا چاہیے کہ جیسا کہ آنکھ شیریں چیز کا مزہ نہیں بتلا سکتی اور نہ زبان کسی چیز کو دیکھ سکتی ہے ایسا ہی وہ علوم معاد جو پاک مکاشفات سے حاصل ہو سکتے ہیں صرف عقل کے ذریعہ سے ان کا عقدہ حل نہیں ہو سکتا خدا تعالی نے اس دنیا میں مجہولات کے جاننے کے لیے علیحدہ علیحدہ وسائل رکھے ہیں پس ہر ایک چیز کو اسکے وسیلہ کے ذریعہ سے ڈھونڈو تب اُسے پا لوگے ۔ ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا نے ان لوگوں کو جو بدکاری اور گمراہی میں پڑ گئے اپنے کلام میں مردہ کے نام سے موسوم کیا ہے اور نیکوکاروں کو زندہ قرار دیا ہے اس میں بھید یہ ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل رہے انکی زندگی کے اسباب جو کھانا پینا اور شہوتوں کی پیروی تھی منقطع ہو گئے اور روحانی غذا میں انکو کچھ حصہ نہ تھا پس وہ درحقیقت مر گئے اور وہ صرف عذاب

اٹھانے کے لئے زندہ ہوں گے اسی بھید کی طرف اللہ جل شانہ نے اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے اِنَّہٗ مَنْ
یَّاْتِ رَبَّہٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَہٗ جَھَنَّمَ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی یعنے جو شخص مجرم بنکر خدا کے پاس آئیگا
تو اسکا ٹھکانا جہنم ہے وہ اس میں نہ مریگا اور نہ زندہ رہیگا مگر جو لوگ خدا کے محبّ ہیں وہ موت سے نہیں مرتے
کیونکہ انکا پانی اور ان کی روٹی انکے ساتھ ہوتی ہے پھر برزخ کے بعد وہ زمانہ ہے جسکا نام عالم بعث ہے
اس زمانہ میں ہر ایک روح نیک ہو یا بد صالح ہو یا فاسق ایک کھلا کھلا جسم حاصل کریگی اور یہہ دن خدا کی
ان پوری تجلیات کے لیے مقرر کیا گیا ہے جس میں ہر ایک انسان اپنے رب کی ہستی سے پورے طور پر واقف
ہو جائیگا اور ہر ایک شخص اپنے جزا کے انتہائی نقطہ تک پہونچیگا۔ یہ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ خدا سے یہ کیونکر
ہو سکے گا کیونکہ وہ ہر ایک قدرت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اَوَلَمْ یَرَ
الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۔ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ
خَلْقَہٗ قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ ۔ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَھَآ اَوَّلَ مَرَّۃٍ
وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ ۔ اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ
یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ
کُنْ فَیَکُوْنُ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۔ یعنے کیا انسان
نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو ایک قطرہ پانی سے پیدا کیا جو رحم میں ڈالا گیا تھا پھر وہ ایک جھگڑنے والا آدمی
بنگیا ہمارے لیے باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ اور کہنے لگا کہ یہہ کیونکر ممکن ہے کہ جبکہ ہڈیاں
بھی سلامت نہیں رہیں گی تو پھر انسان نئے سرے زندہ ہوگا ایسی قدرت والا کون ہے جو اسکو زندہ کریگا
ان کو کہہ وہی کرے گا جسنے پہلے اسکو پیدا کیا تھا اور وہ ہر ایک قسم سے اور ہر ایک راہ سے زندہ کرنا
جانتا ہے اسکے حکم کی یہہ شان ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف یہی کہتا ہے کہ ہو
پس وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے پس وہ ذات پاک ہے جسکی ہر ایک چیز پر بادشاہی ہے اور تم سب اُسی کیطرف
رجوع کروگے۔ ان آیات میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ خدا کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں جس
نے ایک قطرہ حقیر سے انسان کو پیدا کیا کیا وہ دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز ہے۔

اسجگہ ایک اور سوال ناواقفوں کیطرف سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس حالت میں تیسرا
عالم جو عالم بعث ہے مدت دراز کے بعد آئیگا تو اس صورت میں ہر ایک نیک و بد کے لیے عالم برزخ

صرف بطور حوالات کی ہوا جو ایک عبث معلوم ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ ایسا سمجھنا سراسر غلطی ہے جو محض ناواقفی سے پیدا ہوتی ہے ملکہ خدا کی کتاب میں نیک و بد کی جزا کے لیے دو مقام پائے جاتے ہیں ایک عالم برزخ جس میں مخفی طور پر ہر ایک شخص اپنی جزا پائیگا بُرے لوگ مرنے کے بعد ہی جہنم میں داخل ہونگے نیک لوگ مرنیکے بعد ہی جنت میں آرام پائیں گے چنانچہ اس قسم کی آئتیں قرآن شریف میں بکثرت ہیں کہ بجرد موت کی ہر ایک انسان اپنے اعمال کی جزا دیکھ لیتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ایک بہشتی کے بارہ میں خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ یعنے اسکو کہا گیا تو بہشت میں داخل ہو اور ایسا ہی ایک دوزخی کی خبر دیکر فرماتا ہے فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ یعنے ایک بہشتی کا ایک دوست ایک دوزخی تھا جب وہ دونوں مر گئے تو بہشتی حیران تھا کہ میرا دوست کہاں ہے پس اسکو دکھلایا گیا کہ وہ جہنم کے درمیان ہے سو جزا سزا کی کارروائی تو بلا توقف شروع ہو جاتی ہے اور دوزخی دوزخ میں اور بہشتی بہشت میں جاتے ہیں مگر اسکے بعد ایک اور تجلی اعلیٰ کا دن ہے جو خدا کی ایک بڑی حکمت نے اس دن کے ظاہر کرنے کا تقاضا کیا ہے کیونکہ اس نے انسان کو پیدا کیا تا وہ اپنی خالقیت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر وہ سب کو ہلاک کریگا تاکہ وہ اپنی قہاریت کے ساتھ شناخت کیا جائے۔ اور پھر ایک دن سب کو کامل زندگی بخشکر ایک میدان میں جمع کرے گا تاکہ وہ اپنی قادریت کے ساتھ پہچانا جائے اب جاننا چاہیے کہ دقائق مذکورہ میں سے یہہ پہلا دقیقہ معرفت تھا جسکا بیان ہوا اور **دوسرا دقیقہ معرفت** جسکو عالم معاد کے متعلق قرآن شریف نے ذکر فرمایا ہے وہ یہہ ہے کہ عالم معاد میں وہ تمام امور جو دنیا میں روحانی تھے جسمانی طور پر متمثل ہونگے خواہ عالم معاد میں برزخ کا درجہ ہو یا عالم بعث کا درجہ اس بارہ میں جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ان میں سے ایک یہہ آیت ہے مَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا یعنے جو شخص اس جہان میں اندھا ہوگا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا ہوگا اس آیت کا مقصد یہہ ہے کہ اس جہان کی روحانی نابینائی اُس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہوگی ایسا ہی دوسری آیت میں فرماتا ہے خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ یعنے اس جہنمی کو پکڑو اسکی گردن میں طوق ڈالو پھر دوزخ میں اسکو جلاؤ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمایش میں ستر گز ہے اسکو داخل کرو جاننا چاہیے کہ ان آیات میں ظاہر فرمایا ہے کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جس نے انسان کے سر کو زمین کیطرف جھکا رکھا تھا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت

پر نظر آجائیگا اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پیروں میں پڑی ہوئی دکھائی دیں گی اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بہڑکی ہوئی نظر آئیگی فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکہتا ہے اور ناکامیوں میں اُس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائیگا اور ہمیشہ کی نا اُمیدی طاری ہوگی تو خدا تعالی ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کریگا جیسا کہ وہ فرماتا وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ یعنے ان میں اور انکی خواہشوں کی چیزوں میں جدائی ڈالی جائیگی اور یہی عذاب کی جڑ ہوگی اور پہر یہہ جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اسکو داخل کرو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق لبا اوقات ستر برس کی عمر پالیتا ہے بلکہ اسکو ایسے ستر برس بہی ملتے ہیں کہ خوردسالی کی عمر - اور پیر فرتوت ہونیکی عمر الگ کر کے پہر اسقدر صاف اور خالص حصہ عمر کا اس کو ملتا ہے جو عقلمندی اور محنت اور کام کے لائق ہوتا ہے لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے اور اُس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا سو خدا تعالی اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اُس نے گرفتاری دنیا میں گذارے تہے عالم معاد میں ایک زنجیر کی طرح متمثل ہو جائیں گے جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے ۔ اس جگہہ یاد رکہنا چاہیے کہ خدا تعالی اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کے اپنے ہی بُرے کام اسکے آگے رکہدیتا ہے پہر اسی اپنی سنت کے اظہار میں خدا تعالی ایک اور جگہہ فرماتا ہے اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ یعنے اے بدکارو گمراہو سہ گوشہ سایہ کی طرف چلو جسکی تین شاخیں ہیں جو سایہ کا کام نہیں دے سکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور ان کی تعدیل نہیں کرتے انکی یہ قوتیں قیامت میں اس طرح پر نمودار کی جائینگی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کہڑی ہیں اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں اور وہ گرمی سے جلیں گے پہر ایسا ہی خدا تعالی اپنے اسی سنت کے اظہار کے لیے بہشتیوں کے حق میں فرماتا ہے يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ یعنے اس روز تو دیکہے گا کہ مومنوں کا یہ نور جو دنیا میں پوشیدہ طور پر رہنے ظاہر انکے آگے اور انکے داہنے طرف دوڑتا ہوگا اور پہر ایک اور آیت میں فرماتا ہے يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ یعنے اُس دن بعض منہ سیہ ہو جائیں گے اور بعض سفید اور نورانی ہو جائیں گے

اور پھر ایک اور آیت میں فرماتا ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى یعنے وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جائے گا اوسکی مثال یہہ ہے کہ جیسے ایک باغ ہے اُس میں اس پانی کی نہریں ہیں جو کبھی متعفن نہیں ہوتا اور نیز اس میں اُس دودہ کی نہریں ہیں جسکا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور نیز اس میں اس شراب کی نہریں ہیں جو سراسر سرور بخش ہے جسکے ساتہہ خمار نہیں اور نیز اس میں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہیں جسکے ساتہہ کوئی کثافت نہیں اس جگہہ صاف طور پر فرما دیا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھ لو کہ ان تمام چیزوں کی اس میں ناپیدا کنار نہریں ہیں وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے اس میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ روحانی دودہ جس سے وہ شیرخوار بچہ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہے بہشت میں ظاہر ظاہر دکہائی دیگا اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تہا اب بہشت میں ظاہر ظاہر اسکی نہریں نظر آئیں گی اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے سینہ میں جاتا تہا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دکہائی دیگا اور ہر ایک بہشتی اپنی نہروں اور اپنے باغوں کے ساتہہ اپنی روحانی حالت کا اندازہ برہنہ کرکے دکہلا دیگا اور خدا بہی اس دن بہشتیوں کے لیے حجابوں سے باہر آجائیگا غرض روحانی حالتیں مخفی نہیں رہیں گی بلکہ جسمانی طور پر نظر آئیں گی **تیسرا دقیقہ معرفت** کا یہ ہے کہ عالم معاد میں ترقیات غیر متناہی ہونگی اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنے جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکہتے ہیں ان کا نور قیامت کو انکے آگے اور انکی دہنی طرف دوڑتا ہوگا وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہونچا اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لے لے تو ہر چیز پر قادر ہے اس آیت میں یہہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ ہماری نور کو کمال تک پہونچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنے ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پہر دوسرا کمال نظر آئے گا اسکو دیکہکر پہلے کمال کو ناقص پائیں گے پس کمال ثانی کے حصول کے لیے التجا کریں گے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا پہر اسکو دیکہکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجہیں گے اور اسکی خواہش کریں گے یہی

ترقیات کی خواہش ہی جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے۔

غرض اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا تنزل کبھی نہیں ہوگا اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائیں گے بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے نہ پیچھے اور یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ اپنی مغفرت چاہیں گے اس جگہ سوال یہ ہے کہ جب بہشت میں داخل ہوگئے تو پھر مغفرت میں کیا کسر رہگئی۔ اور جب گناہ بخشے گئے تو پھر استغفار کی طرف کونسی حاجت رہی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں نا ملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا سو بہشتی اسبات کی خواہش کرینگے کہ کمال تام حاصل کریں اور سراسر نور میں غرق ہوجائیں وہ دوسری حالت کو دیکھکر پہلی حالت کو ناقص پائیں گے پس چاہیں گے کہ پہلی حالت نیچے دبائی جائے پھر تیسرے کمال کو دیکھکر یہ آرزو کرینگے کہ دوسرے کمال کی نسبت مغفرت ہو یعنی وہ حالت ناقصہ نیچے دبائی جائے اور مخفی کی جائے اسی طرح غیر متناہی مغفرت کی خواہشمند رہینگے یہ وہی لفظ مغفرت اور استغفار کا ہے جو بعض نادان بطور اعتراض ہماری نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش کیا کرتے ہیں سو ناظرین نے اس جگہ سے سمجھ لیا ہوگا کہ یہی خواہش استغفار فخر انسان ہے جو شخص کسیعورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لیے استغفار اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان اور اندھا ہے نہ سوجاکھا اور ناپاک ہے نہ طیب۔ اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن شریف کی رو سے دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسانی زندگی کے اظلال و آثار ہیں کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہونگے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہونگے ہم لوگ ایسی بہشت کے قائل نہیں ہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین میں درخت لگائے گئے ہوں اور نہ ایسی دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں۔ **بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہیں اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے۔**

تیسرا سوال یہ ہے

کہ دنیا مین زندگی کے مدعا کیا ہین اور ان کا حصول کسطرح ہوتا ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے

کہ اگرچہ مختلف الطبائع انسان اپنی کوتہ فہمی یا پست ہمتی سے مختلف طور کے مدعا اپنی زندگی کے لیئے ٹھیراتے ہیں اور فقط دنیا کے مقاصد اور آرزوں تک چلکر آگے ٹھیر جاتے ہیں مگر وہ مدعا جو خدا تعالے اپنی **پاک کلام** میں بیان فرماتا ہے یہ ہے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ یعنے مین نے جن اور انسان کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری پرستش کریں پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لیے ہو جانا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے کہ اپنی زندگی کا مدعا اپنے اختیار سے آپ مقرر کرے کیونکہ انسان نہ اپنی مرضی سے آتا ہے اور نہ اپنی مرضی سے واپس جائیگا بلکہ وہ ایک مخلوق ہے اور جس نے اُسے پیدا کیا اور تمام حیوانات کے نسبت عمدہ اور اعلےٰ قویٰ اسکو عنایت کیے اُسی نے اسکی زندگی کا ایک مدعا ٹھیرا رکھا ہے خواہ کوئی انسان اس مدعا کو سمجھے یا نہ سمجھے مگر انسان کی پیدایش کا مدعا بلاشبہ خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا میں فانی ہو جانا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین ایک اور جگہہ فرماتا ہے إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا یعنے وہ دین جس میں خدا کی معرفت صحیح اور اسکی پرستش احسن طور پر ہے وہ اسلام ہے اور اسلام انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے اور خدا نے انسان کو اسلام پر پیدا کیا اور اسلام کے لیے پیدا کیا ہے یعنے یہ چاہا ہے کہ انسان اپنے تمام قویٰ کے ساتھہ اسکی پرستش اور اطاعت اور محبت میں لگ جاوے اسی وجہ سے اس قادر کریم نے انسان کو تمام قویٰ اسلام کے مناسب حال عطا کیے ہیں ان آیتوں کی تفصیل بہت بڑی ہے اور ہم کسی قدر

پہلے سوال کے تیسرے حصہ میں لکھہ بھی چکے ہیں لیکن اب ہم مختصر طور پر صرف یہہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے اسیوجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کرکے پہر بہی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا بڑا دولتمند ہو کر بڑا عہدہ پاکر بڑا تاجر بنکر بڑی بادشاہی تک پہونچکر بڑا فلاسفر کہلاکر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھہ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اُسکا دنیا کے استغراق سے اسکو ملزم کرتا رہتا ہے اور اُسکے مکروں اور فریبوں اور ناجائز کاموں میں کبھی اسکا کانشنس اس سے اتفاق نہیں کرتا ایک دانا انسان اس مسئلہ کو اس طرح بھی سمجھہ سکتا ہے کہ جس چیز کے قویٰ ایک اعلیٰ سے اعلیٰ کام کرسکتے ہیں اور پہر آگے جاکر ٹھہر جاتے ہیں وہی اعلےٰ کام اس کی پیدائش کی علت غائی سمجھی جاتی ہے مثلاً بیل کا کام اعلےٰ سے اعلےٰ کلبہ رانی یا آبپاشی یا باربرداری ہے اس سے زیادہ اسکی قوتوں میں کچھہ ثابت نہیں ہوا سو بیل کی زندگی کا مدعا یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ کوئی قوت اس میں پائی نہیں جاتی مگر جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلےٰ سے اعلیٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ و برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے۔ یہانتک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اسکا اپنا کچھہ بھی نہ رہے سب خدا کا ہو جائے وہ کہانے اور سونے وغیرہ طبعی امور میں دوسرے حیوانات کو اپنا شریک غالب رکھتا ہے صنعت کاری میں بعض حیوانات اُس سے بہت بڑھے ہوئے ہیں بلکہ شہد کی مکہیاں بھی ہر ایک پہول کا عطر نکالکر ایسا شہد نفیس پیدا کرتی ہیں کہ اب تک اس صنعت میں انسان کو کامیابی نہیں ہوئی پس ظاہر ہے کہ انسان کا اعلیٰ کمال خدا تعالیٰ کا وصال ہے لہذا اسکی زندگی کا اصل مدعا یہی ہے کہ خدا کی طرف اسکے دل کی کہڑکی کہلے ہاں اگر یہہ سوال ہو کہ یہہ مدعا کیونکر اور کسطرح حاصل ہو سکتا ہے اور کن وسائل سے انسان انکو پا سکتا ہے پس واضح ہو کہ سب سے پہلا وسیلہ جو اس مدعا کے پانے کے لیے شرط ہے وہ یہہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو صحیح طور پر پہچانا جائے اور سچے خدا پر ایمان لایا جائے کیونکہ اگر پہلا قدم ہی غلط ہے اور کوئی شخص مثلاً کسی پرند یا چرند یا عناصر یا انسان کے بچے کو خدا سمجھہ بیٹھا ہے تو پہر دوسرے قدموں میں اسکے راہ راست پر چلنے کی کیا امید ہے سچا خدا اس کے ڈھونڈنے والوں کو مدد دیتا ہے مگر مردہ مردہ کو کیونکر مدد دے سکتا ہے اس میں اللہ جلشانہ نے خوب تمثیل فرمائی ہے اور وہ یہہ ہے لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ

لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ یعنے دعا کرنے کے لائق وہی سچا خدا ہے جو ہر ایک بات پر قادر ہے اور جو لوگ اسکے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی انکو جواب نہیں دے سکتے انکی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی پانی کی طرف ہاتھ پھیلاوے کہ اے پانی میرے منہ میں آجا تو کیا وہ اسکے منہ میں آجائیگا ہرگز نہیں سو جو لوگ سچے خدا سے بے خبر ہیں انکی تمام دعائیں باطل ہیں دوسرا وسیلہ خدا تعالے کے اس حسن و جمال پر اطلاع پانا ہے جو باعتبار کمال تام کے اس میں پایا جاتا ہے کیونکہ حسن ایک ایسی چیز ہے جو بالطبع دل اسکی طرف کھینچا جاتا ہے اور اسکے مشاہدہ سے طبعاً محبت پیدا ہوتی ہے سو حسن ذات باریتعالی اسکی وحدانیت اور اسکی عظمت اور بزرگی اور صفات ہیں جیسا کہ قرآن شریف نے یہی فرمایا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ یعنے خدا اپنی ذات اور صفات اور جلال میں ایک ہے کوئی اسکا شریک نہیں سب اسکے حاجتمند ہیں ذرہ ذرہ اس سے زندگی پاتا ہے اور وہ کل چیزوں کے لیے مبدء فیض ہے اور آپ کسی سے فیض یاب نہیں وہ نہ کسیکا بیٹا ہے اور نہ کسیکا باپ اور کیونکر ہو کہ اسکا کوئی ہم ذات نہیں قرآن نے بار بار خدا کا کمال پیش کرکے اور اسکی عظمتیں دکھلا کے لوگوں کو توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ایسا خدا دلوں کا مرغوب ہے نہ کہ مردہ اور کمزور اور کم رحم اور کم قدرت۔

تیسرا وسیلہ جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لیے دوسرے درجہ کا زینہ ہے خدا تعالی کے احسان پر اطلاع پانا ہے کیونکہ محبت کی محرک دو ہی چیزیں ہیں حسن یا احسان اور خدا تعالی کی احسانی صفات کا خلاصہ سورہ فاتحہ میں پایا جاتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کیونکہ ظاہر ہے کہ احسان کامل اس میں ہے کہ خدا تعالے اپنے بندوں کو محض نابود سے پیدا کرے اور پھر ہمیشہ اسکی ربوبیت ان کے شامل حال ہو اور وہی ہر ایک چیز کا آپ سہارا ہو اور پھر اسکی تمام قسم کی رحمتیں اسکے بندوں کے لیے ظہور میں آئی ہوں اور اسکا احسان بے انتہا ہو جسکا کوئی شمار نہ کرسکے سو ایسے احسانوں کو خدا تعالی نے بار بار جتلایا ہے جیسا کہ ایک اور جگہ فرماتا ہے وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا یعنے اگر خدا تعالے کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ہرگز گن نہیں سکو گے۔

چوتھا وسیلہ خدا تعالی نے اصل مقصود کے پانے کے لیے دعا کو ٹھیرایا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنے تم دعا کرو میں قبول کرونگا اور بار بار دعا کے لیے رغبت دلائی ہے تا

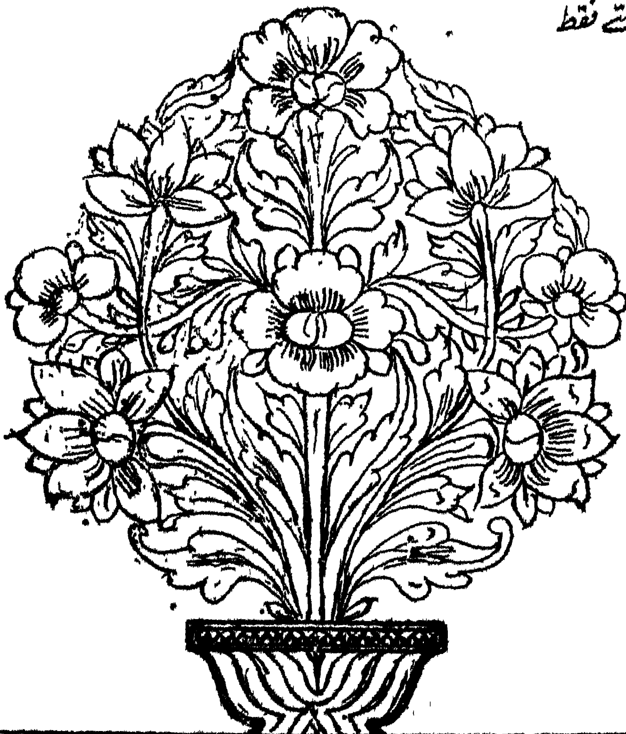
تا انسان اپنی طاقت سے نہیں بلکہ خدا کو خدا کی طاقت سے پاوے۔
پانچواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے خدا تعالیٰ نے مجاہدہ ٹھیرایا ہے یعنے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اور اپنی عقل کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے ذریعہ سے اُس کو ڈھونڈا جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنے نفسوں کو مع انکے تمام طاقتوں کے خدا کی راہ میں خرچ کرو اور جو کچھ ہم نے عقل اور علم اور فہم اور ہنر وغیرہ تم کو دیا ہے وہ سب کچھ خدا کی راہ میں لگاؤ۔ جو لوگ ہمارے راہ میں ہر ایک طور سے کوشش بجا لاتے ہیں ہم انکو اپنی راہیں دکھا دیا کرتے ہیں۔
چھٹا وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے استقامت کو بیان فرمایا گیا ہے یعنے اس راہ میں ماندہ اور عاجز نہ ہو اور تھک نہ جائے اور امتحانوں سے ڈر نہ جائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنے طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے انپر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اسجگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہانتک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اسوقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں ذلت پر خوش ہو جائیں موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لیے کسی

دوسرے دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دیں نہ اسوقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونیکے اور کسی تسلی کے نہ پانیکے سیدہے کہڑے ہوجائیں اور ہرچہ باداباد کہکر گردن کو آگے رکہدیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکہلاویں جب تک کہ آزمایش کا حق پورا ہوجائے یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے یہی وہ چیز ہے جسکی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آرہی ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ یعنے اے ہمارے خدا ہمیں استقامت کی راہ دکہلا وہی راہ جس پر تیرا انعام اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہوجاتا ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ فرمایا رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ اے خدا اس مصیبت میں ہمارے دل پر وہ سکینت نازل کر جس سے صبر آجائے اور ایسا کر کہ ہماری موت اسلام پر ہو جاننا چاہیئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا تعالے اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پاکر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اسکی راہ میں انکے پیروں پر پڑیں جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ کا جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اسوقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالی سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے بلکہ سچا محب بلا کے اترنے سے اور آگے قدم رکہتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز سمجھکر اور جان کی محبت کو الوداع کہکر اپنے مولی کی مرضی کا بکلی تابع ہوجاتا ہے اور اسکی رضا چاہتا ہے اسی کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ‌ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اسکے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت خاص کے مورد ہیں غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اسکی یہی روح ہے جو بیان کی گئی جسکو سمجھنا ہو سمجھے۔

ساتواں وسیلہ اصل مقصود کے پانے کے لیے راستبازوں کی صحبت اور انکے کامل نمونوں کو دیکھنا ہے پس جاننا چاہیئے کہ انبیا کی ضرورتوں میں سے ایک یہی ضرورت ہے کہ انسان طبعا کامل نمونہ کا محتاج ہے اور کامل نمونہ شوق کو زیادہ کرتا ہے اور ہمت کو بڑہاتا ہے اور جو نمونہ کا پیرو نہیں وہ سست

ہوتا ہے اور بہک جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی تم اُن لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو راستباز ہیں ان لوگوں کی راہیں سیکھو جنپر تم سے پہلے فضل ہو چکا ہے۔

آٹھواں وسیلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پاک کشف اور پاک الہام اور پاک خوابیں ہیں چونکہ خدا تعالےٰ کی طرف سفر کرنا ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اور اسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دکھ لگے ہوئے ہیں اور ممکن ہے کہ انسان اس نادیدہ راہ میں بھولجائے یا نا امیدی طاری ہو اور آگے قدم بڑہانا چھوڑ دے اسلیے خدا تعالیٰ کی رحمت نے چاہا کہ اپنی طرف سے اس سفر میں ساتھ ساتھ اسکو تسلی دیتی رہے اور اسکی دلدہی کرتی رہے اور اسکی کمر ہمت کو باندھتی رہے اور اسکے شوق کو زیادہ کرے سو اسکی سنت اس راہ کے مسافروں کے ساتھ اس طرح پر واقعہ ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے کلام اور الہام سے انکو تسلی دیتا اور انپر ظاہر کرتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تب وہ قوت پاکر بڑے زور سے اس سفر کو طے کرتے ہیں چنانچہ اس بارے میں وہ فرماتا ہے لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ اسیطرح اور بھی کئی وسائل ہیں جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں مگر افسوس کہ ہم اندیشہ طول کی وجہ سے انکو بیان نہیں کر سکتے فقط



چوتھا سوال

یہہ ہے

کہ زندگی مین اور زندگی کے بعد عملی شریعت کا فعل کیا ہے

اسکا جواب

وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ خدا کی سچی اور کامل شریعت کا فعل جو اس زندگی میں انسان کے دل پر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسکو وحشیانہ حالت سے انسان بنا دے اور پھر انسان سے با اخلاق انسان بنا دیے اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دے اور نیز اس زندگی میں عملی شریعت کا ایک فعل یہ ہے کہ شریعت حقہ پر قائم ہو جانے سے ایسے شخص کا بنی نوع پر یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ درجہ بدرجہ ان کے حقوق کو پہچانتا ہے اور عدل اور احسان اور ہمدردی کی قوتوں کو اپنے اپنے محل پر استعمال کرتا ہے اور جو کچھ خدا نے اسکو علم اور معرفت اور مال اور آسائش میں سے حصہ دیا ہے سب لوگوں کو حسب مراتب ان میں شریک کر دیتا ہے وہ تمام بنی نوع پر سورج کی طرح اپنی تمام روشنی ڈالتا ہے اور چاند کی طرح حضرت اعلیٰ سے نور پا کر وہ نور دوسروں تک پہونچاتا ہے وہ دن کی طرح روشن ہو کر نیکی اور بھلائی کی راہیں لوگوں کو دکھاتا ہے وہ رات کی طرح ہر ایک ضعیف کی پردہ پوشی کرتا ہے اور تھکوں ماندوں کو آرام پہونچاتا ہے وہ آسمان کی طرح ہر ایک حاجت مند کو اپنے سایہ کے نیچے جگہ دیتا ہے اور وقتوں پر اپنے فیض کی بارشیں برساتا ہے وہ زمین کی طرح کمال انکسار سے ہر ایک کی آسائش کے لیے بطور فرش کے ہو جاتا اور سب کو اپنی کنار عاطفت میں لے لیتا اور طرح طرح کے روحانی میوے انکے لیے پیش کرتا ہے سو یہی کامل شریعت کا اثر ہے کہ کامل شریعت پر قائم ہونیوالا حق اللہ اور حق العباد کو کمال کے نقطہ تک پہنچا

دیتا ہے خدا میں وہ محو ہو جاتا ہے اور مخلوق کا سچا خادم بنجاتا ہے یہ تو عملی شریعت کا اس زندگی میں اثر ہے مگر زندگی کے بعد جو اثر ہے وہ یہ ہے کہ خدا کا روحانی اتصال اس پر وز کھلے کھلے دیدار کے طور پر اس کو نظر آئیگا اور خلق اللہ کی خدمت جو اُسنے خدا کی محبت میں ہو کر کی جسکا محرک ایمان اور اعمال صالحہ کی خواہش تھی وہ بہشت کے درختوں اور نہروں کی طرح متمثل ہو کر دکھائی دیگی اس میں خدا تعالیٰ کا فرمان یہ ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ۝ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۝ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝

یعنے قسم ہے سورج کی اور اسکی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب پیروی کرے سورج کی یعنے سورج سے نور حاصل کرے اور پھر سورج کی طرح اس نور کو دوسروں تک پہونچاوے اور قسم ہے دن کی جب سورج کی صفائی دکھلاوے اور راہوں کو نمایاں کرے اور قسم ہے رات کی جب اندھیرا کرے اور اپنے پردہ تاریکی میں سب کو لے لے اور قسم ہے آسمان کی اور اس علت غائی کی جو آسمان کی اس بنا کا موجب ہوئی اور قسم ہے زمین کی اور اسی علت غائی کی جو زمین کی اس قسم کی فرش کا موجب ہوئی اور قسم ہے نفس کی اور نفس کے اس کمال کی جس نے ان سب چیزوں کے ساتھ اسکو برابر کر دیا یعنے وہ کمالات جو متفرق طور پر ان چیزوں میں پائے جاتے ہیں کامل انسان کا نفس ان سب کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے اور جیسے یہ تمام چیزیں جدا جدا علیحدہ نوع انسان کی خدمت کر رہی ہیں کامل انسان ان تمام خدمات کو اکیلا بجالاتا ہے جیسا کہ میں ابھی لکھہ چکا ہوں اور پھر فرماتا ہے کہ وہ شخص نجات پا گیا اور موت سے بچ گیا جس نے اس طرح پر نفس کو پاک کیا یعنے سورج اور چاند اور زمین وغیرہ کی طرح خدا میں محو ہو کر خلق اللہ کا خادم بنا۔ یاد رہے کہ حیات سے مراد حیات جاودانی ہے جو آیندہ کامل انسان کو حاصل ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عملی شریعت کا پھل آیندہ زندگی میں حیات جاودانی ہے جو خدا کے دیدار کی غذا سے ہمیشہ قائم رہیگی اور پھر فرمایا کہ وہ شخص ہلاک ہو گیا اور زندگی سے ناامید ہو گیا جسنے اپنے نفس کو خاک میں ملایا اور جن کمالات کی اسکو استعداد دی گئی تھیں ان کمالات کو حاصل نہ کیا اور گندی زندگی بسر کر کے واپس گیا اور پھر مثال کے طور پر فرمایا کہ ثمود

کا قصہ اُس بدبخت کے قصہ سے مشابہ ہے اونہوں نے اُس اونٹنی کو زخمی کیا جو خدا کی اونٹنی کہلاتی تھی اور اپنے
چشمہ سے پانی پینے سے اسکو روکا سو اس شخص نے درحقیقت خدا کی اونٹنی کو زخمی کیا اور اسکو اُسکے چشمہ سے
محروم رکھا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس خدا کی اونٹنی ہے جس پر وہ سوار ہوتا ہے یعنی
انسان کا دل الٰہی تجلیات کی جگہ ہے اور اس اونٹنی کا پانی خدا کی محبت اور معرفت ہی جس سے وہ جیتی ہے اور
پھر فرمایا کہ ثمود نے جب اونٹنی کو زخمی کیا اور اسکو اسکے پانی سے روکا تو ان پر عذاب نازل ہوا اور خدا تعالیٰ
نے اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ انکے مرنے کے بعد انکے بچوں اور بیواؤں کا کیا حال ہوگا سو ایسا ہی جو شخص
اس اونٹنی یعنے نفس کو زخمی کرتا ہے اور اسکو کمال تک پہونچانا نہیں چاہتا اور پانی پینے سے روکتا ہے
وہ بھی ہلاک ہوگا۔

اسجگہ یاد رہے کہ خدا کا سورج اور چاند وغیرہ کی قسم کھانا ایک نہایت دقیق حکمت پر مشتمل ہے جس سے
ہمارے اکثر مخالف ناواقف ہونیکی وجہ سے اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ خدا کو قسموں کی کیوں ضرورت پڑی اور
اس نے مخلوق کی کیوں قسمیں کھائیں لیکن چونکہ انکی سمجھ زمینی ہے نہ آسمانی اسلیئے وہ معارف حقہ کو سمجھ
نہیں سکتے سو واضح ہو کہ قسم کھانے سے اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ قسم کھانے والا اپنے دعویٰ کے لیے ایک گواہ
پیش کرنا چاہتا ہے کیونکہ جسکے دعویٰ پر کوئی اور گواہ نہیں ہوتا وہ بجائے گواہ کے خدا تعالیٰ کی قسم کھاتا ہے
اسلیئے کہ خدا عالم الغیب ہے۔ اور ہر ایک مقدمہ میں وہ پہلا گواہ ہے گویا وہ خدا کی گواہی اس طرح پیش کرتا
ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اس قسم کے بعد خاموش رہا اور اس پر عذاب نازل نہ کیا تو گویا اسنے اس شخص کے بیان
پر گواہوں کی طرح مہر لگادی اسلیئے مخلوق کو نہیں چاہیئے کہ دوسری مخلوق کی قسم کھاوے کیونکہ مخلوق
عالم الغیب نہیں اور نہ جھوٹی قسم پر سزا دینے پر قادر ہے مگر خدا کی قسم ان آیات میں ان معنوں سے
نہیں جیسا کہ مخلوق کی قسم میں مراد لی جاتی ہے بلکہ اس میں یہ سنت اللہ ہے کہ خدا کے دو قسم کے کام ہیں ایک
بدیہی جو سب کی سمجھ میں آسکتے ہیں اور ان میں کسیکو اختلاف نہیں اور دوسرے وہ کام جو نظری ہیں جن میں
دنیا غلطیاں کھاتی ہے اور باہم اختلاف رکھتی ہے سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ بدیہی کاموں کی شہادت
سے نظری کاموں کو لوگوں کی نظر میں ثابت کرے۔ پس یہ تو ظاہر ہے کہ سورج اور چاند اور دن اور رات
اور آسمان اور زمین میں وہ خواص درحقیقت پائے جاتے ہیں جنکو ہم ذکر کر چکے ہیں مگر جو اس قسم کے
خواص انسان کے نفس ناطقہ میں موجود ہیں ان سے ہر ایک شخص آگاہ نہیں سو خدا نے اپنے بدیہی کاموں

کو نظری کاموں کے کھولنے کے لیے بطور گواہ کے پیش کیا ہے گویا وہ فرماتا ہے کہ اگر تم اُن خواص سے شک میں ہو
جو نفس ناطقہ انسانی میں پائے جاتے ہیں تو چاند اور سورج وغیرہ میں غور کرو کہ ان میں بدیہی طور پر یہ خواص وجود
ہیں اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک عالم صغیر ہے جسکے نفس میں تمام عالم کا نقشہ اجمالی طور پر مرکوز ہے پھر جبکہ
یہ ثابت ہے کہ عالم کبیر کے بڑے بڑے اجرام یہ خواص اپنے اندر رکھتے ہیں اور اسیطرح پر مخلوقات کو فیض پہونچا
رہے ہیں تو انسان جو ان سب سے بڑا کہلاتا ہے اور بڑے درجہ کا پیدا کیا گیا ہے وہ کیونکر ان خواص سے خالی
اور بے نصیب ہوگا نہیں بلکہ اس میں بھی سورج کی طرح ایک علمی اور عقلی روشنی ہے جسکے ذریعہ سے وہ تمام
دنیا کو منور کر سکتا ہے اور چاند کی طرح وہ حضرت اعلی سے کشف اور الہام اور وحی کا نور پاتا ہے
اور دوسروں تک جنہوں نے انسانی کمال ابھی تک حاصل نہیں کیا اُس نور کو پہونچاتا ہے پھر کیونکر کہہ سکتے
ہو کہ نبوت باطل ہے اور تمام رسالتیں اور شریعتیں اور کتابیں انسان کی مکاری
اور خود غرضی ہے۔ یہ بھی دیکھتے ہو کہ کیونکر دن کے روشن ہونے سے تمام راہیں روشن ہوجاتی ہیں تمام
نشیب و فراز نظر آجاتے ہیں سو کامل انسان روحانی روشنی کا دن ہے اسکے چڑھنے سے ہر ایک راہ نمایاں
ہوجاتی ہے وہ سچی راہ کو دکھلا دیتا ہے کہ کہاں اور کدھر ہے کیونکہ راستی اور سچائی کا وہی دن روشن ہے
ایسا ہی یہ بھی مشاہدہ کر رہے ہو کہ رات کیسی تھکوں ماندوں کو جگہہ دیتی ہے تمام دن کے شکستہ کوفتہ مزدور
رات کے کنار عاطفت میں بخوشی سوتے ہیں اور محنتوں سے آرام پاتے ہیں اور رات ہر ایک کے لیے پردہ پوش
بھی ہے ایسا ہی خدا کے کامل بندے دنیا کو آرام دینے کے لیے آئے ہیں خدا سے وحی اور الہام
پانیوالے تمام عقلمندوں کو جانکاہی سے آرام دیتے ہیں انکے طفیل سے بڑے بڑے معارف آسانی کے ساتھ
حل ہوجاتے ہیں ایسا ہی وہ خدا کی وحی انسانی عقل کی پردہ پوشی کرتی ہے جیسا کہ رات پردہ پوشی کرتی
ہے اسکی ناپاک خطاؤں کو دنیا پر ظاہر ہونے نہیں دیتی کیونکہ عقلمند وحی کی روشنی کو پاکر اندر ہی اندر اپنی
غلطیوں کی اصلاح کر لیتے ہیں اور خدا کے پاک الہام کی برکت سے اپنے تئیں پردہ دری سے بچا لیتے ہیں
یہی وجہ ہے کہ افلاطون کی طرح اسلام کے کسی فلاسفر نے کسی بت پر مرغ کی قربانی نہ چڑھائی چونکہ افلاطون
الہام کی روشنی سے بے نصیب تھا اسلیے دھوکا کھا گیا اور ایسا فلاسفر کہلا کر یہ مکروہ اور احمقانہ حرکت
اس سے صادر ہوئی مگر اسلام کے حکما کو ایسے ناپاک اور احمقانہ حرکتوں سے ہمارے سید و مولی رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی نے بچا لیا اب دیکھو کیسا ثابت ہوا کہ الہام عقلمندوں کا رات کی طرح

پردہ پوش ہے یہ بھی آپ لوگ جانتے ہیں کہ خدا کے کامل بندے آسمان کی طرح ہر ایک درماندہ کو اپنے سایہ میں لے لیتے ہیں خاصکر اُس ذات پاک کے انبیا اور الہام پانے والے عام طور پر آسمان کی طرح فیض کی بارشیں برساتے ہیں ایسا ہی زمین کی خاصیت بھی اپنے اندر رکھتے ہیں اُنکے نفس نفیس سے طرح طرح کے علوم عالیہ کے درخت نکلتے ہیں جنکے سایہ اور پھل اور پھول سے لوگ فائدہ اوٹھاتے ہیں سو یہ کھلا کھلا قانون قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے اُسی چھپے ہوئے ایک قانون کا ایک گواہ ہے جسکی گواہی کو قسموں کے پیرایہ میں خدا تعالیٰ نے ان آیات میں پیش کیا ہے سو دیکھو یہ کس قدر حکمت کلام ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یہ اُسکے منہ سے نکلا ہے جو ایک امی اور بیابان کا رہنے والا تھا اگر یہ خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس طرح عام عقلیں اور وہ تمام لوگ جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں اُسکے اس دقیق نکتہ معرفت سے عاجز آکر اعتراض کی صورت میں اسکو نہ دیکھتے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جب ایک بات کو کسی پہلو سے بھی اپنی مختصر عقل کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا تب ایک حکمت کی بات کو جائے اعتراض ٹھیرا لیتا ہے اور اسکا اعتراض اس بات کا گواہ ہو جاتا ہے کہ وہ دقیقہ حکمت عام عقلوں سے برتر و اعلیٰ تھا تب ہی تو عقلمندوں نے عقلمند کہلا کر پھر بھی اُسپر اعتراض کر دیا مگر اب جو یہ راز کھل گیا تو اب اسکے بعد کوئی عقلمند اسپر اعتراض نہیں کرے گا بلکہ اسی سے لذت اُٹھائے گا

یاد رہے کہ قرآن شریف نے وحی اور الہام کی سنت قدیمہ پر قانون قدرت سے گواہی لانے کے لیے ایک اور مقام میں بھی یہی قسم کی قسم کھائی ہے اور وہ یہ ہے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ یعنے اُس آسمان کی قسم ہے جسکی طرف سے بارش آتی ہے اور اس زمین کی قسم ہے جو بارش سے طرح طرح کی سبزیاں نکالتی ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام اور اسکی وحی ہے اور وہ باطل اور حق میں فیصلہ کرنے والا ہے اور عبث اور بیہودہ نہیں یعنے بیوقت نہیں آیا بموسم مینہ کی طرح آیا ہے اب خدا تعالیٰ نے قرآن کے ثبوت کے لیے جو اسکی وحی ہے ایک کھلے کھلے قانون قدرت کو قسم کے رنگ میں پیش کیا یعنے قانون قدرت میں ہمیشہ یہ بات مشہود اور مرئی ہے کہ ضرورت کے وقت آسمان سے بارش ہوتی ہے اور تمام مدار زمین کی سرسبزی کا آسمان کی بارش پر ہے اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو رفتہ رفتہ کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں پس در اصل زمین کے پانی کا وجود بھی آسمان کی بارش پر موقوف ہے اسی وجہ سے جب کبھی آسمان سے پانی برستا ہے تو زمین کے کنوؤں کا پانی چڑھ آتا ہے ؟ ! کیوں چڑھ آتا ہے اسکا یہی سبب ہے کہ آسمانی پانی زمین کے پانی کو

اوپر کی طرف کھینچتا ہے یہی رشتہ وحی اللہ اور عقل میں ہے وحی اللہ یعنے الہام الٰہی آسمانی پانی ہے اور یہہ پانی ہمیشہ آسمانی پانی سے جو الہام ہے تربیت پاتا ہے اور اگر آسمانی پانی یعنے وحی ہونا بند ہو جائے تو یہہ زمینی پانی بھی رفتہ رفتہ خشک ہو جاتا ہے کیا اسکے واسطے یہہ دلیل کافی نہیں کہ جب ایک زمانہ دراز گذر جاتا ہے اور کوئی الہام یافتہ زمین پر پیدا نہیں ہوتا تو عقل مندوں کی عقلیں نہایت گندی اور خراب ہو جاتی ہیں جیسے زمینی پانی خشک ہو جاتا ہے سڑ جاتا ہے

اسکے سمجھنے کے لیے اس زمانہ پر ایک نظر ڈالنا کافی ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنا رنگ تمام دنیا میں دکھلا رہا تھا چونکہ اسوقت حضرت مسیح کے زمانہ کو چھ سو برس گذر گئے تھے اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا اسلیئے تمام دنیا نے اپنی حالت کو خراب کر دیا تھا ہر ایک ملک کی تاریخیں پکار پکار کر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلکہ آپکے ظہور سے پہلے تمام دنیا میں خیالات فاسدہ پھیل گئے تھے ایسا کیوں ہوا تھا اور اسکا کیا سبب تھا یہی تو تھا کہ الہام کا سلسلہ مدتوں تک بند ہو گیا تھا آسمانی سلطنت صرف عقل کے ہاتھ میں تھی پس اس ناقص عقل نے کن کن خرابیوں میں لوگوں کو ڈالا کیا اس سے کوئی ناواقف بھی ہے دیکھو الہام کا پانی جب مدت تک نہ برسا تو تمام عقلوں کا پانی کیسا خشک ہو گیا سو ان قسموں میں یہی قانون قدرت اللہ تعالی پیش کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم غور کر کے دیکھو کہ کیا خدا کا یہہ محکم اور دائمی قانون قدرت نہیں کہ زمین کی تمام سرسبزی کا مدار آسمان کا پانی ہے سو اس پوشیدہ قانون قدرت کے لیے جو الہام الٰہی کا سلسلہ ہے یہ کھلا کھلا قانون قدرت بطور گواہ کے ہے سو اس گواہ سے فائدہ اٹھاؤ اور صرف عقل کو اپنا رہبر مت بناؤ کہ وہ ایسا پانی نہیں ہے جو آسمانی پانی کے سوا موجود رہ سکے جسطرح آسمانی پانی کا یہہ خاصہ ہے کہ خواہ کسی کنوئیں میں اسکا پانی پڑے یا نہ پڑے وہ اپنی ایک طبعی خاصیت سے تمام کنوؤں کے پانی کو اوپر کو چڑھاتا ہے ایسا ہی جب خدا کا ایک الہام یافتہ دنیا میں ظہور فرماتا ہے تو خواہ کوئی عقلمند اسکی پیروی کرے یا نہ کرے مگر اس الہام یافتہ کے زمانہ میں خود عقلوں میں ایسی روشنی اور صفائی آجاتی ہے کہ پہلے اس سے موجود نتھی لوگ خواہ نخواہ حق کی تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور غیب سے ایک حرکت انکی قوۃ متفکرہ میں پیدا ہو جاتی ہے سو یہ تمام عقلی ترقی اور دلی جوش اس الہام یافتہ کے قدم مبارک سے پیدا ہو جاتا ہے اور بالخاصیت زمین کے پانیوں کو اوپر اٹھاتا ہے جب تم دیکھو کہ مذہب کی جستجو میں ہر ایک شخص کھڑا ہو گیا ہے اور زمینی پانی کو کچھ ابال آیا ہے تو اٹھو اور خبردار ہو جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ آسمان سے زور کا مینہ برسا ہے اور کسی دل پر الہامی بارش ہو گئی ہے ۔

پانچواں سوال

یہہ ہے

کہ علم کے ذریعے کیا کیا ہیں

اس سوال کے جواب میں واضح ہو کہ اس بارہ میں جسقدر قرآن شریف نے مبسوط طور پر ذکر فرمایا ہے اس کے ذکر کرنے کی تو اس جگہہ کسیطرح گنجایش نہیں لیکن بطور نمونہ کسیقدر بیان کیا جاتا ہے سوجاننا چاہیے کہ قرآن شریف نے علم کو تین قسم پر قرار دیا ہے۔ علم الیقین۔ عین الیقین۔ حق الیقین۔ جیسا کہ ہم پہلے اس سے سورہ الھکم التکاثر کی تفسیر میں ذکر کر چکے ہیں اور بیان کر چکے ہیں کہ علم الیقین وہ ہے کہ کسی مقصود کا کسی واسطہ کے ذریعہ سے نہ بلاواسطہ پتہ لگایا جائے جیسا کہ ہم دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال کرتے ہیں ہمنے آگ کو دیکھا نہیں مگر دھوئیں کو دیکھا ہے کہ جس سے ہمیں آگ کے وجود پر یقین آیا سو یہہ علم الیقین ہے اور اگر ہمنے آگ کو ہی دیکھ لیا ہے تو یہہ بموجب بیان قرآن شریف یعنی الھکم التکاثر کے علم کے مراتب میں سے عین الیقین کے نام سے موسوم ہے اور اگر ہم اسی آگ میں داخل ہو گئے ہیں تو اس علم کے مرتبہ کا نام قرآن شریف کے بیان کی رو سے حق الیقین ہے سورہ الھکم التکاثر کے اب دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ناظرین اس موقع سے اس تفسیر کو آپ دیکھ لیں اب جاننا چاہیے کہ پہلی قسم کا جو علم ہے یعنے علم الیقین اسکا ذریعہ عقل اور منقولات ہیں اللہ تعالی دوزخیوں سے حکایت کرکے فرماتا ہے قَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ یعنے دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم عقل مند ہوتے اور مذہب اور عقیدہ کو معقول طریقوں سے آزماتے یا کامل عقلمندوں اور محققوں کی تحریروں اور تقریروں کو توجہ سے سنتے تو آج دوزخ میں نہ پڑتے یہ آیت اس دوسری آیت کے موافق ہے جہاں اللہ تعالی فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

اِلَّا وُسْعَهَا یعنے خدا تعالیٰ انسانی نفوس کو انکی وسعت علمی سے زیادہ کسی بات کو قبول کرنے کے لیے تکلیف نہیں دیتا اور وہی عقیدے پیش کرتا ہے جن کا سمجھنا انسان کے حد استعداد میں داخل ہے تا اُسکے حکم تکلیف مالایطاق میں داخل نہ ہوں اور ان آیات کا اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان کانوں کے ذریعہ سے بھی علم الیقین حاصل کرسکتا ہے مثلاً ہمنے لندن تو نہیں دیکھا صرف دیکھنے والوں سے اس شہر کا وجود سنا ہے مگر کیا ہم شک کرسکتے ہیں کہ شاید ان سبنے جھوٹ بولدیا ہوگا یا مثلاً ہمنے عالمگیر بادشاہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ عالمگیر کی شکل دیکھی ہے مگر کیا ہمیں سماعات میں کچھ بھی شبہ ہے کہ عالمگیر چغتائی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا پس ایسا یقین کیوں حاصل ہوا اس کا جواب یہی ہے کہ صرف سماع کے تواتر سے پس اس میں کچھ شک نہیں کہ سماع بھی علم الیقین کے مرتبہ تک پہونچاتا ہے نبیوں کی کتابیں اگر سلسلہ سماع میں کچھ خلل نہ رکھتی ہوں وہ بھی ایک سماعی علم کا ذریعہ ہیں لیکن اگر ایک کتاب آسمانی کتاب کہلا کر تو پھر مثلاً پچاس ساٹھ نسخہ اسکے پائے جائیں اور بعض بعض کے مخالف ہوں تو گو کسی فریق نے یقین بھی کرلیا کہ ان میں سے صرف دو چار صحیح ہیں اور باقی جعلی اور وضعی لیکن محقق کے لیے ایسا یقین جو کسی کامل تحقیقات پر مبنی نہیں بیہودہ ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سب کتابیں اپنے تناقض کی وجہ سے ردی اور ناقابل اعتبار قرار دیجائینگی اور ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایسے متناقض بیانات کو کسی علم کا ذریعہ ٹھیرایا جائے کیونکہ علم کی یہ تعریف ہے کہ ایک یقینی معرفت عطا کرے اور مجموعہ متناقضات میں یقینی معرفت کا پایا جانا ممکن نہیں سمجھنا یاد رہے کہ قرآن شریف صرف سماع کی حد تک محدود نہیں ہے کیونکہ اس میں انسانوں کے سمجھانے کے لیے بڑے بڑے معقول دلائل ہیں اور جسقدر عقاید اور اصول اور احکام اُسنے پیش کیے ان میں سے کوئی بھی ایسا امر نہیں جس میں زبردستی اور تحکم ہو جیسا کہ اس نے خود فرمادیا ہے کہ یہ سب عقاید وغیرہ انسان کی فطرۃ میں پہلے سے منقوش ہیں اور قرآن شریف کا نام ذکر رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے ھٰذَا ذِکْرٌ مُّبَارَکٌ یعنے یہ قرآن بابرکت کوئی نئی چیز نہیں لایا بلکہ جو کچھ انسان کی فطرت اور صحیفۂ قدرت میں بھرا پڑا ہے اس کو یاد دلاتا ہے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنے یہ دین کوئی بات جبر سے منوانا نہیں چاہتا بلکہ ہر ایک بات کے دلائل پیش کرتا ہے ماسوا اسکے قرآن میں دلوں کو روشن کرنے کے لیے ایک روحانی خاصیت بھی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ یعنے قرآن اپنی خاصیت سے تمام بیماریوں کو دور کرتا ہے اسلیئے اسکو منقولی کتاب نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے معقول دلائل

اپنے ساتھ رکھتا ہے اور ایک چمکتا ہوا نور اس میں پایا جاتا ہے ایسا ہی عقلی دلائل جو صحیح مقدمات سے مستنبط ہوئی ہوں بلاشبہ علم الیقین تک پہونچاتے ہیں اسی کی طرف اللہ جل شانہ آیات مندرجہ ذیل میں اشارہ فرماتا ہے جیساکہ وہ کہتا ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یعنے جب دانشمند اور اہل عقل انسان زمین اور آسمان کے اجرام کی بناوٹ میں غور کرتے اور رات دن کی کمی بیشی کے موجبات اور علل کو نظر عمیق سے دیکھتے ہیں انہیں اس نظام پر نظر ڈالنے سے خدا تعالی کے وجود پر دلیل ملتی ہے پس وہ زیادہ انکشاف کے لیے خدا سے مدد چاہتے ہیں اور اسکو کھڑے ہوکر اور بیٹھکر اور کروٹ پر لیٹ کر یاد کرتے ہیں جس سے انکی عقلیں بہت صاف ہو جاتی ہیں پس جب وہ ان عقلوں کے ذریعہ سے اجرام فلکی اور زمین کی بناوٹ احسن اور اولی میں فکر کرتے ہیں تو بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ ایسا نظام ابلغ اور محکم ہرگز باطل اور بے سود نہیں بلکہ صانع حقیقی کا چہرہ دکھلا رہا ہے پس وہ الوہیت صانع عالم کا اقرار کرکے یہ مناجات کرتے ہیں کہ یا الہی تو اس سے پاک ہے کہ کوئی تیرے وجود سے انکار کرکے نالائق صفتوں سے تجھے موصوف کرے سو تو ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا یعنے تجھ سے انکار کرنا عین دوزخ ہے اور تمام آرام اور راحت تجھ میں اور تیری شناخت میں ہے جو شخص کہ تیری سچی شناخت سے محروم رہا وہ درحقیقت اسی دنیا میں آگ میں ہے۔

ایسا ہی ایک علم کا ذریعہ انسانی کانشنس بھی ہے جسکا نام خدا کی کتاب میں انسانی فطرت رکھا ہے جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا یعنے خدا کی فطرت جسپر لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔ اور وہ نقش فطرت کیا ہے یہی کہ خدا کو واحد لاشریک خالق الکل مرنے اور پیدا ہونے سے پاک سمجھنا اور ہم کانشنس کو علم الیقین کے مرتبہ پر اسلیے کہتے ہیں کہ گو بظاہر اس میں ایک علم سے دوسرے علم کی طرف انتقال نہیں پایا جاتا جیساکہ دھوئیں کے علم سے آگ کے علم کی طرف انتقال پایا جاتا ہے لیکن ایک قسم کے نازک انتقال سے یہ مرتبہ خالی نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک چیز میں خدا نے ایک نامعلوم خاصیت رکھی ہے جو بیان اور تقریر میں نہیں آسکتی لیکن اسچیز پر نظر ڈالنے اور اسکا تصور کرنے سے بلاتوقف اس خاصیت کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے غرض وہ خاصیت اس وجود کو ایسی لازم پڑی ہوتی ہے جیساکہ آگ کو دھواں لازم ہے مثلاً جب ہم خدا تعالی کی ذات کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ کیسی ہونی چاہیے۔ آیا خدا ایسا

ہونا چاہیے کہ ہماری طرح پیدا ہو اور ہماری طرح دکھ اٹھاوے اور ہماری طرح مرے تو معًا اس تصور سے ہمارا دل دُکھتا اور کانشنس کانپتا ہے اور اس قدر جوش دکھلاتا ہے کہ گویا اس خیال کو دھکّے دیتا ہے اور بول اٹھتا ہے کہ وہ خدا جس کی طاقتوں پر تمام امیدوں کا مدار ہے وہ تمام نقصانوں سے پاک اور کامل اور قوی چاہیے اور جب ہی کہ خدا کا خیال ہمارے دل میں آتا ہے معًا توحید اور خدا میں دھوئیں اور آگ کی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ ملازمت تامہ کا احساس ہوتا ہے لہٰذا جو علم ہمیں ہماری کانشنس کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے وہ علم الیقین کے مرتبہ میں داخل ہے لیکن اس پر ایک اور مرتبہ ہے جو عین الیقین کہلاتا ہے اور اس مرتبہ سے وہ طور کا علم مراد ہے کہ جب ہمارے یقین اور اس چیز میں جس پر کسی نوع کا یقین کیا گیا ہے کوئی درمیانی واسطہ نہ ہو مثلاً جب ہم قوت شامہ کے ذریعہ سے ایک خوشبو یا بدبو کو معلوم کرتے ہیں اور یا ہم قوت ذائقہ کے ذریعہ سے شیرین یا نمکین پر اطلاع پاتے ہیں یا قوت حاسہ کے ذریعہ سے گرم یا سرد کو معلوم کر لیتے ہیں تو یہ تمام معلومات ہماری عین الیقین کی قسم میں داخل ہیں مگر عالم ثانی کے بارے میں ہمارا علم الہیات تب عین الیقین کی حد تک پہونچتا ہے کہ جب خود بلا واسطہ ہم الہام پاویں خدا کی آواز کو اپنے کانوں سے سنیں اور خدا کے صاف اور صحیح کشفوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں ہم بیشک کامل معرفت کے حاصل کرنے کے لیے بلا واسطہ الہام کے محتاج ہیں اور اس کامل معرفت کے ہم اپنے دل میں بھوکھ اور پیاس بھی پاتے ہیں اگر خدا تعالےٰ نے ہمارے لیے پہلے سے اس معرفت کا سامان میسر نہیں کیا تو یہ پیاس اور بھوکھ ہمیں کیوں لگا دی ہے کیا ہم اس زندگی میں جو ہمارے آخرت کے ذخیرہ کے لیے یہی ایک پیمانہ ہے اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم اُس سچے اور کامل اور قادر اور زندہ خدا پر صرف قصوں اور کہانیوں کے رنگ میں ایمان لاویں یا محض عقلی معرفت پر کفایت کریں جو ابتک ناقص اور ناتمام معرفت ہے کیا خدا کے سچے عاشقوں اور حقیقی دل دادوں کا دل نہیں چاہتا کہ اس محبوب کے کلام سے لذت حاصل کریں کیا جنہوں نے خدا کے لیے تمام دنیا کو برباد کیا دلکو دیا جان کو دیا وہ اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ صرف ایک دھندلی سی روشنی میں کھڑے رہکر مرتے رہیں اور اُس آفتاب صداقت کا منہ نہ دیکھیں کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اس زندہ خدا کا انا الموجود کہنا وہ معرفت کا مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اگر دنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور ایک طرف انا الموجود خدا کا کہنا تو اسکے مقابل وہ تمام دفتر ہیچ ہیں جو فلاسفر کہلا کر آپ اندھے رہے وہ ہمیں کیا سکھائینگے غرض اگر خدا تعالیٰ نے حق کے طالبوں کو کامل معرفت

دینے کا ارادہ فرمایا ہے تو ضرور اس نے اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا طریق کھلا رکھا ہے اس بارے میں اللہ جلشانہ قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنے اے خدا ہمیں وہ استقامت کی راہ بتلا جو راہ اُن لوگوں کی ہے جنپر تیرا انعام ہوا ہے اسجگہہ انعام سے مراد الہام اور کشف وغیرہ آسمانی علوم ہیں جو انسان کو براہ راست ملتے ہیں ایسا ہی ایک دوسری جگہہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ یعنے جو لوگ خدا پر ایمان لاکر پوری پوری استقامت اختیار کرتے ہیں اُنپر خدا تعالی کے فرشتے اُترتے ہیں اور یہہ الہام اُنکو کرتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو تمہارے لیے وہ بہشت ہے جسکے بارے میں تمہیں وعدہ دیا گیا ہے سو اس آیت میں بھی صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ خدا تعالی کے نیک بندے غم اور خوف کیوقت خدا سے الہام پاتے ہیں اور فرشتے اتر کر انکی تسلی کرتے ہیں اور پھر ایک اور آیت میں فرمایا ہے لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ یعنے خدا کے دوستوں کو الہام اور خدا کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس دنیا میں خوشخبری ملتی ہے اور آیندہ زندگی میں بھی ملے گی لیکن اس جگہہ یاد رہے کہ الہام کے لفظ سے اس جگہہ یہ مراد نہیں ہے کہ سوچ اور فکر کی کوئی بات دل میں پڑ جائے جیسا کہ جب شاعر شعر کے بنانے میں کوشش کرتا ہے یا ایک مصرع بناکر دوسرا سوچتا رہتا ہے تو دوسرا مصرع دل میں پڑتا ہے سو یہ دل میں پڑجانا الہام نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے قانون قدرت کی موافق اپنے فکر اور سوچ کا ایک نتیجہ ہے جو شخص اچھی باتیں سوچتا ہے یا بری باتوں کے لیے فکر کرتا ہے اسکی تلاش کے موافق کوئی بات ضرور اسکے دل میں پڑجاتی ہے۔ ایک شخص مثلاً نیک اور راستباز آدمی ہے جو سچائی کی حمایت میں چند شعر بناتا ہے اور دوسرا شخص جو ایک گندہ اور پلید آدمی ہے اپنے شعروں میں جھوٹ کی حمایت کرتا ہے اور راستبازوں کو گالیاں نکالتا ہے تو بلاشبہ یہہ دونو کچھ نہ کچھ شعر بنالیں گے بلکہ کچھ تعجب نہیں کہ وہ راستبازوں کا دشمن جو جھوٹ کی حمایت کرتا ہے بباعث دائمی مشق کے اسکا شعر عمدہ ہو سو اگر صرف دل میں پڑجانیکا نام الہام ہے تو پھر ایک بدمعاش شاعر جو راستبازی اور راستبازوں کا دشمن اور ہمیشہ حق کی مخالفت کے لیے قلم اوٹھاتا اور افتراؤں سے کام لیتا ہے خدا کا ملہم کہلائیگا دنیا میں ناولوں وغیرہ میں جادو بیانیاں پائی جاتی ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ اسطرح سراسر باطل مگر مسلسل مضمون لوگوں کے دلوں میں پڑتے ہیں پس کیا ہم ان کو الہام کہہ

سکتے ہیں بلکہ اگر الہام صرف لبین بعض باتیں پڑنے کا نام ہے تو ایک چور بھی ملہم کہلا سکتا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات فکر کر کے اچھے اچھے طریق نقب زنی کے نکال لیتا ہے اور عمدہ عمدہ تدبیریں ڈاکہ مارنے اور خون ناحق کرنے کی اسکے دل میں گذر جاتی ہیں تو کیا لائق ہے کہ ہم ان تمام ناپاک طریقوں کا نام الہام رکھ دیں ہرگز نہیں بلکہ یہہ اُن لوگوں کا خیال ہے جنکو اب تک اس سچے خدا کی خبر نہیں جو آپ خاص مکالمہ سے دلوں کو تسلی دیتا اور ناواقفوں کو روحانی علوم سے معرفت بخشتا ہے الہام کیا چیز ہے وہ پاک اور قادر خدا کا ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھہ یا اس کے ساتھہ جسکو برگزیدہ کرنا چاہتا ہے ایک **زندہ اور باقدرت کلام کے ساتھہ مکالمہ اور مخاطبہ** ہے سو جب یہ مکالمہ اور مخاطبہ کافی اور تسلی بخش سلسلہ کے ساتھہ شروع ہو جائے اور اس میں خیالات فاسدہ کی تاریکی نہ ہو اور نہ غیر مکتفی اور چند بے سروپا لفظ ہوں اور کلام لذیذ اور پُرحکمت اور پُر شوکت ہو تو وہ خدا کا کلام ہے جس سے وہ اپنے بندہ کو تسلی دینا چاہتا ہے اور اپنے تئیں اسپر ظاہر کرتا ہے ہاں کبھی ایک کلام محض امتحان کے طور پر ہوتا ہے اور پورا اور بابرکت سامان ساتھہ نہیں رکھتا اس میں خدا تعالیٰ کے بندہ کو اسکی ابتدائی حالت میں آزمایا جاتا ہے تا وہ ایک ذرہ الہام کا مزہ چکھہ کر پھر واقعی طور پر اپنا حال دقال سچے ملہموں کی طرح بناوے یا ٹھوکر کھاوے پس اگر وہ حقیقی راستبازی صدیقوں کی طرح اختیار نہیں کرتا تو اس نعمت کے کمال سے محروم رہجاتا ہے اور صرف بیہودہ لاف زنی اسکے ہاتھہ میں ہوتی ہے۔ کروڑہا نیک بندوں کو الہام ہوتا رہا ہے مگر انکا مرتبہ خدا کے نزدیک ایک درجہ کا نہیں بلکہ خدا کے پاک نبی جو پہلے درجہ پر کمال صفائی سے خدا کا الہام پانے والے ہیں وہ بھی مرتبہ میں برابر نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یعنے بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ الہام محض فضل ہے اور فضیلت کے وجود میں اسکو دخل نہیں بلکہ فضیلت اس صدق اور اخلاص اور وفاداری کے قدر پر ہے جسکو خدا جانتا ہے ہاں الہام بھی اگر اپنی بابرکت شرائط کے ساتھہ ہو تو وہ بھی ان کا ایک پھل ہے اس میں کچھہ شک نہیں کہ اگر اس رنگ میں الہام ہو کہ بندہ سوال کرتا ہے اور خدا اسکا جواب دیتا ہے اسیطرح ایک ترتیب کے ساتھہ سوال وجواب ہو اور الٰہی شوکت اور نور الہام میں پایا جاوے اور علوم غیب یا معارف صحیحہ پر مشتمل ہو تو وہ خدا کا الہام ہے خدا کے الہام میں یہ ضروری ہے کہ جس طرح ایک دوست دوسرے دوست سے ملکر باہم ہم کلام ہوتا ہے اسیطرح رب اور اسکے بندہ میں ہم کلامی واقعہ ہو اور جب یہہ کسی امر میں سوال کرے تو اسکے جواب میں ایک کلام لذیذ فصیح خدا تعالیٰ کی طرف سے سنے جس

میں اپنے نفس اور فکر اور غور کا کچھ بھی دخل نہ ہو اور وہ مکالمہ اور مخاطبہ اسکے لیے موہبت ہو جائے تو وہ خدا
کا کلام ہے اور ایسا بندہ خدا کی جناب میں عزیز ہے مگر یہہ درجہ کہ الہام بطور موہبت ہو اور زندہ اور پاک
الہام کا سلسلہ ایسے بندہ سے خدا کا حاصل ہو اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھہ ہو کسیکو نہیں ملتا بجز انلوگوں
کے جو ایمان اور اخلاص اور اعمال صالح میں ترقی کریں اور نیز اس چیز میں جسکو ہم بیان نہیں کر سکتے سچا اور
پاک الہام الوہیت کے بڑے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے بارہا ایک نہایت چمکدار نور پیدا ہوتا ہے اور ساتھہ
اسکے پر شوکت اور ایک چمکدار الہام آتا ہے اس سے بڑھکر اور کیا ہوگا کہ ملہم اس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین
و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے مگر اس ہمارے بیان
میں انسان کی وہ حالت داخل نہیں ہے جو کسیکی زبان پر بے ٹھکانہ کوئی لفظ یا فقرہ یا شعر جاری ہو اور ساتھ
اسکے کوئی مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو بلکہ ایسا شخص خدا کے امتحان میں گرفتار ہے کیونکہ خدا اس طریق سے بھی
سست اور غافل بندوں کو آزماتا ہے کہ کبھی کوئی فقرہ یا عبارت کسی کے دل پر یا زبان پر جاری کی جاتی
ہے اور وہ شخص اندھے کی طرح ہوجاتا ہے نہیں جانتا کہ وہ عبارت کہاں سے آئی خدا سے یا شیطان سے
سو ایسے فقرات سے استغفار لازم ہے لیکن اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع
ہو جائے اور مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن لذیذ پُر معنے پُر حکمت پوری شوکت کے ساتھہ اسکو
سنائی دے اور کم سے کم بارہا اسکو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ
سوال و جواب ہوا ہو اس نے سوال کیا خدا نے جواب دیا پھر اسیوقت عین بیداری میں اس نے کوئی اور عرض
کی خدا نے اسکا بھی جواب دیا پھر گذارش عاجزانہ کی خدا نے اسکا بھی جواب عطا فرمایا ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں
اور اسمیں باتیں ہوتی رہیں اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اسکی دعائیں منظور کی ہوں عمدہ عمدہ معارف
پر اسکو اطلاع دی ہو آنے والے واقعات کی اسکو خبر دی ہو اور اپنے پرمعنے مکالمہ سے بار بار کے سوال
و جواب میں اسکو مشرف کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالے کا بہت شکر کرنا چاہیے اور سب سے زیادہ خدا کی راہ
میں فدا ہونا چاہیے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اسکو اپنے تمام بندوں میں سے چن لیا اور ان صدیقوں
کا اسکو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں یہہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات
ہے جسکو ملی اسکے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے اس مرتبہ اور اس مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے
ہیں اور اب بھی اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہوکر اس سے باتیں کرتا اور اسکے اندر بولتا ہے

وہ اسکے دل میں اپنا تخت بناتا اور اسکے اندر سے اُسے آسمان کی طرف کھینچتا ہے اور اسکو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتا ہوتا کہاں تک پہنچ جاتا ہے وہ آپ تو قدم نہیں اٹھاتے اور جو قدم اٹھائے تو یا تو اسکو کافر ٹھیرایا جاتا ہے اور یا اسکو معبود ٹھہرا کر خدا کی جگہ دیجاتی ہے یہ دونو ظلم ہیں ایک افراط سے ایک تفریط سے پیدا ہوا مگر عقلمند کو چاہیے کہ وہ کم ہمت نہ ہو اور اس مقام اور اس مرتبہ کا انکاری نہ ہے اور نہ صاحب اس مرتبہ کی کسر شان کرے اور نہ اسکی پوجا شروع کرے اس مرتبہ پر خدا تعالیٰ وہ تعلقات اس بندہ سے ظاہر کرتا ہے کہ گویا اپنی الوہیت کی چادر اسپر ڈالدیتا ہے اور ایسا شخص خدا کے دیکھنے کا آئینہ بنجاتا ہے یہی بھید ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا غرض یہ بندوں کے لیے انتہائی تنبیہ ہے اور اسپر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور پوری تسلی ملتی ہے میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اسوقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جسکی میں نے یہ تعریفیں کیں ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جسکے مینے اسوقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈھنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اُس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جسکا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانیوالے تھوڑے ہیں میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جسکے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا کاش جو مینے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو مینے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اُتارنیوالا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برترہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جسکا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں جسکی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اٹھے اور تلاش کرے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں مگر یہ راہ کس طریق سے کُھلے گی اور حجاب کس دوا سے اوٹھیگا میں سب طالبوں کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف اسلام ہی ہے جو اس راہ کی خوشخبری دیتا ہے اور دوسری قومیں تو خدا کے الہام پر مدت سے مُہر لگا چکی ہیں سو یقینا سمجھو کہ یہ خدا کی طرف سے مُہر

نہیں بلکہ محرومی کی وجہ سے انسان ایک حیلہ پیدا کر لیتا ہے اور یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسیطرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں۔

میں جوان تھا اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کوئی نہ پایا جس نے بغیر اس پاک چشمہ کے اس کھلی کھلی معرفت کا پیالہ پیا ہو۔

اے عزیزو! اے پیارو! کوئی انسان خدا کے ارادوں میں اس سے لڑائی نہیں کر سکتا یقیناً سمجھو کہ کامل علم کا ذریعہ خدا تعالے کا الہام ہے جو خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو ملا پھر بعد اسکے اس خدا نے جو دریائے فیض ہے یہ ہرگز نہ چاہا کہ آیندہ اس الہام کو مہر لگا دے اور اسطرح سے دنیا کو تباہ کرے بلکہ اسکے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ کے ہمیشہ دروازے کھلے ہیں۔ ہاں انکو انکی راہوں سے ڈھونڈو تب وہ آسانی سے تمہیں ملینگے وہ زندگی کا پانی آسمان سے آیا اور اپنے مناسب مقام پر ٹھیرا اب تمہیں کیا کرنا چاہیئے تا تم اس پانی کو پی سکو یہی کرنا چاہیئے کہ افتان و خیزاں اس چشمہ تک پہنچو پھر اپنا منہ اس چشمہ کے آگے رکھدو تا اس زندگی کے پانی سے سیراب ہو جاؤ انسان کی تمام سعادت اسی میں ہے کہ جہاں اس روشنی کا پتہ ملے اسیطرف دوڑے اور جہاں اس گمگشتہ دوست کا نشان پیدا ہو اسی راہ کو اختیار کرے دیکھتے ہو کہ ہمیشہ آسمان سے روشنی اترتی اور زمین پر پڑتی ہے اسیطرح ہدایت کا سچا نور آسمان سے ہی اترتا ہے انسان کی اپنی ہی باتیں اور اپنی ہی اٹکلیں سچا گیان اسکو بخش نہیں سکتیں کیا تم خدا کو بغیر خدا کی تجلی کے پا سکتے ہو کیا تم بغیر اس آسمانی روشنی کے اندھیرے میں دیکھ سکتے ہو اگر دیکھ سکتے ہو تو شاید اس جگہ بھی دیکھ لو مگر ہماری آنکھیں گو بینا ہوں تاہم آسمانی روشنی کی محتاج ہیں اور ہمارے کان گو شنوا ہوں تاہم اس ہوا کے حاجتمند ہیں جو خدا کی طرف سے چلتی ہے وہ خدا سچا خدا نہیں ہے جو خاموش ہے اور سارا مدار ہماری اٹکلوں پر ہے بلکہ کامل اور زندہ خدا وہ ہے جو اپنے وجود کا آپ پتہ دیتا رہا ہے اور اب بھی اس نے یہی چاہا ہے کہ آپ اپنے وجود کا پتہ دیوے آسمانی کھڑکیاں کھلنے کو ہیں عنقریب صبح صادق ہونیوالی ہے مبارک وہ جو اٹھ بیٹھیں اور اب سچے خدا کو ڈھونڈیں وہی خدا جس پر کوئی گردش اور مصیبت نہیں آتی جسکے جلال کی چمک پر کبھی حادثہ نہیں پڑتا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے خدا ہی ہے جو ہر دم آسمان کا نور اور

زمین کا نور ہے اُسی سے ہر ایک جگہ روشنی پڑتی ہے آفتاب کا وہی آفتاب ہے زمین کے تمام جانداروں کی وہی جان ہے سچا زندہ خدا وہی ہے مبارک وہ جو اسکو قبول کرے۔

تیسرا علم کا ذریعہ وہ امور ہیں جو حق الیقین کے مرتبہ پر ہیں اور وہ تمام شدائد اور مصائب اور تکالیف ہیں جو خدا کے نبیوں اور راستبازوں کو مخالفوں کے ہاتھ سے یا آسمانی قضا و قدر سے پہونچتی ہیں اور اس قسم کے دکھوں اور تکلیفوں سے وہ تمام شرعی ہدایتیں جو محض علمی طور پر انسان کے دل میں تھیں آب پر وارد ہوکر عملی رنگ میں آجاتی ہیں اور پھر عمل کی زمین سے نشو و نما پاکر کمال تام کر پہونچ جاتی ہیں اور عمل کرنیوالوں کا اپنا ہی وجود ایک نسخہ مکمل خدا کی ہدایتوں کا ہوجاتا ہے اور وہ تمام اخلاق عفو اور انتقام اور صبر اور رحم وغیرہ جو صرف دماغ اور دل میں بھرے ہوئے تھے اب تمام اعضا کو عملی نزاولت کی برکت سے اُن سے حصہ ملتا ہے اور وہ تمام جسم پر وارد ہو کر اپنے نقش و نگار سے اسپر جما دیتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ط أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۔ لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ط وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ یعنے ہم تمہیں خوف اور فاقہ اور مال کے نقصان اور جان کے نقصان اور کوشش کے ضائع جانے اور اولاد کے فوت ہونے سے آزمائیں گے یعنے یہ تمام تکلیفیں قضاء و قدر کے طور پر یا دشمن کے ہاتھ سے تمہیں پہونچیگی سو اُن لوگوں کو خوشخبری ہو جو مصیبت کے وقت صرف یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے ہیں اور خدا کی طرف رجوع کریں گے ان لوگوں پر خدا کا درود اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے کمال تک پہونچ گئے ہیں یعنے محض اس علم میں کچھ شرف اور بزرگی نہیں جو صرف دماغ اور دل میں بھرا ہوا ہو بلکہ حقیقت میں علم وہ ہے کہ دماغ سے اُتر کر تمام اعضا اس سے متادب اور رنگین ہوجائیں اور حافظہ کی یادداشتیں عملی رنگ میں دکھائی دیں سو علم کے مستحکم کرنے اور اسکے ترقی دینے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کہ عملی طور پر اسکی نقوش اپنے اعضا میں جمالیں کوئی ادنیٰ علم بھی عملی نزاولت کی بغیر اپنے کمال کو نہیں پہونچتا مثلاً مدت دراز سے ہماری علم میں یہ بات ہے کہ روٹی پکانا نہایت ہی سہل بات ہے اور اس میں کوئی زیادہ باریکی نہیں صرف اتنا ہے کہ آٹا گوندہ کر اور بقدر ایک ایک روٹی کے اس آٹے کے پیڑے

بنا دیں اور ان کو دونوں ہاتھوں کے باہم ملانے سے چوڑے کر کے توے پر ڈالدیں اور ادہر ادہر پھیر کر اور آگ پر سینک کر رکھ لیں روٹی پک جائیگی یہ تو ہماری صرف علمی لاف و گزاف ہے لیکن جب ہم نا تجربہ کاری کی حالت میں پکانے لگیں گے تو اول تو ہم پر یہی مصیبت پڑیگی کہ آٹے کو اسکے مناسب قوام پر نہ رکھ سکیں ملکہ یا تو تہر سار ہے گا اور یا پتلا ہو کر گلگلوں کے لائق ہو جائیگا اور اگر مر کر اور تھک تھار کر گوندہ بھی لیں تو روٹی کا یہ حال ہوگا کہ کچھ جلے گی اور کچھ کچی رہے گی بیچ میں ٹھیا رہے گی اور کئی طرف سے کان نکلے ہوئے ہونگے حالانکہ پچاس برس تک ہم پکتی ہوئی دیکھتے رہے غرض مجرد علم کی شامت سے جو عملی مشق کے نیچے نہیں آیا کئی سیر آٹے کا نقصان کرینگے پھر جبکہ ادنے ادنے سے بات میں ہمارے علم کا یہ حال ہے تو بڑے بڑے امور میں بجز عملی مزاولت اور مشق کے صرف علم پر کیونکر بھروسہ رکھیں سو خدا تعالی ان آیتوں میں یہ سکھاتا ہے کہ جو مصیبتیں میں تم پر ڈالتا ہوں وہ بھی علم اور تجربہ کا ذریعہ ہیں یعنے اُن سے تمہارا علم کامل ہوتا ہے اور پھر آگے فرماتا ہے کہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں بھی آزمائے جاؤگے لوگ تمہارے مال لوٹیں گے تمہیں قتل کریں گے اور تم یہودیوں اور عیسائیوں اور مشرکوں کے ہاتھ سے بہت ہی ستائے جاؤ گے وہ بہتسی ایذا کی باتیں تمہارے حق میں کہیں گے پس اگر تم صبر کروگے اور بیجا باتوں سے بچوگے تو یہ ہمت اور بہادری کا کام ہوگا ۔ ان تمام آیات کا منشا یہ ہے کہ بابرکت علم وہی ہوتا ہے جو عمل کے مرتبہ میں اپنی چمک دکھاوے اور منحوس علم وہ ہے جو صرف علم کی حد تک رہے کبھی عمل تک نوبت نہ پہونچے ۔

جاننا چاہیے کہ جس طرح مال تجارت سے بڑہتا اور پہولتا ہے ایسا ہی علم عملی مزاولت سے اپنے روحانی کمال کو پہونچتا ہے ۔ سو علم کو کمال تک پہونچانے کا بڑا ذریعہ عملی مزاولت ہے مزاولت سے علم میں نور آجاتا ہے اور یہ بھی سمجھو کہ علم کا حق الیقین کے مرتبہ تک پہونچنا اور کیا ہوتا ہے یہی تو ہے کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اسکا آزمایا جائے چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا جو کچھ خدا تعالے نے قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھایا اُنکو یہ موقع دیا کہ عملی طور پر اس تعلیم کو چمکا دیں اور اسکے نور سے پر ہو جاویں اسی غرض سے خدا تعالی نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح کو دو حصہ پر منقسم کر دیا ایک حصہ دکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار

کے ثابت نہیں ہوتے سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دو زمانوں اور دو حالتوں کے وارد ہونیکی وجہ سے ثابت ہو گئے چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا اس زمانہ کی سوانح پڑہنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکہلانے چاہئیں یعنے خدا پر توکل رکہنا اور جزع فزع سے کنارہ کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکہلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکہکر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جبتک کسی کا پورا بہروسا خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکہوں کے برداشت نہیں کر سکتا۔

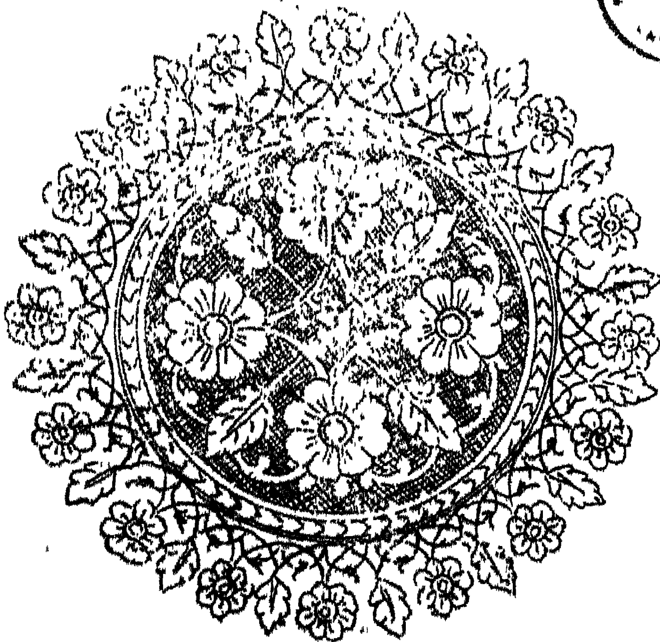
اور پہر جب دوسرا زمانہ آیا یعنے فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلے اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتہ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہیں اخلاق کو دیکہکر ایمان لایا دکہ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا انکے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پاکر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخشدیا چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپکے اخلاق کو دیکہکر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکہا نہیں سکتا یہی وجہ ہے کہ آپکے دشمنوں کے پرانے کینے یک لخت دور ہوگئے آپکا بڑا بہاری خلق جسکو آپنے ثابت کرکے دکہلا دیا وہ خلق تہا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہہ ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے ان کو کہدے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنے اسکا جلال ظاہر کرنے کے لیے اور نیز اسکے بندوں کے آرام دینے کے لیے ہے تا میرے مرنے سے انکو زندگی حاصل ہو اسجگہہ جو خدا کی راہ میں اور بندوں کی بہلائی کے لیے مرنیکا ذکر کیا گیا ہے اس سے کوئی یہہ خیال نہ کرے کہ آپنے نعوذ باللہ جاہلوں یا دیوانوں کی طرح درحقیقت خودکشی کا ارادہ کر لیا تہا اس وہم سے کہ اپنے تئیں کسی آلہ قتل کے ذریعہ ہلاک کر دینا اوروں کو فائدہ پہونچائیگا بلکہ آپ ان بیہودہ باتوں کے سخت مخالف تہے اور قرآن ایسی خودکشی کے مرتکب کو سخت مجرم اور قابل سزا ٹہیراتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ یعنے خودکشی نہ کرو اور اپنے ہاتہوں سے اپنی موت کے باعث نہ ٹہیرو اور یہہ ظاہر ہے کہ اگر مثلاً خالد کے پیٹ میں درد ہو اور زید اسپر رحم کرکے اپنا سر پہوڑ لے تو زید نے خالد کے حق میں کوئی نیکی کا کام نہیں کیا

بلکہ اپنے سر کو احمقانہ حرکت سے ناحق پھوڑ اسکا کام نہیں تھا کہ جب زید خالد کی خدمت میں مناسب اور مفید طریقوں کے ساتھ سرگرم رہتا اور اسکے لیے عمدہ دوائیں
میسر کرتا اور طبابت کے قواعد کے موافق اسکا علاج کرتا مگر اسکے سر کے پھوڑنے سے زید کو تو کوئی فائدہ نہ پہونچا ناحق اسنے اپنے وجود کی ایک شریف عضو کو دکھ
پہونچایا غرض اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع کی رہائی کے لیے جان کو وقف کر دیا تھا
اور دعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور انکے جور و جفا اٹھانیکے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ
میں فدا کر دیا تھا جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ کیا تو
اس غم اور اس سخت محنت میں جو لوگوں کے لیے اٹھا رہا ہے اپنے تئیں ہلاک کر دیگا اور کیا ان لوگوں کے لیے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو حسرتیں کھا کھا کر
اپنی جان دیگا سو قوم کی راہ میں جان دینے کا حکیمانہ طریق یہی ہے کہ قوم کی بھلائی کے لیے قانون قدرت کے مفید راہوں کے موافق
اپنی جان پر سختی اٹھاویں اور مناسب تدبیروں کے بجالانے سے اپنی جان ان پر فدا کر دیں نہ یہ کہ قوم کو سخت بلا یا گمراہی میں دیکھکر اور
خطرناک حالت میں پا کر اپنے سر پر پتھر مار لیں یا دو تین رتی اسٹرکنیا کھا کر اس جہان سے رخصت ہو جائیں اور پھر گمان کریں کہ ہمنے
اپنی اس حرکت بیجا سے قوم کو نجات دیدی ہے یہ مردوں کا کام نہیں ہے زنانہ خصلتیں ہیں اور بے حوصلہ لوگوں کا ہمیشہ سے یہی طریق ہے
کہ مصیبت کو قابل برداشت نہ پا کر جھٹ پٹ خودکشی کی طرف دوڑتے ہیں ایسی خودکشی کی گو بعد میں کتنی ہی تاویلیں کی جائیں مگر یہ حرکت بلاشبہ
عقل اور عقلمندوں کا ننگ ہے مگر ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا صبر اور دشمن کا مقابلہ نہ کرنا معتبر نہیں ہے جسکو انتقام کا موقعہ ہی نہ ملا
کیونکہ کیا معلوم ہے کہ اگر وہ انتقام پر قدرت پاتا تو کیا کچھ کرتا جب تک انسان پر وہ زمانہ نہ آوے جو ایک مصیبتوں کا زمانہ
اور ایک مقدرت اور حکومت اور ثروت کا زمانہ ہو اس وقت تک اسکے سچے اخلاق ہرگز ظاہر نہیں ہو سکتے صاف ظاہر ہے کہ جو
شخص صرف کمزوری اور ناداری اور بے اقتداری کی حالت میں لوگوں کی ماریں کھاتا مر جاوے اور اقتدار اور حکومت اور ثروت
کا زمانہ نہ پاوے اسکے اخلاق میں سے کچھ بھی ثابت نہ ہوگا اور اگر کسی میدان جنگ میں حاضر نہیں ہوا تو یہ بھی ثابت نہیں ہوگا
کہ وہ دل کا بہادر تھا یا بزدل ہوگا اسکے اخلاق کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہم نہیں جانتے ہمیں کیا معلوم ہے کہ اگر وہ اپنے دشمنوں پر
قدرت پاتا تو انسے کیا سلوک بجا لاتا اور اگر وہ دولتمند ہو جاتا تو اس دولت کو جمع کرتا یا لوگوں کو دیتا اور اگر وہ کسی میدان جنگ
میں آتا تو دم دبا کر بھاگ جاتا یا بہادروں کی طرح ہاتھ دکھاتا مگر خدا کی عنایت اور فضل نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اخلاق
کے ظاہر کرنیکا موقعہ دیا چنانچہ سخاوت اور شجاعت اور حلم اور عفو اور عدل اپنے اپنے موقعہ پر ایسے کمال سے ظہور میں آئے کہ صفحہ دنیا میں اسکی نظیر
ڈھونڈھنا لاحاصل ہے آپنے دونوں زمانوں ضعف اور قدرت اور ناداری اور ثروت میں تمام جہان کو دکھلا دیا کہ وہ ذات پاک کس اعلیٰ
درجہ کے اخلاق کے جامع تھے اور کوئی انسانی خلق اخلاق فاضلہ میں سے ایسا نہیں ہے جو اس کے ظاہر ہونے کے لیے
آپ کو خدا تعالیٰ نے ایک موقعہ نہ دیا شجاعت - سخاوت - استقلال - عفو - حلم - وغیرہ

وغیرہ تمام اخلاق فاضلہ ایسے طور پر ثابت ہو گئے کہ دنیا میں اسکی نظیر کا تلاش کرنا طلب محال ہے ہاں یہہ
سچ ہے کہ مسلمانوں نے ظلم کو انتہا تک پہونچا دیا اور اسلام کو نابود کرنا چاہا خدا نے ان کو بھی بے سزا نہیں
چھوڑا انکو انکی بیجا سزا چھوڑنا گویا راستبازوں کو ان کے پیروں کے نیچے ہلاک کرنا تھا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی لڑائیوں کی ہرگز یہ غرض نہ تھی کہ خواہ نخواہ لوگوں کو قتل کیا جاوے وہ اپنے باپ دادا کے ملک سے نکالے
گئے تھے اور بہت سے مسلمان مرد اور عورتیں بے گناہ شہید کیے گئے تھے اور ابھی ظالم ظلم سے باز نہیں آتے
تھے اور اسلام کی تعلیم کو روکتے تھے لہذا خدا کے قانون حفاظت نے یہہ چاہا کہ مظلوموں کو بالکل نابود
ہونے سے بچا لے سو جنہوں نے تلوار اٹھائی تھی اُنہیں کے ساتھ تلوار کا مقابلہ ہوا غرض قتل کرنے
والوں کا فتنہ فرو کرنے کے لیے بطور مدافعت شر کے وہ لڑائیاں تھیں اور اسوقت ہوئیں جبکہ ظالم
طبع لوگ اہل حق کو نابود کرنا چاہتے تھے اس حالت میں اگر اسلام اس حفاظت خود اختیاری کو عمل میں
نہ لاتا تو ہزاروں بچے اور عورتیں بے گناہ قتل ہو کر آخر اسلام نابود ہو جاتا یاد رہے کہ ہمارے مخالفین کی یہ
بڑی زبردستی ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ الہامی ہدایت ایسی ہونی چاہیے جسکے کسی مقام اور کسی محل
میں دشمنوں کے مقابلہ کی تعلیم نہ ہو اور ہمیشہ حلم اور نرمی کے پیرایہ میں اپنی محبت اور رحمت کو ظاہر کرے
ایسے لوگ اپنی دانست میں خدائے عزوجل کی بڑی تعظیم کر رہے ہیں کہ جو اسکی تمام صفات کا بلکہ صرف نرمی
اور ملائمت پر ہی ختم کرتے ہیں لیکن غور کرنے والوں پر باسانی کھل سکتا ہے کہ یہ لوگ بڑی موٹی اور
فاش غلطی میں مبتلا ہیں خدا کے قانون قدرت پر نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کے لیے
وہ رحمت محض تو ضرور ہے مگر وہ رحمت ہمیشہ اور ہر حال میں نرمی اور ملائمت کے رنگ میں ظہور پذیر نہیں
ہوتی بلکہ وہ سراسر رحمت کے تقاضا سے طبیب حاذق کیطرح کبھی شربت شیریں ہمیں پلاتا ہے اور کبھی دوائی
تلخ دیتا ہے اسکی رحمت نوع انسان پر اسطرح وارد ہوتی ہے جیسے ہم میں سے ایک شخص اپنے تمام وجود پر
رحمت رکھتا ہے اسبات میں کسیکو شک نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک فرد ہم میں سے اپنے سارے وجود سے پیار
رکھتا ہے اور اگر کوئی ہمارے ایک بال کو اکھاڑنا چاہے تو ہم اسپر سخت ناراض ہوتے ہیں لیکن باوصف
اسکے کہ ہماری محبت جو ہم اپنے وجود سے رکھتے ہیں ہماری تمام وجود میں بٹی ہوئی ہے اور تمام اعضا
ہمارے حقیقت میں ہمارے لیے پیارے ہیں ہم کسیکا نقصان نہیں چاہتے مگر پھر بھی یہ بات بداہت ثابت
ہے کہ ہم اپنے تمام اعضا سے ایک ہی درجہ کی اور یکساں محبت نہیں رکھتے بلکہ اعضا رئیسہ و شریفہ

کی نسبت ہمیں ہمارے مقاصد کا بہت کچھ مدار ہے ہمارے دلوں پر غالب ہوتی ہے ایسا ہی ہمارے بدن کے اعضا میں سے ایک ہی عضو کی محبت کی نسبت مجموعہ اعضا کی محبت کی نسبت مجموعہ اعضا کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے پس جب کبھی ہمارے لیے کوئی ایسا موقعہ آپڑتا ہے کہ ایک شریف عضو کا بچانا ادنیٰ درجہ کے عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے یا توڑنے پر موقوف ہوتا ہے تو ہم جان کے بچانے کے لیے بلا تامل اُس عضو کے زخمی کرنے یا کاٹنے پر مستعد ہو جاتے ہیں اور گو اسوقت ہمارے دل میں یہ رنج بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے ایک پیارے عضو کو زخمی کرتے یا کاٹتے ہیں مگر اس خیال سے کہ اس عضو کا فساد کسی دوسرے شریف عضو کو بھی ساتھ ہی تباہ نہ کرے ہم کاٹنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں پس اسی مثال سے سمجھ لینا چاہیے کہ خدا بھی جب دیکھتا ہے کہ اُس کے راستباز باطل پرستوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے ہیں اور فساد پھیلتا ہے تو راستبازوں کی جان کے بچاؤ اور فساد کے دور کرنے کے لیے مناسب تدبیر ظہور میں لاتا ہے خواہ آسمان سے خواہ زمین سے اسلیئے کہ وہ جیسا کہ رحیم ہے ویسا ہی حکیم بھی ہے [illegible]





حضرت صاحب اور صاحب آئی تقریر کے ختم ہونے سے پہلے ہی مقررہ وقت تقریر ختم ہو چکا تھا لیکن اختتام وقت پر چند ارکان جلسہ ایک طرف اور موڈریٹر صاحبان دوسری طرف اس بات پر زور دیتے تھے کہ تقریر کے ختم ہونے کے لیے وقت بڑھایا جاوے جس پر پریذیڈنٹ اگزیکٹو کمیٹی نے نہایت خوشی سے ازیادی وقت کی اجازت دیکر ہزاروں دلوں کو خوش کیا اس تقریر کے بعد مسٹر روصاحب بہادر کا وقت تھا جو تعلیم یافتہ عیسائیوں میں سے عیسائیت کی طرف سے دوسرے وکیل تھے۔ آپنے یہہ بیان کیا کہ آپکو چونکہ زبان اردو پر کامل قدرت حاصل نہیں اور وہ انگریزی میں اپنا اظہار خیالات پسند نہیں کرتے دوسری طرف ابھی جناب مسٹر مورلیس صاحب کی تقریر کسیقدر تکمیل چاہتی ہے۔ اسلیے وہ پسند کرتے ہیں کہ اون کا وقت مسٹر مورلیس کو ہی دیا جاوے۔ اور نیز اونھوں نے اپنی تقریر سے مسٹر روصاحب کو واقف کر دیا ہے

جناب مسٹر مارلیس صاحب بہادر خبلٹ
بجای مسٹر روصاحب بہادر سابق ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول لاہور

کل جو میں نے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ انسان کو یہ کہنا ضرور ہی کہ وہ کیا ہے کہ خدا نے ہمکو کیا بنا دیا ہے بغیر وہ خاک تھا اور ہمکو اپنی تمام مخلوقات کا مرکز بنا دیا ہے ایسا کہ تم دنیا کی تمام اشیا کا خلاصہ ہو۔ اور پھر اس بات کا زور دیا گیا تھا کہ ہمکو خدا کا نہایت ہی شکرگذار ہونا چاہیئے۔ اور ہم اسکا شکریہ کبھی ادا نہیں کر سکتے اور ہمارا گناہ کرنا ایک بڑی بھاری ناشکرگذاری ہے۔ اور اسکی سزا بہت بڑی ہونی چاہیے۔ ایسا کہ ایک گناہ کی سزا بھی بے حد ولا انتہا ہوتی ہے اور اس سزا کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

لیکن اس سزا سے ہمکو خدا نے اپنی محبت کے وسیلہ سے بچایا۔ جبکہ خدا کی طرف ہماری محبت لگ جاوے تو ہم سب گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن یہہ محبت اسوقت پوری ہوتی ہے جبکہ ہم خدا کے فضل کی طرف باوجود اپنے گناہگار ہونے کے دیکھتے ہیں۔

پس جبکہ ہمارے علم کا ایک منبع ہماری سمجھ ہے۔ اور دوسرا منبع وحی ہے اس وحی کے ذریعہ سے ہم جان سکتے ہیں کہ ہم کیونکر ان گناہوں سے ساتھ نجات پا سکتے ہیں۔

کیا ہم سب کے سب جہنم میں جاوینگے۔ نہیں۔ خدا ایسا نہیں کریگا کہ ہم سب کو دوزخ میں ڈالے

جیسا کہ اوسی نے اور سب کاموں کے لیے وحی کیئے ایسا ہی اوس نے نجات کے لیئے بہی وحی کی کہ میری محبت بے پایاں ہے اور اسکا کوئی انجام نہیں۔ پس ہم کیونکر دیکہیں کہ خدا کی محبت ہمارے ویسا ثابت ہو جب ہم دیکہتے ہیں کہ ہم اپنے گناہوں کا علاج نہیں کرسکتے تو اسکی محبت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تمام عالموں اور حکیموں نے ہمیشہ سے کوشش کی کہ خدا کو پاویں لیکن انکی گناہوں کی دیوار ایسی بہاری ہے کہ وہ نہیں ٹوٹتی اور ہمارا ہٹنا یا نہیں جاسکتا وہ خالق جسنے ہمکو خاک سے پیدا کیا جسنے تاریکی کو روشن کیا وہ اپنے ایک کلام سے ایسا کرسکتا ہے کہ ہمکو ہمارے اصلی درجہ تک پہونچا دیوے۔ تب کہ ہم خدا کی طرف دیکہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمکو اپنی رحمت سے بچا لیوے تو جسنے اس مردہ زمین کو زندہ کرنا ہے ایسا ہی وہ کسی شکل اور صورت کے وسیلے سے ہمکو بچاتا ہے عیسی مسیح کے ہمیں یہ مقرر کیا گیا کہ انسان کے لیے کفارہ ہو۔ مقرر تہا کہ انسان کے لیے جو گناہگار ہے نجات کا سبب ہو۔ وہ ہماری طرح انسان نہیں۔ عیسائی اسکو خدا مانتے ہیں۔ ضرور تہا کہ خدا اسکو ایک خاص حالت میں ظاہر کرے۔

جیسا ناپاک ہو تو پاک بہشت میں داخل ہوسکتا جیسا ہم کہتے ہیں کہ ضرور ہے کہ ہمکو سزا دیجاوے تو ہم امید نہیں کرسکتے کہ ہم بچ جاویں خدا نے ایک ایسا راہ دکہایا جب کہ کوئی راہ نہ ہوسکا۔

پس خدا نے انسان کے لیئے انسان کی صورت پکڑی اور ایسے طور پر تاکہ انسانی مصیبت کو آزماوے اور دیکہے اور معلوم کرے پتہر اور درخت سو اسطے نہیں نبایا۔

دوسری باتیں ہماری اور آپکی سب ملتی ہیں۔ مگر جہگڑا صرف یسوع کی خدائی میں ہے۔ کیونکہ یہ ایک علیحدہ اور خاص بات ہو۔ اب جب کہ خدا نے ہمکو ایسا پیار کیا کہ ہمارا جسم اختیار کیا اور ہمارے لیے مارا گیا۔ تو ایک دوسرا سلسلہ ہمارے سمجہنے کا پیدا ہوا ہے یعنے ہمارا ایمان۔ اس حالت میں ایمان یہہ ہوا کہ اگرچہ خدا کا گناہگاروں سے پیار کرنا۔ ناممکن ہے۔ مگر پہر بہی ایسا کرتا ہے کہ تمہارے ساتہہ محبت خدا کی ایسی ہے جو ہم سمجہ نہیں سکتے۔

عیسائیوں کا عقیدہ یہہ ہے کہ ایمان لاؤ اور نجات پاؤ۔

لوگ اسپر ہنستے ہیں۔ اور یہہ ایک بڑا سوال ہے۔

لیکن کس بات پر ایمان لانا ہے۔ اسپر کہ خدا ہم گناہگاروں سے بیحد محبت کرتا ہے۔ یہہ بات

ہم یسوع میں دیکھتے ہیں۔ جب میں اپنے دوست کو بعید روپیہ کے ساتھ قید سے بچاتا ہوں تو میری محبت کا اظہار روپیہ سے ہوتا ہے اور اگرچہ لوگوں کے لیئے وہ فقط چاندی ہے مگر میرے دوست کے لیے محبت کا اظہار ہے۔ کیا ممکن ہے کہ خدا جسم میں قید ہو۔

جیسا قیمت چاندی میں قید نہیں ہوتی ویسے ہی یہاں بھی ہوا۔ خدا جہاں ہے وہیں ہے۔ لیکن ہمارے پر یسوع کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اور ایمان ہمکو بلاکر بچا لایا ہے۔ وحی ضرور ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ وہ انسان کو اوپر لے جاتی ہے۔ اور یہہ وحی بطور سے خدا نے ہمپر ظاہر کی اور اوسپر ایمان لانا ضروری ہے۔ جو لوگ مانتے ہیں کہ ہم درحقیقت گنہگار ہیں اور اس طرح خدائی کا گویا کہ اقرار کیا ہے۔ انسان اس غرور پر چڑہتا ہے۔ تو سوقت اس خرابی سے ہم کو بچا لیتی ہے۔ کہ اگرچہ ہم ایسے گناہگار ہیں تو خدا ہمکو بچا لیتا ہے۔ کون ہے جو یقین کرے کہ خدا ہمارے لیے قربان ہوا پھر بھی گناہ کرتا ہے۔ کون ایسا ایمان لاکر پھر گناہ کر سکتا ہے۔

جب انسان خدا پر ایسا ایمان لاتا ہے تو پھر وہ گناہ سے نفرت رکھتا ہے جب وہ آہنی زنجیر پاکیزگی کی جو ہمارے اور خدا کے درمیان تھی ٹوٹ گئی تو اسکو کیونکر بنائیں۔ اسکا علاج یہہ کہ اسکو آگ میں ڈالکر از سرنو بنائیں۔ ایسے ہی خدا کی نسبت کی آگ یسوع کے ذریعہ سے ہمکو معلوم ہوتی ہے۔ تو ہم ایک نئی زندگی پاتے ہیں۔ اور ایک نئی انسانیت ہم میں پیدا ہوجاتی ہے۔ اور ہمارے گذشتہ گناہوں کو پھر کوئی نہیں پوچھے گا۔ اور بہشت میں اسکا ذکر نہیں ہوگا۔

اگرچہ لوگ ہمکو برا کہتے ہیں۔ پھر بھی ہم سب کو اپنا بھائی سمجھتے اور ملتے ہیں۔ جسکے دل میں بیٹے محبت ثابت ہو جاوے وہ ضرور اپنی کل جان خدا پر نثار کرے گا۔ جب لڑکا بھی ماں کہتی ہے کہ میں تم پر صدقہ ہو جاؤں تو خدا کی محبت کی اور اسکے اظہار کے لیے ہم کیوں اپنی جان کو صدقہ نہ کرینگے اور سوقت ہم مان لیتے ہیں کہ اگر وہ ایسا چاہے کہ جب تلوار کام نہ کرے سوقت نقلی گرا دس کو فورًا درست کر لیوے۔

جب اور محبت ہم میں ایسا زور کرتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کس طرح صبر کرتا ہے تو ہم بھی صبر کرینگے۔

جب انسان کی حالت نزاع آتی ہے۔ اور موت کا وقت آجاتا ہے تو اسکے وسیلے سے ہمنے

اپنے محبوب کو دیکھنا ہوتا ہے۔ اور صورت ہمارے لیے اس خوشی کا موجب ہوتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ ایک اتصال پیدا کرینگے۔ ہم جبکہ شروع میں تخت سے اتر کر آپ بیٹھنا چاہتے تھے اسوقت جبکہ ہم اسکی محبت کے ساتھ ایک ہوگئے ہیں تو ہماری اور ہمارے محبوب کی چیزیں ایک ہو جاتی ہیں۔

اور خدا کی بادشاہت سب ہمارے واسطے ہو جاتی ہے اور اس محبت کو روز بروز درجہ بدرجہ ترقی ہوتی چلی جائیگی۔ اور جیسا کہ خدا ابدی ولا انتہا ہے ایسا ہی ہم کو بھی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ہمارا خدا ہے۔ اسوقت ہماری خوشی کامل ہوگی۔ لیکن ہمارے درجہ سب کے الگ الگ ہونگے۔ میںنے دہلی میں جلسے قیصری میں دیکھا کہ جہاں ہزاروں لوگ موجود تھے تو آتشبازی کے وقت واہ واہ کے سوا اور کچھ سننے نہ ملا۔ ایسا ہی بہشت میں ایک واہ واہ کا آوازہ ہمیشہ ابد الآباد لگا رہیگا۔ اسوقت میں نے تمام بہشت کو دکھایا ہے اور سب چاہتے ہیں کہ وہاں جاویں لیکن خدا نے اپنی عین محبت ہم گنہگاروں پر ظاہر کی ہے کیا ہم ایسے خدا کے سامنے ہو کر دیکھ سکیں گے باوجود اپنے ان تمام گناہوں کے ہم دیکھتے ہیں کہ خدا سے پیار کرنے والوں کا ہر وقت خدا کے ساتھ ہونا ان لوگوں کے لیے ایک بڑی محبت کا موجب ہوگا۔

لیکن اگر ہم گناہ اور مخالفت کریں تو جہاں جہاں ہم جاویں ہمارے لیے لعنت ہوگی۔ وہی طاقتیں جنکے وسیلہ سے عمدہ کام ہو سکتے ہیں اونہیں کے ذریعہ سے نہایت خراب کام ہم کر سکتے ہیں [illegible] کاموں سے ہم جہنم میں ایسا ہی ہر وقت ہائے ہائے کرینگے۔ اور اسوقت توبہ کا موقعہ کسی کو نہ دیا جاویگا۔ اب میں مختصراً سب عرض کرتا ہوں۔ پانچواں سوال ہے علم کے ذریعہ میں۔

(۱) ایک سمجھ اور عقل کا ذریعہ دوسرا ایمان کا ذریعہ چوتھے سوال کے متعلق عرض ہے کہ کل کام ملکر سب ایک کام ظاہر کر سکتے ہیں۔ مثلاً گھڑی میں تمام اشیا ملکر وقت ظاہر کرتی ہیں اور گھڑی کی تمام پرزے وغیرہ ایک بات ظاہر کرتی ہیں ایسا ہی تمام دنیا اور اسکی کاروبار ایک کام یعنے خوشی ظاہر کرتے ہیں شادی بیاہ روپیہ پیسہ اور کام کام صرف اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ میری خوشی ہے۔ تو جیسا ہم اپنی خوشی کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو یہ سب عمل خوشی سے روک ڈال دیتے ہیں۔

تیسرا سوال پہلے سوال میں آئیگا۔ اور سوال دوم کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ خدا کا جلال ہم آخری دنیا میں ظاہر کریں گے۔ اور اس سے زیادہ کوئی خیال نہیں کر سکتا کہ کیا ہوگا۔ وہاں ہم سارے دل و جان سے اسکو پیار کریں گے۔ سوال اول میں باقی سب سوال جواب ہو جاتے ہیں

اپنی جسمانی اور عقلی اور اخلاقی طاقتوں کو جب ہم استعمال کرکے ٹھوکر کھاتے ہیں تو جب ہم مانیں گے کہ ہماری یہہ تمام چیزیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ جب جسکا جو منصب ہوتا ہے اسکو دیتے ہیں تو یہہ خلق ہمارا خوب ہوتا ہے۔ ایک بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔ کہ جب ہم ایک مجلس میں جسمیں سب لوگ آویں اور مذہب کو تلاش کریں تو اسوقت نہیں صرف مذہب کے تلاش کا خیال رکھنا چاہیئے اور اپنے اپنے مذہب کا خیال ایسا کرنا نہیں چاہیے۔ اور ہر ایک مذہب کی باتیں سنکر تلاش کرنا چاہیئے۔ کہ خدا کیا ہے اور ہم اسکو کیونکر پا سکتے ہیں۔

ہماری زندگی کا کوئی ہنگامہ نہیں۔ خدا اسکے سوا اور نہیں چاہتا کہ اسکا جلال ظاہر کیا جاوے اسکی بڑائی ایسی ہے کہ اس تک ہم پہنچ نہیں سکتے۔ ہم سب کے سب خدا کے جلال کو ظاہر کریں یہی ہماری خوشی ہے اور اس میں ہماری خوشی شامل حال ہے۔ سکندر اعظم نے جب تمام دنیا کو فتح کیا تو افسوس کیا کہ اور دنیا فتح کرنے کو نہیں بلکہ بڑوں کو اور بھی زیادہ تکلیف ہوئی ہے۔ لوگ دنیا کی طاقت حاصل کرکے خوش نہیں ہیں۔ انسان کسی چیز سے سیر نہیں ہوتا۔ سوائے خدا کے جو بھید اور لاانتہا ہے۔ پس ہماری کارروائی کا تتمہ یہی ہے کہ ہم خدا کا جلال ظاہر کریں۔

اسلیے ہمیں ہمیشہ خدا کی طرف خیال کرنا چاہیے اور کوئی غرور اور گھمنڈ اور شیخی ہرگز دنیا میں نہیں ہونے دینا چاہیے۔ خدا ایک ہے۔ اور اسکی محبت کا رستہ ایک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ خدا میں ہوکر ہم ہر ایک سے محبت کریں۔

وقفہ

بعد از نماز ظہر

عالیجناب پنڈت گوپی ناتھ صاحب سکرٹری سناتن دھرم سبھا لاہور

اے حاضرین جلسہ بہت تنگ وقت پر مجھے آمادہ کیا گیا ہے کہ میں بھی اس جلسہ میں سناتن ہندو دھرم

پر تقریر کروں ۔ اور چونکہ مجھے پوسٹ مضامین پڑھنے کی قید اٹھادی گئی ہے اور مجھے اپنے مکرم دوستوں کے ارشاد کی تعمیل منظور تھی لہذا اس تنگی وقت میں جو کچھ کہہ سکتا ہوں میں سناتن دھرم کی عظمت کی بابت آپکے روبرو پیش کرتا ہوں ۔ میرے اسوقت تقریر کرنے پر آمادہ ہونے سے یہ خیال نہ کیا جاوے کہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ کما حقہ طور پر اس عالی شان سناتن دھرم کی عظمت اور اسکی خوبیوں کا ذکر کرسکوں ۔ اس عالی شان دھرم کی خوبیاں عمدگی کے ساتھ ظاہر کرنے کے لیے بڑے بڑے لائق اور فاضل ودوانوں کی ضرورت ہے ۔ کہ جنکا خاکپا سے ہونے کا درجہ بھی مجھے حاصل نہیں ہے لہذا میری اس تقریر سے میرا مدعا یہی ہے کہ جو کچھ میں اس میں بیان کروں گا فقط وہ چند خوبیاں اس سناتن دھرم میں ہیں کہ جنکا ناچیز معتقد ہونے کا فخر مجھ کو حاصل ہے ۔ اس سناتن دھرم کی خوبیاں بے انتہا ہیں ۔ ایک معمولی انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ کامل طور پر اسکی خوبیوں کا بیان کرسکے اسکی خوبیاں سمجھنے اور جاننے کے لیے بڑے بڑے فاضلوں کی ضرورت ہے اور بڑی بھاری اعلے درجہ کی گہری توجہ اسکے لیے درکار ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ بہت زیادہ وقت کی اسکے لیے ضرورت ہے کہ آدمی سمجھے اور پڑھے اور تجربہ کرے اور روشن ضمیری حاصل کرے پھر اسکی خوبیوں کا قائل ہو۔

اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ آجکل زمانہ کی ہوا ایسی چل رہی ہے کہ سناتن دھرم کو بڑی مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے اور بہت سے نئے مذہب اور علاوہ ازیں دنیاداری کے دھندوں میں پھنسے ہوئے لوگ ۔ اس دنیا کی خوشیوں اور راحتوں کے سامان کے حاصل کرنے میں ڈوبے ہوئے ۔ اور اسی دنیا کی آسائشوں کے حصول کو ہی اپنا اصلی مدعا خیال کرتے ہوئے آخرت کو بھولے جاتے اور بے اعتقادی اور لامذہبی کے پھندے میں پھنسے ہوئے اس دھرم کی خوبیوں سے بوجہ آرام طلبی کے بے بہرہ ہو رہے ہیں لیکن بہت واضح رہے کہ اس سے سناتن دھرم کی حقیقی عظمت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ۔ اگر نہ جاننے کی وجہ سے یا تمیز کی عقل ندارد ہونے کے باعث سے کوئی ہیرے اور جواہرات کی قدر نہیں جانتا اور اسکی قیمت جاننے کا مادہ نہیں رکھتا تو اس سے ہیرے اور جواہرات کی اصلی خوبیوں میں کوئی فرق آنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ جیسے ہیں ویسے ہی ہیں ۔ اسیطرح سناتن دھرم کی فضیلت کا خیال ہے ۔ نہ جاننے والے کی اپنی علم و واقفیت کا قصور ہے نہ کہ سناتن دھرم کا ۔

اگرچہ زمانہ کی ناموافق ہوا سے بے اعتقادی کے جھونکے اٹھ آتے ہوئی بہت سے لوگوں کو دھرم سے

ڈانواڈول کر رہی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ سچا بہادر وہی ہے جو اس ناموافق ہوا میں بھی اپنے دھرم پر اٹل کھڑا رہے اور ہوا کے جھونکوں یا ادہر اُودھر جھک کر اپنی مضبوط بنیاد سے اکھڑ نہ جاوے + ایسے بہت سی موقعے۔ تاریک اور بھیانک وقت۔ دل کو ہلا دینے والے موقعے۔ تاریخ کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں جو درحقیقت انسان کے ہمت اور ایمان کے امتحان ہوتے ہیں کہ آیا اس وقت ایسے نازک موقعوں پر وہ اپنے دھرم پر قائم رہتا ہے۔ یا آس پاس کی شورش دیکھکر یا اپنی تباہی دیکھکر یا دوسری جانب میں اپنی آسائش اور آرام دیکھکر وہ اپنے دھرم سے ڈگمگا جاتا ہے + مضبوط دل اور مستقل مزاج لوگوں کے لیے ایسے موقعے مبارک اور غنیمت ہوتے ہیں۔ اور انہیں موقعوں پر وہ اپنی عظمت اور استقلال کا امتحان دیکر اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے نام اور نشانات اپنے چھوڑ جاتے ہیں کہ اور ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لیے رہنمونہ ہوتے ہیں۔

ہمارے یہاں مہاتما تلسی کرت راماین میں ایک قول ہے کہ دھیرج دھرم۔ متر اور ناری آپت کال پرکھئے چار +

धीरजधर्म मित्र अरु नारि । आपत काल परखिये चार

معنے اسکے یہ ہیں کہ دھیرج (یعنے استقلال) دھرم (یعنے پابندی مذہب) متر (یعنے دوست) اور ناری (یعنے عورت) ان چاروں کا امتحان مصیبت کیوقت ہی ہو سکتا ہے۔

جبتک ایک آدمی ہر ایک طرح سے آسودہ ہے اور کوئی تکلیف اسکو نہیں ہے اسوقت تک اسکے استقلال کا کوئی امتحان ہونا ممکن نہیں ہے۔ ہر ایک آدمی ایسی حالت میں مستقل مزاج ہونے کا دم بھر سکتا ہے۔ لیکن جب مصیبت سر پر آجاوے اسوقت اگر کوئی ہیچ کام اس سے نہیں ہوتا اور اسیطرح صبر کے ساتھ مصیبت کو جھیل کر وہ اپنی شرافت پر کھڑا ہے تب ہی اسکو مستقل مزاج کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اگر مصیبت کیوقت وہ چوری کرنے دغا مکر فریب پر آمادہ ہو جاتا ہے تو اُس کا استقلال کہاں رہا جو آسودگی کی حالت میں اسمیں دکھائی دیتا تھا؟ —

اسیطرح دھرم کا امتحان بھی مصیبت کے وقت ہی ہوتا ہے۔ کیا معنے کہ آسودگی کے موقع پر ممکن ہے کہ ہر ایک آدمی مذہب کا پابند خود کو ظاہر کرے لیکن جسوقت آفت آجاوے جسوقت دھرم سے پھرانے کے لیے دشمن کی تلوار سر پر ہو۔ جسوقت دھرم کی پابندی کرنے میں سراسر تکلیف معلوم ہو۔ جسوقت ہم جنسوں میں اسکو سخت ملامت اٹھانی پڑے۔ جسوقت کہ دھرم کی قید ور

کو توڑنے میں بظاہر آسودگی اور آرام دکھائی دے - ایسے وقت پر جو دھرم پر قائم اور پابند رہتا ہے وہی اس امتحان میں پورا اترتا ہے - ورنہ تکلیف اور مصیبت سے ڈر کر جو شخص مذہب سے گر جاتا ہے یا آرام یا نفع کے لالچ سے غیر مذہب اختیار کر لیتا ہے وہ کسی کام کا نہیں - لہذا مصیبت کا موقع ہے دھرم کے امتحان کا ہے - آجکل کے زمانہ کی پھیری ہوئی ہوا گویا کہ معتقدان دھرم کے لیے امتحان کا موقع ہے کہ کون اس میں دھرم سے بکھر جاتا ہے اور کون مستقل رہتا ہے -

دوست کا امتحان بھی مصیبت کے وقت پر ہی ہوتا ہے - جسوقت تک کہ میں آسودہ ہوں خوشحال ہوں - کسی کا محتاج نہیں ہوں - اسوقت ممکن ہے - کہ بہت سے اشخاص میری عزت کریں - آئیے جناب - تشریف لایے وغیرہ الفاظ کہکر اپنی دوستی کا یقین دلاویں - جھک کر سلام وغیرہ بھی کریں تو تعظیم و تکریم عزت کی جگہہ پر بھی بٹھاویں - اور تمام اپنی اپنی دوستی کا دم بھریں - لیکن اصلی امتحان دوستوں کی دوستی کا ایسے موقع پر نہیں ہو سکتا - ایسے موقعوں پر تو خواہ مخواہ بھی ہر ایک انسان دوست بنجاتا ہے - لیکن خدانخواستہ اگر کوئی مصیبت مجھپر آجاوے - اور تکلیف سامنے دکھائی دیتی ہو اور مجھے دوستوں کی امداد کی ضرورت ہو - اسوقت جو شخص مجھے بھروسہ دے - میرا ساتھ دے مجھکو پہلے ہی کی طرح عزت کی نظر سے دیکھے جیسا کہ میری آسودگی کے موقع پر دیکھتا تھا - اور میری امداد اس اڑے وقت میں کرے وہی اصل دوست کہلانے کا مستحق سمجھا جا سکتا ہے - ورنہ بہت سے دوست جو آسودگی میں میرے دوست تھے وہ مصیبت کے موقعہ پر بات تک پوچھنے کے روادار نہیں ہوتے - بلکہ نفرت کے ساتھ پیش آتے ہیں - پس دوستوں کے امتحان کی کسوٹی بھی مصیبت ہی کا وقت ہے -

یہی حال عورت کا ہے - جسوقت تک اسکا خاوند خوشحال ہے - اپنی جورو کی ہر ایک خواہش پوری کر سکتا ہے - اسکو زر و زیور سے خوش رکھ سکتا ہے اسوقت تک اگر وہ اس سے محبت کرتی ہے - اسپر نثار ہوتی ہے اسکا ہر ایک حکم بجا لاتی ہے - اسکی خاطر تواضع کرتی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے - ہر ایک عورت اس حالت میں کسی مرد کے ساتھ یہی قسم کا سلوک کر سکتی ہے + لیکن اگر خدانخواستہ خاوند پر مصیبت آجاوے - یا وہ کمانے کے لائق نہ رہے یا اسکا کوئی انگ جاتا رہے اور وہ بدصورت ہوجاوے - ایسی مصیبت کے وقت بھی اگر عورت اسکے ساتھ اسیطرح

سے محبت کرتی ہے۔ اسیطرح میٹھے وچنوں سے اسکا آدر کرتی ہے۔ اسیطرح اسکا حکم بجا لاتی ہے۔ اسیطرح اسکو تسلی دیتی ہے۔ جیسا کہ پہلے کیا کرتی تھی۔ تب وہ بیشک امتحان میں پوری اتری سمجھی جا سکتی ہے ورنہ مصیبت کے موقع پر اگر وہ خاوند کو جھڑکتی ہے اسکو حقارت سے دیکھتی ہے۔ اسکی کچھ پرواہ نہیں کرتی تو وہ کس کام کی عورت ہے۔

پس اے سناتن دھرم کے پیروان بھائیو۔ اس موجودہ زمانہ کی ہوا گردی کی مصیبت کو اپنے لیے امتحان کا موقع سمجھو اور کوشش کرو کہ مستقل مزاجی کے ساتھ اس میں سے کامیاب ہو کر نکلو۔ خوشی اگر تم کو ہونی چاہیے تو اس امر کی کہ جس مذہب پر تمہارا اعتقاد ہے وہ ایسا لاثانی مذہب ہے کہ جسکی برابری اور کوئی مذہب نہیں کر سکتا اور اسکی عظمت ایسی ہے کہ لاچار ہر ایک کو سر جھکانا پڑتا ہے۔ چند خوبیاں میں بیان کرتا ہوں۔

اول۔ خیال کرو کہ اس دھرم کا نام سناتن دھرم ہے۔ لفظ سناتن کے معنے ہیں قدیم دہرم پس اس میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ میں یہ دہرم اسم بامسمے ہے۔ ابتدائے آفرینش سے اگر کوئی مذہب چلا آیا ہے تو یہی سناتن دہرم ہے۔ کتب تواریخ ہر ایک دیگر مذہب کا حال بتا سکتی ہے کہ کون مذہب کب سے قائم ہوا کسی مذہب کی تاریخ ابتدائے ۱۹ سو سال ہے کسی کی تیرہ سو سال کسی کی ۵ سو سال وغیرہ۔ لیکن یہ سناتن دہرم وہ دھرم ہے کہ تاریخ کی زبان اسکے سامنے رک جاتی ہے۔ کوئی تواریخ نہیں بتا سکتی کہ اس مذہب کی ابتدا کب سے ہے۔ موجودہ تاریخ کے زمانہ سے بھی پہلے سے یہ مذہب چلا آتا ہے۔ ہمارے قدیم شاستر اور پران وغیرہ اتہاس جو موجودہ مروجہ تاریخ کے زمانہ سے بہی بہت پہلے کے بنے ہوئے ہیں وہ بھی اس سناتن دہرم کا بیان تو کرتے ہیں لیکن وہ بہی کوئی تاریخ نہیں بتا سکتے کہ کب سے یہ دہرم قائم ہے۔ پہر موجودہ مروجہ علم تاریخ کی تو اس معاملہ کے اظہار میں حقیقت ہی کیا ہے؟ غرضکہ سناتن دہرم اس زمانہ سے چلا آیا ہے کہ جس زمانہ کا حال کوئی نہیں بتا سکتا کہ آج سے کتنے سو یا ہزار صدیاں پہلے یہ دہرم قائم ہوا۔ پس یہ فضیلت اس دہرم میں ایسی ہے کہ جس میں یہ یکتا ہے اور کوئی دوسرا مذہب دنیا کا اسکی برابری نہیں کر سکتا۔

دوم یہ امر قابل خیال کرنے کے ہے کہ باوجودیکہ یہ مذہب ایسے ایک قدیم ترین زمانہ سے چلا آتا ہے کہ جسکی ابتدا کوئی انسان نہیں جانتا اور نہ کسی تاریخ سے اسکا پتہ چلتا ہے لیکن باوجود

اسکے یہ مذہب ابھی تک قائم ہے۔ اس عرصہ دراز میں بہت سے مذہب پیدا ہوئے اور نابود ہو گئے بہت سی تحریں پیدا ہوئیں اور نام آور ہوئیں لیکن اب ان کا نام بھی [illegible] کبھی ایک مذہب پیدا ہوا [illegible] میں قائم [illegible] لیکن حالت تزلزل میں آکر بیٹھ گئے لیکن سناتن دہرم ابھی تک قائم ہے۔ اور اپنے حلقہ میں کچھ کروڑ لائق انسانوں کے گروہ کو [illegible] ہوئے ہے [illegible] دیگر بہت سے مذاہب پیدا ہو کر اسوقت تک قائم رہے کہ جب تک انکی پولیٹیکل طاقت قائم رہی [illegible] کسی ملک کی حکومت اسکے ہاتھ سے اور جوں ہی پولیٹیکل طاقت جاتی رہی وہ مذہب [illegible] نابود ہو گئے [illegible] اب بھی علاوہ [illegible] کے جو دیگر مذاہب اپنی آن بان میں قائم ہیں انکا سبب [illegible] ہے۔ لیکن سناتن ہندو دھرم وہ دہرم ہے [illegible] اسکی پولیٹیکل طاقت [illegible] اور اب اسکا کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ تاہم [illegible] ابھی تک قائم ہے [illegible] سوا [illegible] کیا ہو سکتی ہے کہ یہ مذہب صداقت کی مضبوط بنیاد پر [illegible] صداقت کا زوال نہیں کر سکتا ہے۔ اور جب تک جہان میں تحقیق پرستی کا مادہ [illegible] تب تک سناتن [illegible] دہرم پر اس قدر آفتیں آئیں جو کسی اور مذہب پر نہ آئی ہونگی اور کئی دفعہ [illegible] نے بزور [illegible] مذہب کو نیست و نابود کرنا چاہا اور لاکھوں کروڑوں کا خون کر ڈالا اور [illegible] کروڑ [illegible] مذہب پر مجبور کیا۔ لیکن تاہم یہ مذہب نابود نہیں ہو سکا اور یقین [illegible] ہے کہ [illegible] انسانوں کے قتل اور عبادت گاہوں کو منہدم کرنے سے [illegible] صداقت جہان سے نابود نہیں ہو سکتی اور جس مذہب کا مدار ان صفات پر ہو وہ بھی [illegible]

سوم - یہ بات قابل توجہ کے ہے کہ دنیا میں اگر قدیم سے [illegible] مذہبی کتاب دستیاب ہو سکتی ہے تو وہ سناتن ہندو دہرم کی ہے - تمام دنیا کے مذاہب کوئی ایسی مذہبی کتاب پیش نہیں کر سکتے جو سناتن دھرم کی مذہبی کتب سے قدیم ہو + تمام دنیا تسلیم کرتی ہے اور ــــــــ . . . .

تسلیم ختم کرتی ہے کہ دنیا میں اگر پرانی سے پرانی کوئی مذہبی کتب ہیں تو وہ ہندوؤں کے وید مقدس ہیں پس الہام کے معتقدان کو ماننا پڑے گا کہ اگر سب سے اول کوئی الہامی کتاب دنیا میں ہو پیدا ہوئی تو وہ وید مقدس ہیں اور اسکے ساتھ اور کسی مذہبی کتب کو درجہ برابری نہیں مل سکتا + علاوہ ازیں سناتن ہندو دھرم کا مذہبی لٹریچر اسقدر وسیع ہے کہ وہ بطور خود عالی شان ہے جسکی مثال

کسی غیر مذہب میں نہیں مل سکتی + دیگر مختلف مذہب کی مذہبی کتب کی تحقیقات کی جاوے تو بہت معدودے چند انکی تعداد نکلیگی اور کئی ایک مذاہب ایسے نکلیں گے کہ جن کا تمام سرمایہ مذہبی کتب ایک یا دو سے زیادہ نہ ہوگا - لیکن سناتن دہرم وہ عالیشان دھرم ہے کہ اسکی لاانتہا مذہبی کتب پائی جاتی ہیں - اور اگرچہ یہہ سچ ہے کہ لاکھوں ہی کتابیں اسکی زمانہ کی ناموافقت اور غیر مذاہب کے مظالم سے برباد کی گئیں اور حماموں تک گرم کرنے میں استعمال کی گئیں - لیکن تسپر بھی اس موجودہ وقت میں بھی اسکا مذہبی لٹریچر ایسا دقیق اور وسیع موجود ہے کہ بڑے بڑے محققان خرچ کثیر کے ساتھ اس لٹریچر کی مکمل فہرست تیار کرنیکو آمادہ ہوئے اور اگرچہ اونہوں نے لاکھوں ہی کتب کی فہرست تیار کی - لیکن تاہم اس بات کے دعوی کرنے کا حوصلہ انکو نہیں ہوا کہ اونہوں نے مکمل فہرست تیار کرلی ہے + یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ اس سناتن دھرم میں اس قدر وسیع تعداد عالمان زاہدان اور متلاشیان حقیقت کی پیدا ہوئی ہے کہ جو کسی اور مذہب میں نہیں ہوئی - اور انکی تصنیفات دربارہ معاملات مذہبی اتنی عجیب اور ایک سو ایک ترکیب عمدہ پہلیوں سے ہوتی ہیں کہ جسکا بیان ناممکن ہے + ایسا عظیم اور عالیشان مذہبی لٹریچر کہ جسکی تھاہ لگانا ناممکن ہو رہا ہے اور جو باوجود اتنے عظیم نقصان ہو چکنے کے اسوقت تک پایا جاتا ہے یہہ بطور خود ایک ایسی عظمت اس ہندو دہرم کی ظاہر کرتا ہے کہ جسکی مثال دنیا کے کسی مذہب میں ڈھونڈھنا ناممکن ہے + یہ مذہبی لٹریچر ہندوؤں کا کوئی معمولی لٹریچر نہیں ہے بلکہ ایسا دقیق اور اعلے فلاسفی سے پر ہے کہ جسکا مزہ وہی لوگ جانتے ہیں جو اس میں غوطہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں + چند سطروں میں وہ دقیق اور عجیب معاملات بیان کیے گئے ہیں جنکو سوتر کہتے ہیں کہ جنکی تشریح بڑی ضخامت چاہتی ہے + مثلاً یوگ ودیا یعنے علم ریاضت کی ایک مختصر سی کتاب وہ عجیب کرشمہ عاملوں کے لیے رکھتی ہے کہ بڑی سے بڑی ضخیم کتاب اسکی برابری نہیں کرسکتی - اور یہہ یوگ ودیا وہ علم ہے کہ جسکی سلسلہ وار تعلیم کی کتاب دنیا کے اور کسی مذہب میں دستیاب نہ ہوگی سوائے ہندو سناتن دھرم کے + اس میں جسمانی اور روحانی تحقیقات کو اس اعلے درجہ پر پہونچایا گیا ہے کہ اسکے عمل سے انسان خود قائل ہو جاتا ہے کہ جن باتوں کو وہ معجزہ خیال کرتا تھا اور جو دیگر مذاہب میں معجزہ خیال کی جاتی ہیں وہ تمام بلکہ اس سے کئی درجہ بڑھکر طاقتیں انسان کے اپنے اندر موجود ہیں - اور فقط سلسلہ وار ریاضت کے ذریعہ اسے اپنے آپ میں رگڑ پیدا کرنے کی دیر ہے کہ وہ طاقت ہویدا ہوکر دست بستہ غلام ہو جاتی ہے + کوئی آجتک پیدا نہیں ہوا

جس نے کسی غیر مذہب میں اس قسم کے علم کی ایک ہی کتاب مطالعہ کی ہو * اسیطرح اس ہندو دھرم کے عظیم لٹریچر میں ایسے ایسے گوہر بے بہا ہیں کہ جن کا بیان اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے - اور جنکے اظہار کے لیے بڑے بڑے عالمان کی ضرورت ہے -

چہارم - سناتن ہندو دھرم میں یہہ ایک عجیب خصوصیت ہے جو دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے کہ یہ مذہب کسی شخص یا پیغمبر وغیرہ کے نام پر نہیں چلا ہے * دنیا کے اور جسقدر مذاہب ہیں کسی نہ کسی پیغمبر یا اولیاء کے نام سے مشہور ہیں - کوئی کسیکو اپنے مذہب کا بانی یا رہبر خیال کرتا ہے کوئی کسیکو اپنا سمجھتا ہے - لیکن سناتن دہرم ہے کہ کسی کے نام کے ساتھ اسکو تعلق نہیں اور نہ کسیکا چلایا ہوا ثابت ہوتا ہے * اگرچہ بڑے بڑے عالی وقار اوتار اور پیغمبر اس مذہب میں ہوئے ہیں جنکی از حد تعظیم اس مذہب میں کی جاتی ہے - لیکن وہ اس مذہب کے بانی نہیں قرار دیئے جاتے - بلکہ یہ مذہب ابدی اور ازلی ہے اور جسقدر اوتار ہندوؤں میں مانے جاتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا بھی یہ دعوی نہیں ہے اور نہ ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان میں سے کوئی سناتن دہرم کا بانی ہوا ہے اور اس سے پہلے سناتن دہرم نہیں تہا * ہندوؤں میں شری رامچندر جی مہاراج شری کرشن چندر پرماتما وغیرہ کے نام بڑی توقیر اور ادب کے ساتھ لیے جاتے ہیں اور یہہ پرماتما کے اوتار تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن یہہ سناتن دہرم انمیں سے بھی کسی ایک کے نام پر مشہور نہیں ہے * کوئی ہندو یہ نہیں کہے گا کہ یہ اوتار سناتن دہرم کے بانی ہوگئے ہیں اور ان اوتاروں کے پیدا ہونے سے پہلے سناتن دھرم نہیں تھا بلکہ ہندوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ تمام اوتار وغیرہ دہرم کی رکھشا کرنے اور اسکے متعلق ہدایت کرنیکو ہوئے ہیں یا بھگتوں کی رکھشا کرنے کے لیے * دیگر مذاہب کے لوگ ہندوؤں پر الزام دیتے ہیں کہ وہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو پوجنے والے ہیں لیکن انکو یہہ سنکر تعجب ہوگا کہ باوجود ۳۳ کروڑ یا ۳۴ کروڑ دیوتاؤں کو ماننے والے ہونے کے وہ ان میں سے کسی ایک کے نام پر اپنے دہرم کو چلایا ہوا نہیں مانتے بلکہ اس دھرم کی بنیاد اس پرماتما وحدہ لاشریک پر سمجھتے ہیں کہ جسکے آگے یہ ۳۳ کروڑ دیوتا ادنی چاکروں کی حیثیت رکھتے ہیں -

پنجم - یہ سناتن دہرم ایسے اعلے درجہ کے انصاف پر مبنی ہے کہ کسی غیر مذہب میں اس قسم کا انصاف نہیں پایا جاویگا * ہر ایک مذہب جو دنیا میں قائم ہے وہ کم و بیش یہی خیال کرتا ہے کہ نجات یا مکتی فقط اسی مذہب پر محدود ہے کہ جس میں وہ شامل ہے دیگر تمام مذاہب والے ہمیشہ کے لیے دوزخ کی آگ میں جلینگے * اس قسم کے عقیدے میں کسقدر انصاف یا بے انصافی ہے یہ تمام اصحاب بخوبی سمجھ سکتے ہیں -

گویا اس طرح پر خدا کو ایک خاص مذہب یا فرقہ کا طرفدار بنادیا جاتا ہے کہ جو اس فرقہ میں شامل ہوگا وہی نجات حاصل کرے گا + عقل اور انصاف کبھی اس امر گوارا نہیں کر سکتا کہ خداوند رب العالمین کو اس طرح ایک خاص مذہب کی طرفداری میں پابند کیا جاوے + جن مذہب کا یہ عقیدہ ہے کہ نجات فقط انکے ہی مذہب کے پیرواں کے لیئے ہے انسے اگر پوچھا جاوے کہ جبتک انکا مذہب ابھی پیدا نہیں ہوا تھا اسوقت تک ابتدائے زمانہ سے لیکر جو لاکھوں کروڑوں اربوں پدموں انسان پیدا ہوئے انکی کیا گت ہوئی۔ کیا وہ تمام جہنم کی آگ میں جل رہے ہیں یا کہ انکی بھی نجات کا کوئی اور رستہ تھا۔ تو وہ لوگ اسکا کوئی معقول جواب نہیں دیسکیں گے + سناتن دہرم ہی خاص ایک ایسا دہرم ہے کہ جو نجات کو کسی مذہب پر محدود نہیں کرتا۔ بلکہ اسکے انصاف کا عالیشان دربار ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے + سناتن دھرم یہ نہیں کہتا کہ جو شخص ہندو کل میں پیدا ہوا وہ ضرور نجات حاصل کرے گا + ناواقف لوگ اس سناتن ہندو دھرم کو ایک بڑا تعصب والا دہرم خیال کرتے ہیں اور یہانتک کہنے سے باز نہیں رہتے کہ برہمنوں نے خود غرضی سے اس میں اپنے لیئے خاص فائدے بنا رکھے ہیں۔ لیکن انکو معلوم ہونا چاہیے کہ اس دہرم کے برابر غیر متعصب اور صلح کل مذہب دنیا کے پردے پر اور کوئی نہیں ہے + برہمنوں نے کہیں اپنے دھرم پستکوں میں یہ نہیں لکھا ہے کہ جو برہمن ہوگا وہ نجات کا حقدار سمجھا جاویگا۔ فقط اس لیے کہ وہ برہمن ہے اور برہمن کے گھر میں پیدا ہوا ہے + اگر برہمنوں کی خود غرضی ہوتی اور یہ سناتن دہرم تعصب پر مبنی ہوتا تو دیگر مذاہب کی طرح اسکا بھی یہ دعوی ہوتا کہ نجات فقط ہندوؤں کی ہوگی اور سب سے پہلے لازمی طور پر نجات کو بلا شک و شبہ حاصل کرنے والے برہمن سمجھے جاوینگے + لیکن سناتن دہرم میں ایسا نہیں ہے + ذات پات کی تقسیم اور قیود کو مانکر اور سب کو اعلے اصول فلاسفہ کے ذریعہ جائز تسلیم کر کے بھی سناتن دہرم نجات کو کسی خاص فرقہ پر محدود نہیں کرتا البتہ مختلف فرایض مختلف اقسام اور ذاتوں کے لوگوں کے لیے منضبط کرتا ہے +

سناتن دہرم کی نہایت فیاضانہ اور منصفانہ تعلیم یہ ہے کہ مکتی یعنے نجات ہر ایک مذہب اور ملت میں حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ سچا اور مکمل ہو۔ یعنے تشریح جو سناتن دہرم نے کی ہے اس میں کسی خاص عقیدہ کی شرط نہیں ہے۔ جسکا بیان میں ابھی آگے کرتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ سناتن دہرم تبدیل مذہب کو سخت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور کسی شخص کے لیے چاہے وہ کسی مذہب میں ہو جائز نہیں سمجھتا کہ وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر غیر مذہب اختیار کرے۔

سناتن دہرم کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص جس مذہب میں پیدا ہوا ہے اگر وہ دیندار اور ایماندار ہونے کی کوشش کرے تو وہیں اسکے لیے نجات موجود ہے ۔ سناتن دھرم یہ نہیں سکھاتا کہ اگر کوئی مسلمان یا عیسائی وغیرہ اگر ایماندار اور راستباز بھی ہو تاہم وہ دوزخ میں جائیگا فقط اسلیے کہ وہ مسلمان یا عیسائی ہے یا ایک برہمن یا پنڈت راستباز اور ایماندار نہیں ہے تاہم وہ نجات کو حاصل کریگا فقط اسلیے کہ وہ برہمن یا ہندو ہے ۔ سناتن دہرم کے عقیدہ کے مطابق خداوند تعالیٰ [illegible] یہ نہیں پوچھیگا کہ تم کس مذہب میں رہے ۔ بلکہ یہ پوچھتا ہے کہ دنیا میں رہکر تم نے اپنی زندگی کن اعمال اور [illegible] سے کی ۔ اگر تمہارے اعمال اچھے ہیں تو تم سرخرو ہو جاؤ گے اور اگر برے ہیں تو کسی مذہب کے نام کی آڑ تم کو بچا نہیں سکتی ۔ پس نہایت نالائق اور بے ایمان ہیں وہ لوگ جو اپنے مذہب کو تبدیل کرتے ہیں ۔ مذہب کی تبدیلی سے خدا ہاتھ نہیں آتا ۔ فقط مذہب کی تبدیلی سے نجات کا دروازہ نہیں کھلتا ۔ بلکہ خدا ہر ایک مذہب اور ملت میں مل سکتا ہے بشرطیکہ اسکی تلاش کی جاوے ۔ نجات کا دروازہ ہر ایک مذہب کے لیے کھلا ہے بشرطیکہ اسکے لائق عمل کیا جاوے ۔ اور یہ عمل انسان ہر ایک مذہب میں رہکر کرسکتا ہے ۔ دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو انسان کو بے ایمانی دغابازی شہوت پرستی کی تعلیم دے ۔ جب ہر ایک مذہب میں انسان ایماندار ہو سکتا ہے تو پھر مذہب تبدیل کرنا اگر حماقت اور بے ایمانی نہیں تو کیا ہے؟ خداتعالے کو کوئی انسان دہوکا نہیں دے سکتا ۔ اگر اسکے اعمال برے ہیں تو فقط اسوجہ سے وہ خدا کے نزدیک سزا سے نہیں بچ سکتا کہ اس نے ایک اور مذہب کا جامہ پہن لیا اور ہندو مذہب میں پیدا ہو کر مذہب اسلام کو قبول کر کے مرا ۔ یا مذہب اسلام میں پیدا ہو کر دین عیسوی میں مرا ۔ سناتن دہرم کے عقیدہ کے مطابق خداوند تعالیٰ فقط یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہمارے اعمال کی پوٹلی میں کیا کچھ بھرا ہے ۔ اگر وہ پوٹلی پاکیزگی سے بھری ہے تو تم اسکے عزیز ہو اور اگر اس میں غلاظت ہے تو تم اپنے کردار کی سزا پاؤگے ۔ غرضکہ سناتن دہرم کی تعلیم یہ ہے کہ جو شخص چاہے کسی مذہب میں پیدا ہوا اگر اس نے اپنے نفس امارہ کو قابو کیا ہے تو وہ نجات کا مستحق ہے اور جس نے اپنے نفس پر قابو نہیں پایا اور دنیا کی شہوات میں گرفتار ہے اور گناہ کرتا ہے وہ کسی مذہب میں ہو ضرور سزا پائیگا ۔ یہی وجہ ہے کہ سناتن دہرم ہر ایک مذہب میں جو کوئی اولیا اور سائیں لوگ اور تارک الدنیا ہو اسکی عزت کرتا ہے ۔ اسوجہ سے کہ وہ بوجہ اپنی ان صفات کے خدا کا پیارا ہے ۔ نہ اسوجہ سے کہ وہ خاص مذہب میں پیدا ہوا ہے ۔ کئی نیچ قوموں میں پیدا شدہ

نوں بوجہ انہیں صفاتکے سناتن دھرمیوں کے نزدیک بڑی اعلے رتبہ پاگئے * کبیر بھگت جو ذات سے جولاہا تھا صدنا قصائی وغیرہ انہیں صفات کی وجہ سے فضیلت پاگئے * پس یہ خاص خصوصیت سناتن دھرم ہی میں اعلے درجہ کے انصاف کی پائی جاتی ہے کہ وہ اعلے ترین درجہ کی فیاضی اور فراخدلی سے تمام انسانوں کو دیتا ہے اور نجات کو کسی ایک فرقہ پر محدود نہیں کرتا یہ خوبی کسی اور مذہب میں پائی نہیں جاتی کیونکہ دیگر مذاہب اسی امر پر تلے ہوئے ہیں کہ اگر نجات ہے تو انکے مذہب کیلیے ہے اوروں کے لیے نہیں ہے *

سنت نہم * جس صورت میں دیگر تمام مذاہب لوگوں کو مختلف طریق سے ترغیب دلا دلا کر اور کئی قسم کا لالچ دیکر ان کا آبائی مذہب بگاڑنا اور ان کو اپنے مذہب میں لانا چاہتے ہیں اور اسطرح پر اپنے ہم مذہبوں کی تعداد بڑھانا ایک بڑا فرض سمجھتے ہیں یہ فقط اکیلا ایک سناتن دھرم ہی ہے کہ جو کسی کے مذہب کو بگاڑنا نہیں چاہتا اور کسی غیر مذہب کو اپنے میں نہیں ملاتا اور نہ ایسا کرنے کو جائز سمجھتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی ہندو اپنے دھرم سے ایک خاص حد تک گر گیا ہو تو اسکو بھی اگر اسمیں اسکی منت سماجت پر شامل کرتا ہے تو نہایت سخت پابندیوں اور احتیاطوں کے ساتھ کرتا ہے بلکہ پرائشچت کے نام سے پکارتے ہیں گویا اسکو اس امر کی سزا دیجاتی ہے کہ اس نے اپنا آبائی مذہب کیوں چھوڑا جبکہ ہر ایک بات اسکو حاصل تھی اور کیوں اسنے بد ایمانی پر کمر باندھی * دیگر تمام مذاہب کو ہندو دھرم جو کچھ وہ چاہیں بنانے کو موجود ہے۔ نجات حاصل کرنے کا راستہ دکھانے کو ہر دم تیار ہے لیکن یہ اسکو کبھی گوارا نہیں کہ انہیکہ اپنے مذہب سے بگاڑ کر خود میں شامل کرے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ جو شخص اپنے دین کا نہ ہوا وہ میرے کس کام کا ہے * سناتن دھرم اپنے بیدینوں کو اپنے سے باہر کرنا گوارا کریگا۔ لیکن غیر مذہب کے لوگوں کو اس میں شامل کرنے اپنی تعداد بڑھانا مناسب نہیں سمجھیگا * یہ اس دھرم کا تعصب نہیں ہے بلکہ اعلے درجہ کی فیاضی اور فراخدلی اور انصاف پسندی ہے کہ وہ تمام مذاہب کو ایک نظر سے دیکھکر تعلیم دیتا ہے کہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہو اور اسی میں خدا رسائی کی تلاش کرو۔ تبدیل مذہب سے پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہاتھ آوے گی * کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی اعلے درجہ کی منصفانہ تعلیم دنیا کے کسی اور مذہب میں پائی جاتی ہے ؟ بلا شبہ اس معاملہ میں بھی یہ دھرم اپنی مثال خود آپ ہی ہے۔ بھگوان سری کرشن چندر جی کا قول ہے کہ

स्वधर्मे निधन: श्रेय: परधर्मो भयावह: یعنے انسان کے لیے اپنے ہی مذہب میں مرنا مبارک ہے کیونکہ غیر مذہب کے سبب نقصان ہوگا۔ دیگر اس قسم کا قول کسی دوسرے مذہب میں آپکو ہاتھ نہیں آویگا۔ کیونکہ دیگر تمام مذاہب عموماً اوروں کا مذہب بگاڑ کر اپنے میں شامل کرتے ہیں حالانکہ ایک سناتن دھرم اس امر کے خلاف ہے وہ انصاف

پسندی کے ساتھ ہر ایک کو اپنے اپنے مذاہب میں رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور اس قسم کی نیک اور منصفانہ ہدایت کسی اور مذہب میں نہیں مل سکتی ✦ دیگر مذاہب اوروں کو انکے مذہب سے گرانا ثواب سمجھتے ہیں۔ لیکن سناتن دھرم اسکو گناہ خیال کرتا ہے۔ اور حقیقت میں انصاف کے سامنے یہ گناہ ہے۔

اب حاضرین کو یہ بتاتا ہوں کہ سناتن دھرم نے دھرم کی تشریح کس طرح کی ہے ✦ اس تشریح سے آپکو معلوم ہو جاویگا کہ یہ دھرم کسیکا ناجائز طرفدار یا ناجائز مخالف نہیں ہے ✦ یہ تشریح اس قسم کی ہے کہ اس میں کسی مذہب کا کوئی ذکر نہیں ہے ✦ جو صفات دھرم کی بیان کی گئی ہیں وہ صفات جن میں پائی جاویں وہ سناتن دھرم کے نزدیک دھرماتما ہیں اور جن میں وہ صفات نہیں ہیں وہ پاپی ہیں چاہے کسی مذہب میں کیوں نہ ہوں ✦ اس تشریح یعنے دھرم کے لکشنوں میں نہ تو کوئی خاص عقیدہ کا ذکر ہے اور نہ کسی پر ایمان لانے یا نہ لانے کی قید ہے۔ بلکہ ایسی صفات کو بیان کیا ہے جو دھرم کی اصلی صفات ہیں۔ یہ صفات تمام دھرموں یعنے مذہبوں پر حاوی ہیں ✦ یہ گویا کہ سناتن دھرم نے مقرر کر دی ہے کہ جس شخص میں یہ صفات پائی جاویں چاہے وہ عیسائی ہو۔ مسلمان ہو۔ یہودی ہو۔ پارسی ہو۔ ہندو ہو۔ یا کچھ ہو وہ بیشک دھرماتما اور نجات کا مستحق ہے۔ ورنہ کوئی مستحق نہیں ہے چاہے وہ کیسے ہی اعلے سے اعلے خاندان یا مذہب میں پیدا ہوا ہو ✦ وہ دھرم کی صفات مندرجہ ذیل ہیں جو ہمارے منو مہاراج نے بیان کی ہیں :-

धृतिक्षमा दमोऽस्तेय: शौचमिन्द्रियनिग्रह :
धीर्विद्या सत्यमक्रोध: दशकं धर्मलक्षणम्

یعنے دھرم کی دس صفات ہیں۔ جہاں یہ دس صفات پائی جاویں وہاں سمجھو کہ دھرم موجود ہے :- اول دھرتی یعنے استقلال دوم کشما یعنے دوسرے کی خطا کو بخشدینا اور خود طاقت ور ہو کر بھی اپنے زیردستوں یا ماتحتوں پر ظلم نہ کرنا۔ سوم دم یعنے اپنے دل کو بھٹکنے نہ دینا۔ چہارم استیہ یعنے چوری نہ کرنا۔ پنجم شوچ یعنے پاکیزگی۔ ششم اندریہ نگرہ یعنے تمام اندریوں حواس خمسہ کو اپنے قابو میں رکھنا۔ ہفتم دہی یعنے تمیز عقل۔ ہشتم ودیا یعنے علمیت۔ نہم ستیہ یعنے راستبازی۔ دہم اکرودھ یعنے غیض و غضب میں نہ آجانا۔ یہ دس دھرم کے لکشن ہیں ✦ پس اے حاضرین جلسہ آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ کس طرح صفائی اور انصاف کے ساتھ دھرم کی تشریح کی گئی ہے کہ جس میں کسی مذہب کو انکار نہیں ہو سکتا اس میں نہ کسی مذہب کی رعایت ہے نہ مخالفت۔ بلکہ صاف صاف راستہ بتایا گیا ہے کہ جہاں ان صفات کو تم دیکھو وہاں سمجھو کہ دھرم موجود ہے۔ اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ یہ صفات رکھنے والا کس مذہب میں پیدا ہوا اور کس قوم میں

پر ایمان لایا یا نہیں لایا ہے۔

ہفتم ÷ اور ایک خاص خوبی اس دھرم میں یہ ہے کہ یہ اعلی سے اعلے ودوان یعنے فاضل لائق سے اعلی امیر کبیر اور مورکھ سے مورکھ ان پڑھ اور غریب سے غریب گدا سب کے لیے اپکار کرکے نجات کا رستہ بتاتا ہے ÷ اسی خیال سے اس میں تین طرح کے رستے قائم کیے گئے ہیں اول بھگتی یعنے محبت صادق جسے اعتقاد بھی کہہ سکتے ہیں دوم اپاسنا یعنے پرستش اور عبادت سوم گیان یعنے حقیقت پر پہونچ جانا ÷ اگرچہ تینوں کا مدعا ایک ہی ہے اور باریک معنوں میں جاکر تینوں ایک ہی ہیں لیکن ظاہر الطور پر یہ رستے الگ الگ مختلف قسم کے لوگوں کے لیے رکھے گئے ہیں کہ کوئی اس انمول رتن یعنے آخرت کی سدھارنی سے محروم نہ رہجاوے ÷ اگر کوئی شخص عالم فاضل نہیں ہے اور ان پڑھ ہے اور دولت بھی نادار رہے لیکن خدا کا متلاشی ہے اسکے لیے بھگتی مارگ سب سے آسان طریقہ ہے اسکے لیے یہ قید نہیں ہے کہ پہلے وہ تمام شاستروں اور مذہبی کتب کو پڑھ لے۔ پھر اسکو کچھ حاصل ہوگا اس میں تو اسکی تمام عمر ہی صرف ہوجاویگی اور حصول نجات کا علاج کب کریگا ÷ ایسے لوگوں کے لیے بھگتی کا رستہ قائم کیا ہے۔ کیا یعنے کہ اس خداوند تعالی کی یاد میں محو ہو جاویں اور اس محبت میں ایسے لین ہو جاویں کہ انکو ہمیشہ وہی اپنے پاس معلوم ہو ÷ اگر بغیر کچھ علم حاصل کیے بھی وہ اعلے درجہ کی بھگتی کے ساتھ مالا یا تسبیح ہاتھ میں لیکر رام نام کا یا معبود حقیقی کے کسی نام کا جپ کرتے ہیں اور اس طرح خدا کی یاد میں مشغول رہتے ہیں اور اس خیال کی محویت میں کسی گناہ کا خیال انکے دل میں پیدا نہیں ہوتا تو گویا یہی سہل رستہ انکے لیے وہ نیک نتیجہ پیدا کرنیوالا ہے جو اعلے سے اعلی لائق اور فاضل اور امیر کو حاصل ہو سکتا ہے ÷ ایسی حالت میں کچھ ضرورت انکے لیے نہیں رہی کہ وہ پہلے اپنی عمر کا بڑا حصہ تحصیل علم میں صرف کریں یا دولت کمانے کی فکر میں سرگردان ہوں ÷ ایسے دوسرے درجہ کے لوگوں کے لیے اپاسنا یعنے پرستش اور کرم کانڈ کا طریق ہے جس میں ہر ایک قسم کا پوجن ہون۔ دان خیرات وغیرہ۔ وغیرہ سب شامل ہے ÷ اور اعلی ترین درجہ کے عالمان کے لیے گیان کانڈ یعنے علم حقیقی موجود ہے جس بے پایان سمندر کی تھاہ لگاتے لگاتے جس جس قدر وہ زیادہ عالم اور فاضل باتوں کے سمجھنے کے قابل ہونگے ویسا ویسا ہی وہ اس گیان مارگ کو حاصل کرینگے ÷ گیان کا درجہ اسوقت حاصل ہونا سمجھا جاتا ہے جب انسان کو اعلے درجہ کی تعلیم ریاضت اور مشاہدہ سے یہ محسوس ہونے لگے کہ اس میں اور کسی غیر میں کچھ فرق نہیں ہے اگر وہ کسی سے برائی کرتا ہے تو خود اپنے ساتھ کرتا ہے اور کسی سے نیکی کرتا ہے تو خود اپنے ساتھ کرتا ہے ÷ اس [illegible] اپاسنا کرم اور گیان کانڈ کی نسبت بڑی بھاری اور نہایت دلچسپ تشریح ہمارے شاستروں میں موجود ہے اور بڑی بڑی

مفصل گرنتھ اس دلچسپ تقسیم پر موجود ہیں۔ ایسے مفصل اور عظیم مضمون کا میں ایک شمہ بھی بوجہ طوالت اور اپنی بیلیاقتی
کے اسوقت بیان نہیں کر سکتا ۔ یہ اس قسم کی تقسیم بھی جہانتک میرا خیال ہے دیگر مذاہب میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک
کو ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریق کے عمل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ چاہے اسکی سمجھ میں آوے یا نہ آوے ۔

ہشتم ۔ اس سناتن دھرم میں نشکام اپاسنا کا وہ مسئلہ ہے کہ جو اور کسی مذہب میں پایا نہیں جاتا ۔ نشکام
اپاسنا کے معنے ہیں وہ پرستش جو کسی فائدہ کی خواہش سے نہ کی جاوے اور اسکا اجر یا معاوضہ پانے کی آرزو بھی دل
میں پیدا نہ ہو ۔ دیگر مذاہب کی عموماً تعلیم یہ ہے کہ خدا کی بندگی کرو وہ تمکو ثواب دیگا بہشت ملیگی ۔
حوریں ملینگی وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن سناتن دھرم میں اس قسم کی خواہش کو دل میں رکھکر جو اپاسنا یعنے پرستش کی
جاوے اسکو ادنیٰ درجہ دیا گیا ہے ۔ سناتن دھرم میں ہدایت ہے کہ تم بندگی یا پرستش کرو اسکا معاوضہ پانے کے
خیال کو دل سے نکال ڈالو ۔ اگر اجر پانے کی خواہش رہیگی تو بہشت یا سورگ وغیرہ تو ضرور حاصل ہوگا لیکن نجات
کے سامنے یہ بات نہایت ادنیٰ قسم کی ہے ۔ جب تک خواہش اجر پانے کی رہتی ہے تب تک خدا کا اصلی دیدار حاصل
نہ ہوگا ۔ یہ بڑا اعلیٰ درجہ کا آدرش سناتن دھرم میں ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ جو کچھ نیک کام کرو اسکے اجر کے امیدوار
نہ رہو بلکہ اسکا پھل بھی اسی رب العالمین کی بارگاہ میں ارپن کردو جیسا کہ کسی نیک کام کے انجام کے بعد کہا کرتے
ہیں : ब्रह्मार्पणमस्तु ۔ خدا کے ساتھ تجارت کے اصول پر پرستش نہ کرو کہ ہم اسکی عبادت کرتے ہیں
اسلیئے وہ ہمیں فلاں راحت دیوے ۔ سناتن دھرم کے اعلیٰ اصولوں کے مطابق یہ عبادت نہیں ہے بلکہ تجارت ہے
کہ کچھ چیز دینا اور اسکا معاوضہ کوئی اس سے زیادہ قیمت کی چیز کی خواہش رکھنا ۔ سچی عبادت وہی ہے اور سچی
خدمت وہی ہے جو بلا خیال معاوضہ کے کیجاوے ۔ اگر معاوضہ کی خواہش دل میں بنی رہی تو وہ سچی خدمت کیسے ہو
سکتی ہے ۔ عام دنیاوی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو نہایت اعلیٰ درجہ کی قابل قدر خدمت وہی شمار ہوتی ہے جو
بلا خیال معاوضہ کے کیجاوے ۔ ایسی صورت میں مالک کو خود فکر پیدا ہوتی ہے کہ وہ کیا معاوضہ دیوے ۔ اگر کوئی معاوضہ
دیا جاوے اگر اسکے لینے سے بھی خادم انکار کا اصرار کرے تو لاچار مخدوم خادم کو خاص اپنا ہی بنالیتا ہے اور جب
خادم مخدوم کے ساتھ ایک ہوگیا تو پھر اسکو کس امر کی پرواہ رہی ۔ اس نشکام اپاسنا یعنے عبادت بلا خیال
معاوضہ کا اپدیش اور کسی مذہب میں اس طرح پر نہیں ہے جیسا کہ سناتن دھرم میں ہے اور اس اپدیش کو ایسی
وضاحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے کہ جسکی خوبصورتی کے ساتھ کسی اور مذہب کا بیان ہماری نہیں کر سکتا ۔ اس نشکام
اپاسنا کا حال پڑھنے کا اگر کسی صاحب کو شوق ہو تو وہ سناتن دھرم کے کسی ودوان پنڈت سے جا کر معنے اس

اس مختصر وقت میں کہاں تک بیان ہو سکتا ہے میں فقط ایک مختصر روایت سنا کر اس مد کو ختم کرتا ہوں ۔

سری رامائن میں لکھا ہے کہ جب سری رامچندر جی کو بن باس ہوا اور وہ جنگل میں جانے کے لیے ندی کے کنارے پر آئے تو ملاح نے بڑی بھگتی اور انکساری سے کشتی پر بٹھا کر انکو پار کیا جب دوسرے کنارے پر سری رامچندر جی پہنچے تو ملاح کو سری سیتا ماتا کی انگوٹھی اتار کر دینے لگے اور کہنے لگے کہ اگرچہ یہ معاوضہ تھوڑا ہے لیکن ہمارے پاس اس وقت کیا ہے جو دے سکیں ۔ ملاح نے ہاتھ باندھ کر کہا کہ ہے بھگوان ۔ سچ ہے یہ داس ۔ میں نے تجارت کے خیال سے آپکی سیوا نہیں کی تجارت کیلیے یعنے معاوضہ چاہنے کی اور بہت سی جگہیں ہیں ۔ میں نے تو آپکے ساتھ کوئی بیوپار نہیں کیا کہ میں آپ سے معاوضہ چاہوں ۔ میں نے تو کچھ کیا ہے نشکام سیوا کی ہے اگر کوئی معاوضہ اسکا آپ دینا چاہتے ہیں اور تجارت کرنا چاہتے ہیں تو اسطرح کریں کہ جس طرح میں نے آپکو اس ندی کے پار اتارا ہے اسیطرح آپ ہمکو اس سنسار روپی سمندر یعنے بھوساگر سے صحیح سالم پار اتار دیجیئے !!!

نہم ۔ ایک خاص نقطہ کا یہ دعوے ہے کہ انکے ہاں جو یہ قول ہے کہ "دوسرے کے ساتھ ایسا سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ دوسرا تمہارے ساتھ کرے" ۔ یہ گولڈن رول یعنے آب زر سے لکھنے کے قابل قاعدہ یا اصول دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے اور یہ خاص ایک ہی مذہب کی میراث ہے اور انکے ہی خداوند نے اسکو مذہبی یا آسمانی کتاب میں بیان کیا ہے ۔ میں جرأت کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ مذہب ہذا کے پیروان کو سناتن دھرم کا کچھ بھی حال معلوم نہیں ہے نہ انھوں نے اس معاملہ میں کبھی تحقیقات کی تکلیف گوارا کی ہے ورنہ انکو ثابت ہو جاتا کہ اس قسم کے سنہری اصول بلکہ اس سے بڑھکر ہیروں اور جواہرات میں جڑے جانے کے قابل اصول سناتن دھرم میں بہت سے ہیں اور اتنی تحقیقات مختلف صفات کے متعلق کی گئی ہے کہ ابھی امر تک پہونچنے کے لیے ایک بڑی محنت اور مطالعہ درکار ہوگا ۔ باوجود یوروپین اور امریکن اور کرسچن ہونے کے جن صاحب انصاف پسند نے اس سناتن دھرم کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کیا ہے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سب سے اول یہ اصول جسپر مذہب عیسوی کو ناز ہے سناتن دھرم کے ہی لٹریچر میں پایا جاتا ہے اور اسکے بعد دیگر مذاہب میں منتقل ہوا ۔ سنسکرت شاستروں میں لکھا ہے ۔

श्रूयतां धर्मसर्वस्वं श्रुत्वा चाप्यवधार्यताम् ॥
आत्मनः प्रतिकूलानि परेषां न समाचरेत् ॥

یعنے سب دھرموں کا خلاصہ یہ ہے اسکو سنکر ہمیشہ دل میں قائم رکھو کہ تمکو اوروں کے ساتھ وہ کام نہیں کرنا

جو چیز خود تمکو اپنی نسبت برا معلوم ہوتا ہے + مہا بھارت میں لکھا ہے کہ:-

आत्मवत् सर्व भूतेषु यः पश्यति स पश्यति

اصل میں دیکھنے والا یعنے آنکھیں رکھنے والا وہی ہے جو اپنے موافق اوروں کو دیکھتا ہے +"

आत्मौपम्येन सर्वत्र समं पश्यति यो नरः ॥

सुखं वा यदि वा दुःखं सम्योगपि इति मे मतिः ॥

(معنے) جو شخص سکھ اور دکھ کے متعلق غیروں کو اپنے مطابق سمجھتا ہے یعنے یہ خیال کرتا ہے کہ جس سے مجھکو دکھ ہوتا ہے ویسا سلوک دوسرے کے ساتھ نہیں کرنا چاہیئے - وہی یوگی ہے + پھر کہا ہے :-

अरावप्युचितं कार्यमातिथ्यं गृहमागते ॥

छेत्तुः पार्श्वगतां छायां नोपसंहरति द्रुमः ॥

(معنے) آدمی کو چاہیئے کہ اگر دشمن بھی اپنے گھر آجاوے تو اسکی خاطر تواضع کرے جیسے درخت اس شخص کو بھی جو اسے کاٹنا چاہتا ہے اپنے سایہ سے محروم نہیں کرتا + غرضکہ ایسے سیکڑوں اقوال سناتن دھرم کی پستکوں میں ملینگے جیسے مندرجہ بالا۔ گو لندن روڈ (جس پر غیر مذہب کو ناز ہے کہ فقط اسی مذہب میں پایا جاتا ہے) سے بڑھکر تعلیم پائی جاتی ہے + پس یہ کسطرح سے ممکن نہیں ہے کہ اس سناتن دھرم سے فضیلت میں بڑھکر کوئی اور دھرم دنیا کے پردہ پر مل سکے +

دہم + یہ خاص فضیلت اسی دھرم میں موجود پائی جاتی ہے کہ جس صورت میں دیگر مذاہب کو سائنس اور علمی ترقی سے خوف ہے سناتن دھرم کو اسکی ترقی میں خوشی ہے۔ خلاف اسکے سناتن دھرم کو اگر خوف ہے تو جہالت اور تاریکی سے ہے + جن ممالک میں سائنس اعلےٰ ترقی کر رہا ہے ان ممالک میں وہاں کے آبائی مذاہب کی قدر کم ہو رہی ہے کیونکہ وہ مذاہب سائنس کی ترقی اور نئے تجربوں کی روشنی کو سہار نہیں سکتے اور لوگ بے اعتقاد ہوئے جاتے ہیں۔ لیکن سناتن دھرم ہے کہ نہایت خوشی کے ساتھ سائنس اور علم کی ترقی کو دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ جسقدر سائنس اور علم فلسفہ کی ترقی ہوتی ہے اسیقدر سناتن دھرم کی خوبیاں آشکارا ہوتی ہیں۔ اور جسقدر جہالت کا دور دورہ ہوگا اسیقدر سناتن دھرم کو خطرہ ہے + دیگر کئی مذاہب کے بانیان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروان کو جہالت میں رکھنا پسند کرتے تھے کہ اسی میں انکے مذہب کی طاقت ہے اور جوں ہی جہالت دور ہوئی کہ انکے مذہب کو عظیم زوال آیا + سناتن دھرم خلاف اسکے یہ کہتا ہے

جیساکہ برہسپتی جی کا قول ہے:۔

केवलं शास्त्र माश्रित्य न कर्त्तव्यो विनिर्णयः

युक्तिहीन विचारेण धर्महानि प्रजायते ॥

یعنے فقط شاستر یعنے مذہبی کتب پر ہی بھروسہ رکھکر دھرم کی تحقیقات نہیں کرنی چاہیئے بلکہ دلیل اور عقل کو بھی خاطرخواہ طور پر کام میں لانا چاہیئے کیونکہ بغیر دلیل اور عقل کے جو فیصلہ کیا جاوے۔ اس سے دھرم کی خرابی پیدا ہوتی ہے ؛ گویا جس صورت میں دیگر مذاہب اپنے پیروان کو روکتے ہیں کہ مذہبی معاملات میں عقلی دلائل کو کام میں نہ لاؤ سناتن دہرم تاکید کرتا ہے کہ اپنی عقل اور دلیل سے پورا پورا کام لیکر مذہبی معاملات کا فیصلہ کرو۔ جس مذہب کی بنیاد اعلے درجے کے سائنس فلاسفی اور خالص صداقت پر مبنی ہو وہی اس طرح کا حوصلہ کرسکتا ہے کہ عقلی دلیل بازی کو کام میں لانیکا پورا موقع دیوے۔ ہر ایک مذہب کا یہ حوصلہ نہیں ہے جسقدر عقل اور دلیل کی لیاقت ترقی کرے گی اسیقدر سناتن دہرم کی خوبیاں عیاں ہونگی۔ سناتن دہرم فقط اپنی اصلی صداقت اور اعلی درجہ کی دقیق تحقیقات کی خوبیوں سے پر ہونے کیوجہ سے آجتک باوجود آتنا زمانہ گذر جانے کے جسکا پتہ کوئی نہیں بتا سکتا اسوقت تک قائم ہے اور اسوقت ان ممالک میں خاص عزت اور رتبہ حاصل کر رہا ہے کہ جہاں سائنس اور عقل نے اعلی درجہ کی ترقی کی ہے ؛ یہ سناتن ہندو مذہب ہی ہے جو تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا گیا اور نہ حکومت کے دباؤ سے پھیلایا گیا۔ فقط اپنی خالص صفات اور اصلی صداقت کے جوہروں کی وجہ سے ان ممالک میں بھی عزت حاصل کر رہا ہے کہ جہاں تلوار یا پولٹیکل طاقت۔ دونوں غیر مذاہب کے ہاتھ میں ہیں ؛ جب جہالت یا تعصب کی گھٹا چھا جاتی ہے تب یہ سناتن دہرم روپی جوہر گویا گودڑیوں میں چھپ جاتا ہے۔ اور جب قدردان جوہریوں کا زمانہ آتا ہے تو پھر یہ لعل گودڑیوں میں سے نکلکر اپنی چمک کا جلوہ چاروں طرف روشن کر دیتا ہے اور قدردان اسکو اپنے سر پر دھارن کرتے ہیں ؛ جبکہ یہ عالی شان مذہب کسی غیر مذہب کو خود میں ملانا ہی اپنا اصول نہیں سمجھتا اور کسیکو اپنے دین سے بیدین کرنا گناہ خیال کرتا ہے تو اسکو تلوار کی طاقت سے کیا کام۔ اور اسکو اپنے مذہب کے قیام کے لیے پولٹیکل طاقت کی کیا ضرورت ؟ ان ہتیاروں سے تو ان مذاہب کو کام لینے کی ضرورت ہو کہ جن میں اصلی خوبیاں ندارد ہوں اور وہ اسی زور کے بغیر اور کوئی چارہ اپنے قیام کا نہ رکھتے ہوں۔ اور جن میں پہلے سے یہ رواہو کہ لوگوں کا اپنا مذہب بگاڑکر انکو اپنے مذہب میں شامل کر لیا جاوے اور جنھوں نے خداوند تعالے

کو ایسا طرفدار اور متعصب خیال کرتا ہے کہ وہ فقط اسکے ہی مذہب والوں کو نجات دیگا اور باقی تمام کو جو ہر وقت ہی ایماندار نیک اور دیندار ہوں جہنم کی آگ میں ڈالدیگا۔ کیونکہ انہوں نے بھی [illegible] نا واقفیت سے [illegible] کیا ہوا ہے [illegible] عالیشان سناتن دھرم ان [illegible] خیالات اور [illegible] اپنے قیام کے لیئے تلوار کی ضرورت [illegible] طاقت کی حاجت اسکو اگر ضرورت [illegible] روحانی ترقی کی جو [illegible] سناتن دھرم خود بخود بغیر تلوار یا طاقت کے زور کے عزت پا [illegible] چونکہ یہ دھرم بڑی خوشی سے عقلی دلائل کو [illegible] معاملات کی تحقیقات میں دخل دینے کی اجازت دیتا ہے لہذا [illegible] دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں [illegible] بہت سے لوگوں کو قابل اعتراض معلوم ہوتی ہیں وہ تمام [illegible] تحقیقات کی کسوٹی پر [illegible] کی تاریخ [illegible] اور [illegible] اپنے شکوک [illegible] کر سکتا ہے۔ اور سناتن دھرم کے عالمان ہر وقت اپنے شکوک رفع کرنے کے لیئے تیار ہیں [illegible] تحقیقات کی نیت سے وہ شکوک رفع کرنے کو آمادہ ہو میں بھی اپنی ناچیز عقل کے مطابق ایسے صاحبان کی خدمت کو تیار رہونگا۔ فقط

جناب پنڈت صاحب موصوف کی تقریر اور انکی تقریر کے سننے سے پہلے سناتن دھرمی صاحبان [illegible] تشریف لا ہوئے تھے۔ اور یہ دو تقریریں بڑی دلچسپی اور محبت کے ساتھ سنی گئیں اور جناب [illegible] پرشاد صاحب [illegible] بعد ان دو بزرگوں کی تقریروں کے ہو جانے سے سناتن دھرم کی طرف سے عمدہ [illegible] پنجاب سناتن دھرم میں یہ تینوں اصحاب اعلیٰ پایہ کے مانے ہوئے ہیں خصوصاً جناب پنڈت بہانو دت صاحب [illegible] سنسکرت میں ید طولیٰ حاصل ہے ہندو سوسائٹی میں صرف آپکا نام ہے واقفیت سنسکرت کا سرٹیفکیٹ [illegible] آپ یونیورسٹی پنجاب کے ممتحن زبان سنسکرت بھی ہیں۔ آپکی تقریر ایک عام پسندی اپنے اندر رکھتی تھی اور کسی فرقہ وملت کا کوئی بزرگ ایسا نہ تھا جس نے اس تقریر کو خاص پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا ہو خصوصاً جس عالمانہ انداز کو آپنے انسان کی حقیقت پر بحث کی وہ خاصکر قابل تعریف واقعہ ہوئے۔

عالیجناب پنڈت بہانو دت صاحب بالقابہ ممتحن پنجاب یونیورسٹی لاہور

اوم تت ست

انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے

منگلاچرن

میرے نہایت لائق فائق جناب پریزیڈنٹ ممبران کارکن کمیٹی اور نہایت عزیز حاضرین۔

صاحبان - اگرچہ میں اپنے وعدہ کے مطابق مقررہ وقت پر آپ لوگوں کے سامنے "انسانی زندگی کا عین مقصد کیا ہے" اس فقرہ کی تشریح بموجب ہندو شاستر کے کرنے کی جرأت کرتا ہوں مگر بیان کرنے سے بیشتر مجھے کئی مشکلات درپیش آتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر میں کرے دیتا ہوں مگر صرف ایک پرمیشور کے چرنوں کا خیال کر کے بیان کرنا شروع کرتا ہوں وہ خود ساری مشکلات آسان کر دیگا

پہلے صاحبو شروع زمانہ سے دو ہی قسم کے انسان یعنے ایک آستک جو خدا بہشت دوزخ اولیا اور انبیا کو اور نیز پتر اور دیوتاوں کو چار یا چھ (۱) ارتھاپتی (۲) پرتیکش (۳) انومان (۴) اُپمان (۵) اور شبد (۶) اور

(۱) منگلا دینی منگل مدھیانی منگلا نتانیچ گرنتھانتے ست پرشنا

(۲) مہاتماپرش شروع درمیان اور آخر میں ہر ایک گرنتھ یا بیان میں ایشور کا سمرن یا نمسکار یا دعا یاذکر کرتے ہیں۔

(२) मङ्गलादीनि मङ्गल मध्यानि मङ्गलान्तानिच ग्रन्थान्ते
(सत्यपुरुष:

ओं असतोमा ऽ सद् गमय,
तमसोमा ज्योतिर्गमय, मृत्योर्मा ऽ मृतं गमय आविराविर्म
एधि रुद्र यत्ते दक्षिणं मुखं तेन मां पाहि नित्यम् ॥९॥

(۳) ہے ایشور اَست سے ہمکو ست میں لیجا اندھیری سے پرکاش میں اور تھ لیجا موت سے ہمکو امرت میں لیجا (رکھیتی) ہم سبھوں کے نکٹ ظاہر ہو ہم تمکو حاضر و ناظر دیکھیں اپنے ترس نگہہ سے ہم سبھوں کی رکھشا کر۔

رتو بھیدی کے ذریعہ سے مانتے ہیں ناستک وہ جو کچھ نہیں مانتے صرف پرتکش یعنے جو نظر آتا ہے اور جو مفید ہے
اسی کو مانتی چلے آئے ہیں ان دنوں کئے نئے نئے فرقے اور بھی پیدا ہوئے ہیں اور روز بروز بڑھتے ہی جاتے ہیں
جنہیں ناستکون کے نام سے اگر پکارا جاوے تو کچھ بیجا نہیں بلکہ اوچیت ہے کیونکہ انکی جہاں تک عقل کام کرتی ہے
مانتے ہیں جہاں عقل کی پہونچ نہیں اوسے بیجا بیجا و دہیات یا نان سنس کہتے ہیں۔ سو صاحبو میں ایک آستک
فرقے سے ہوں اور انہیں کی طرف سے بیان بھی کرنے کو کھڑا ہوں جسکے واسطے یہ حکم ہے کہ کسی مجلس میں اگر جانا ہو تو جو
کچھ اپنی رائے ہے ٹھیک ٹھیک بیان نہیں کرتا ہے یا کچھ لاگ لپیٹ سے بیان کرتا ہے تو گنہگار ہے پس معزز صاحب
اسواسطے مجھے خوف آیا ہے کہ شاید مجھے بھی و دہیات یا نان سنس وغیرہ لفظوں سے نہ پکارا جاوے یہ نہیں سمجھتے

(१) प्रत्यक्षाऽनुमानोथमानशब्दाऽप्रमाणानि ॥
न स्वर्गो नाऽपवर्गश्चनैवात्मा पारलौकिकः ॥
नैव वर्णाश्रमादीनां क्रियाश्च फलदायकाः ॥
यावज्जीवेत्सुखं जीवेदृणं कृत्वा घृतं पिबेत् ।
भस्मीभूतस्य देहस्य पुनरागमनं कुतः ॥
यदि गच्छेत्परं लोकं देहादेव विनिर्गतः ॥
कस्माद्भूयो न चायाति बन्धुस्नेहसमाकुलः ॥

(۱) نہ سورگ ہے نہ موکش ہے نہ کوئی روح ہے نہ کوئی دوسرا جہان ہے نہ کوئی ذات نہ کوئی آشرم نہ کچھ انکے دہرم کرنے سے فائدہ ہے
جب تک جیو عیش کرو خوب کماؤ کھاؤ جسم نے خاک ہو جانا ہے۔ یہ آنا جانا کسی نے نہیں۔ اگر جسم چھوڑ روح کہیں
جاتا ہے تو واپس کیوں نہیں آتا۔

(२) सभा वा न प्रवेष्टव्या । वक्तव्यं वा समञ्जसं अब्रु
वन् विब्रुवन्वापि नरो भवति किल्बिषी ॥

(۲) کسی سبھا میں داخل مت ہو ہوتا ہے تو ٹھیک سچ کہہ اگر ایسا نہیں کرتا تو گنہگار ہے۔

کرجن[1] دلائل سے خدا کی ہستی ثبوت ہوتی ہے اونہیں سے دیوتاؤں[2] کا ہونا اور پتہروں کا سوکہشم روپ دہار کر شرادہ آدہی میں اپنی اولاد سے بلائے جاکر انکے دیے ان وغیرہ کو وہ سنا سے قبول کرنا بہی ثابت ہو سکتا ہے ۔

عزیزو اکثر مجھے کبہی کبہی دہرم سبہاوں میں ہندی میں تقریر کرنے کا موقعہ ملا ہے اردو میں نہیں اور مجھے یہاں اردو میں اردو فارسی دانوں یا انگریزی خوانوں کا ہی دکہائی دے رہا ہے ۔ شاید میری تقریر[3] کو اوقات ضائع اور بیفائدہ ہی نہ سمجہیں جسکا مجھے دوشی بننا پڑے ۔

جس مضمون کے بیان کرنے کو میں کھڑا ہوا ہوں اسکی تمام ہندو شاستر ۔ ہندو دھرم کے فرقات خود انپر عمل پیرا ہیں۔ بیان کرنے کی طاقت اور زبان دانی کی لیاقت سبہی کچہ درکار ہے جو مجھ میں ٹہیک نہیں ۔ مگر صرف اتنا بہروسہ ہے کہ کچہ فائدہ ہی ہوگا ۔ چاہے کئی صاحبان اونچے لٹکنے والے آم پہل کے خواہشمند پست قد آدمی کو اچہلتے کو دتے دیکہہ ہنسنے گے مگر کوئی ایسے سجن وہ یا وان بہی آنکلیں گے جو خود نہ اتار دینگے تو کوئی اتارنے کا ذریعہ بتا جاوینگے وغیرہ وغیرہ صاحبو آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہوگا یا معلوم ہونا چاہیے کہ بغیر دیوار یا کاغذ[4] تصویر ہی نہیں ہو سکتی بغیر کارن[5] (علت) کے کاریہ (معلوم) ثابت نہیں ہو سکتا پس میرے بیانیہ فقرہ کے اندر مندرجہ ذیل تین لفظ ہیں یعنے (۱) انسان (۲) زندگی (۳) مدعا جبتک ہر ایک لفظ کی مفصل تشریح نہ کردوں اصلی مدعا معلوم نہیں ہوتا اسیواسطے پہلے ہر ایک لفظ کا مفصل بیان کرتا ہوں اگرچہ عام طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ

१- क्षित्यङ्कुरादिकं कर्तृजन्यं कार्यत्वाद् घटवदित्यनुमानम्

२- कर्मणा पितृलोको विद्यया देवलोक इति श्रुतेः ॥

(۱) کرموں سے پتر لوک اور ودیا سے دیولوک

३- प्रयोजनमनुद्दिश्य न मन्दोऽपि प्रवर्तते । अर्थस्य पुरुषो दास इत्यादि वाक्योल्लङ्घने महान् दोषः ॥

४- सति कुड्ये चित्रं ॥ (س) دیوار بنے تب ہی تصویر ہو سکتی ہے

५- वाक्यार्थबुद्धौ पदार्थबुद्धेः कारणत्वम् । पदार्थज्ञानमन्तरा वाक्यार्थज्ञानं कदापि न संभवति ।

(۳) جبتک واقعہ یعنے فقرہ میں کے پدوں کے ارتھ کو نہیں جانا تبتک واقعہ کا ارتھ پہلے سبات سمجھ میں نہیں آسکتا

قالب ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ انسان ہے اور جیتا جاگتا چلتا پھرتا بولتا وغیرہ ہے یہی اسکی زندگی ہے اور کھانا پینا عیش وعشرت وغیرہ بھی اسکے جینے کا مدعا ہے اور اس سے زیادہ کیا کچھ ہے اور کیا ضرورت پڑی ہے؟

حاضرین صاحبو یہہ ہی نہ سمجھ بیٹھنا۔ میں کچھ اور ہی اپنا مدعا بیان کرتا ہوں کیونکہ بیان کے سنسکرت سنے دیاکھیان ہے۔ ویاکھیان کے معنے وہی ہوتے ہیں جس سے حاضرین کو معمول سے کچھ زیادہ یقین ہو سو میں لکھشن اور پرمانوں سے اپنا مدعا کو بیان کروں گا۔

صاحبو عام سرسری نظر میں جسے آپ انسان سمجھ رہے ہیں یہ انسان نہیں ہے یہ تو مفصلہ ذیل تین چیزوں کا مجموعہ ہے جواب میں بیان کرتا ہوں ایک استھول شریر یا پنچ بھوتک شریر (خالی پتلا) دوسرے لنگ شریر یا سوکھشم شریر جو دس حسنہ حواس ناطقہ پانچ پران اور من۔ بدہی ان سترہ چیزوں کی بناوٹ ہے تیسرا جیو یا چیتن یا ساکشی چیتن جسکے کارن سے سوکھشم شریر بھی چیتن ہو رہا ہے پس صاحبو یہ جو کچھ جاندار چیزیں ہم تم کل خلق اللہ دکھائی دے رہے ہیں ان ہی تین چیزوں کا مجموعہ ہے جن میں انسان اشرف المخلوقات مانا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵

१ - व्याख्यानतो विशेषप्रतिपत्तिर्नहि सन्देहादलक्षणम् ।

یہ دیاکرن کے مہابھاشیہ کار شری مہاشی پتنجلی جی کا فرمان ہے ویاکھیان یعنی تشریح وہی ہے جس سے معمول سے زیادہ تر کوئی یقین ہو۔

२ - लक्षणप्रमाणाभ्यां वस्तुसिद्धिः

کسی پدارتھ کی جب تک تشریح نہ کریں اور اس میں پرمان نہ دیں تو اصلیت نہیں۔

३ - स्थूलदेहं परित्यज्य काष्ठलोष्ठसमं क्षितौ। विमुखा बान्धवा यान्ति धर्मस्तमनुतिष्ठति

اس خاکی جسم کو مٹی کے ڈھیلا کی طرح چھوڑ کر رشتہ دار سب منہ موڑ چلے جاتے ہیں

४ - पंच प्राणा मनो बुद्धिः पंचज्ञानेन्द्रियाणि च । पंचकर्मेन्द्रियाणीति सूक्ष्मदेहः स्मृतो बुधैः ॥

५ - जन्माद्यनीनश्चिन्मात्रः परमात्मैव वस्तुतः । अविद्यावासनाभ्यासाद्देहाद्यध्यासवानयम् ॥

گیا ہے اور یہہ سب سے بڑہکر ایشور کو پیارا ہے اور بڑے بڑے پیارے شبہ کرموں سے جواہر سے لاکہہ بہگت کو ملا ہے ...... اوسیکو دیکہکر پرماتما پرسن ہوتے ہیں - یہ اوس کا انش ہے اسکے انند کو انند سمجہنے والا اور اوس سے فائدہ اوٹہانیوالا صرف ایک یہہ ہے پتلا ہے یہ اوس انند کا بہاگی ہے جدا انند کے سمندر کی ایک بوند کو تمام دنیا ترس رہی ہے صرف ہندو شاستر کا ہی یہ عقیدہ نہیں اسلام نے بہی اسے اشرف المخلوقات کہا اور مانا ہے عیسائیوں نے بہی اسکو اللہ تعالی کی تصویر یا خدا کی مخلوقات میں سے سب سے اول (The Creation of) کہا ہے - ژند - توریت اور ترپٹک وغیرہ - زردشت - یوسائی - اور یہودیوں کے دہرم پستکوں میں بہی مکتی نجات یا یزدان کا حاصل کنندہ اسیکو بیان کیا گیا ہے تو پہر کہانا پینا سونا عیش عشرت کرنا اسکی زندگی کا مدعا سمجہ بیٹہنا نہایت غلطی نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے اگر زندگی کی بات پوچہیں تو یہ بہت ہی کلچہن یا چپل ہے کہیں پانی کے بلبلے اور کہیں دہوئیں اونسان سے تشبیہ دیگئی ہے کسیکو پتہ نہیں میں کیا ہوں - کہاں سے ہوں کس لیے ہوں - اور کب تک زندہ ہوں سب یہہ جانتے ہیں کہ مرنا ضرور ہے -

عزیز حاضرین جب واقعی یہ بات ہے کہ ہم کو یہہ انسانی جامہ بڑی نعمت خداداد ملا ہے اور اسکے قیام کا بہی ہمکو پتہ نہیں اور ہمنے یہ بہی سمجہا ہے کہ یہی مکتی یا یزدان یا پرم شانتی (نہایت یا غایت درجہ کی روحانی خوشی) حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے - تو ہم دنیاوی عیش و عشرت ہی اسکا مدعا کیونکر سمجہتے ہیں ہرگز نہیں نہیں نہیں دنیا کے عیش سے بہی کوئی سیر نہیں ہوا جوں جوں عیش کے سامان ملتے جلتے ہیں طبیعت ہرگز سیر نہیں ہوتی کبہی

१- नृदेहमाद्यं सुलभं सुदुर्लभं प्लवं सुकल्पं गुरुकर्णधारं।
मयानुकूलेन नभस्वतेरितं पुमान् भवाब्धिं न तरेत् स
आत्महा ॥ خدا فرماتا ہے کہ اے انسان تجکو میں نے اس سنسار سمندر سے پار اتارنیکو بیڑا اور سب
آسانی سے انسانی جامہ دیا ہے پس اس ناؤ کے ذریعہ سے اس سمندر نہ تریگا تو خودکش سمجہا جائیگا

२- आहार निद्रा भय मैथुनं च सामान्यमेतत् पशुभिर्नराणाम्
धर्मो हि तेषामधिको विशेषो धर्मेण हीनाः पशुभिः समानाः
३- जल लोल बिन्दु चपलं फेनोपमं जीवितं ॥
४- गृहीत इव केशेषु मृत्युना धर्ममाचरेत् ॥ मृत्युर्जन्मवतां वीर

ڈالنے سے جیسے آگ بھڑکتی ہے ویسے ہی زیادہ سے زیادہ بھڑکنے لگتی ہے میرے پیارے حاضرین مذکورہ بالا بیان سے
ثابت ہوا کہ ایک دھرم[۱] ہی انسانی زندگی کا مدعا ہے اور کچھ نہیں[۲] سو اب دھرم کی تشریح کرتا ہوں دھرم کے معنے نہ
تو ایمان نہ مذہب نہ ریلیجن ہیں۔ دھرم لفظ کے معنی ہندو شاستر میں بہت فراخ رکھے ہیں ایمان وغیرہ سب
ہی اسکے درمیان آجاتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ دھرم لفظ کے معنے انسان میں انسانیت سمجھو جسکے ہونے

देहेन सह जायते अथ वा दशनान्ते वा मृत्युर्वै प्राणिनां ध्रुवः॥
५- त्रिविधदुःखात्यन्त निवृत्तिः परमपुरुषार्थः न दृष्टात्तत्सिद्धिर्निवृत्यन्तेऽप्यनुवृत्ति दर्शनात्॥ صفحہ ۲۳۶
६- न जातु कामः कामानामुपभोगेन शाम्यति। हविषा कृष्णवर्त्मेव भूय एवाभिवर्द्धते॥
७- एतस्यैवानन्दस्यान्यानि भूतानि मात्रामुपविशन्ति आनन्दादेव खल्विमानि भूतानि जायन्ते। आनन्देन जातानि जीवन्ति। आनन्दं प्रयान्त्यभिसंविशन्ति॥

१- चतुराशीतिलक्षेषु चतुर्भेदाहि जन्तवः मानुष्यं प्रवरं तत्र भुक्तिमुक्तिप्रदं यतः॥ صفحہ ۲۳۷
१- धारयति इति धर्मः
२- धर्मात्परं नास्ति धर्मः सर्वेषां भूतानामग्रु। धर्म एव हतो हन्ति धर्मो रक्षति रक्षितः॥
सव एव सुहृद्धर्मो निधनेऽप्यनुयाति यः शरीरेण समं नाशं सर्वं मन्यत्तु गच्छति॥

१- धर्मेण हीनाः पशुभिः समानाः॥
२- विहितकर्मजन्यो धर्मः तद्विरुद्धस्त्वधर्मः॥

—

سے انسان انسان ہے ورنہ حیوانؔ سے بدتر ۔
اگر آپ پوچھیں گے کہ وہ انسانیت کیا ہے تو ہندو دھرم شاستروں میں مفصل جو بیان کیا ہے وہ یہ ہے +
اندھیہ افعال کے نتائج دھرم ۔ اور بد اعمال کے نتائج ادھرم ۔ پھر دھرم کی تفصیل یوں کی ہے اول سامانیہ دوم
دیوی سوم پرم دھرم یا موکش دھرم + سامانیہ کو ہندو شئے دھرم بھی کہتے ہیں جسکی پہچان یہ ہے پہلا اہنسا
کسیکی جان کو ایذا نہ پہونچانی ۔ دوسرا ستیہ (راستی) تیسرا استیہ (چوری نکرنی) چوتھا برہمچریہ (مذہبی تعلیم)
پانچواں اپریگرہ (سمجھکر صدقہ کرنیکے یا بیجا خیرات نہ لینی) چھٹا شم (حرص خوشی) ساتواں دم (دلکو قابو
رکھنا) آٹھواں تپ (ریاضت) نواں شوچ (پانی وغیرہ جسم کو سچائی سے جو دل کی صرف صفائیوں سے ہے
اور علم اور ریاضت سے روحانی اور گیان سے عقل کی صفائی مارگ درویہ (منشی چیزوں) سے دست برداری
وغیرہ سب اسیکے اندر آجاتا ہے حاضرین صاحبو اگرچہ میںنے صرف مانشی دھرم یا انسانیت کا ہی بیان کیا ہے ۔
ورن دھرم ۔ آشرم دھرم ۔ دیش دھرم یا کل دھرم وغیرہ وغیرہ فروعات کا نہیں کہ مضمون بڑھ نہ جائے مگر انکا
بیان کرنا بھی مجھے بہت ضروری معلوم ہوتا تھا کہ حاضرین معلوم کرتے کہ دھاتک برہمن کھتری ویش کس بھانت
برہمچریہ ۔ گرہست بان پرست اور سنیاسی میں اپنی زندگی کے چار حصہ کرکے بسر کرتے اور کسطرح روحانی زندگی
کے سامنے اس زندگی کو ہیچ پوچ سمجھتے تھے ۔ برہمچریہ میں کس بھانت گروکل میں گرو کی سیوا کرکے دینی اور
دنیوی اخلاقی میں پوری پوری واقفیت حاصل کرتے اور گرو کی اجازت سے گرہستی آشرم میں برہم نشٹھ ہوتمام

---

३ - अहिंसा सत्यमस्तेय ब्रह्मचर्या परिग्रहः । शमो दमस्तपः शौच मार्दवं ह्रीरचापलम् ॥

४ अद्भिर्गात्राणि शुद्धयन्ति । विद्यातपोभ्यां भूतात्मा बुद्धिर्ज्ञानेन शुद्ध्यति ॥

४ - मनुष्यस्य च देहोऽयं क्षुद्रकामाय नेष्यते । कृच्छ्राय तपसे चैव प्रेत्यानन्तसुखाय च ॥

५ - ब्रह्मनिष्ठो गृहस्थः स्यात्तत्त्वज्ञानपरायणः यद्यत्कर्म प्रकुर्वीत तद्ब्रह्मणि समर्पयेत् ॥

کام خدا کی عبادت ہی سمجھتے اور ماں باپ کو پرتکش دیوتا بڑے بہائی بہن کو ماں باپ کی مانند فرزندوں کو لخت جگر جورو کو آدھا جسم نوکر چاکروں کو اپنا سایہ اور تمام جہان کو اپنا کٹمنبہ سمجھتے ہوئے بیٹھے کے گرہست آشرم میں پہنچے ہی بان پرست اختیار کرتے تھے جس سے بالکل گھربار کے علاقوں سے الگ ہو ایشور کی عبادت میں ہی وقت بسر کیا کرتے تھے۔

صاحبو یہانتک تو میننے سنتن دہرم یعنے ادنی درجہ کی حالت دہرم کی بیان کی ہے۔ اسی سے اوپر دیوی دہرم یا وشیش دہرم کا بیان کرتا ہوں جس سے انسان اوس انسانی حالت میں سے جس میں ست۔ رج اور تم تینوں خصلتوں کو یکسان رکھنا پڑتا تھا۔ آگے بڑھتا ہے یعنے ستوگن کی خصلت کو بڑھاتے بڑھاتے دیوسیو یا اُپاسنا کے لائق خود کو بنا دیوتاؤں سے دنیا کی حشمتیں اور اور سدھی یعنے آٹھ قسم کی کرامت حاصل کرنے کا بھی آدھیکاری ہوسکتا ہے مگر جب دیوتاؤں کو ناشوان اور انکے سکھوں کو بھی انتیہ (فانی) سمجھتا ہے اور گیان کے شکہر کے سامنے ادھی حشمت اور آٹھوں سدھیوں کو بھی ہیچ سمجھنے لگتا ہے

(१) - मातरं पितरं चैव साक्षात्प्रत्यक्षदेवतां मत्वा गृही निषेवेत सदा सर्व प्रयतनतः

(२) - भ्राता ज्येष्ठः समः पित्रा भार्या पुत्रः स्वका तनुः। छाया स्वदासवर्गश्च दुहिता कृपणं परं ॥

(३) - अयं निजः परो वेति गणना लघुचेतसां उदार चरितानां तु वसुधैव कुटुम्बकम् ॥

(४) - नादेवो देवतां यजेदेति ॥ جبتک خود دیوتا نہ بنے کسی دیوتا کی اوپاسنا نہیں کرسکتا

(५) - अणिमा महिमा चैव गरिमा लघिमा तथा। प्राप्तिः प्राकाम्यमीशित्वं वशित्वं चाष्ट सिद्धयः ॥

باریک سے باریک بنجانا بڑے سے بڑا بنجانا بہت بہاری سے بہاری بنجانا ہلکے سے ہلکا بنجانا جہان چاہے پہونچنا خواہش پوری کرنا ہر ایک طاقت حاصل کرلی شے جسکو چاہے بس کرنا۔

(६) - नयथेह कर्मचितो लोकः एवमेवामुत्र पुण्यचितो लोकः क्षीयते ॥

اوسی دم پرگٹ ہو سنیاس دہار موکش دہرم کا اوہیکاری یعنے موکش دہرم میں داخل ہوجاتا ہے ۔ جو عین انسانی زندگی کا مدعا ہے ۔ اس درجہ پر پہونچنے کے چار ذریعہ ہیں

(۱) — नित्यानित्यवस्तुविवेक ॥ (२) فانی اور غیر فانے کی سوچ کر کے غیر فانی سے ہے محبت کرتی ہیں (۲)

(२) इहामुत्रार्थफलभोगविराग ॥

یعنے جسطرح جہان کی عیش و عشرت سے انسان کی سیری نہیں اسیطرح سورگ یا بہشت میں بھی سیری نہیں

(۳) (نفس کشی) دل کشی ۔ امن ۔ برداشتگی ۔ ریاضت توجہ اور مرشد اور کلام الٰہی پر پورا پورا اعتقاد (۴) मुमुक्षत्व ॥ (۴) یعنے بڑی بھاری مضبوطی اس خواہش کی ہے کہ نجات ہوجائے ۔ پس جب ان چاروں سادہنوں سے جیو سمپن ہوجاتا ہے تب پانچواں سادہن جس سے توجہ یا سمادہان کہا ہے اور جو دو قسم کا ہے ایک

सविकल्प ॥ یعنے جس میں تمام طرف سے خیالات تو رک چکتے ہیں مگر تین چیزیں خیال کے اندر ضرور رہتی ہیں ایک اُپاسک دوسرا اُپاسیہ تیسرا اُپاسنا یا یوں کہو کہ گیان ۔ ....

---

(३)

* शमादिषट्क सम्पत्ति –

(१) भूयैव सुखं नाल्पे सुखमस्ति ॥

(२) यदहरेव विरजेत्तदहरेव प्रव्रजेत् ॥

آگیا تا اور گیہ یا یون کہو کہ بہگت بہگتی اور بہجن جس بہگتی کا بیان یوں ہے کہ وہ کام کریں
جس سے پرماتما میں لگا تار بڑہنی والی محبت پیدا ہو اور کوی غرض بجز اسکے ہو اور روزمرہ
آتم پرساد (روحانی خوشی) بڑہتی دیکھے۔ پترو مترو جورو سے مال او رجان سے بڑہ کر
خدا سے محبت ہو پس **सविकल्प ॥** سویکلپ سمادہی جیون مکت کہاتے
یہہ دنیا میں رہ کر ہی دنیا سے نرلاتے۔ اسکی تشبیہ پانی سے کمل کے پتے کی طرح ہے
اسکے آگے نروکلپ سمادہی ہوتا ہے جسکا بیان اوس درجہ کے آدمی ہی کر سکتے ہیں
میری وہاں تک پہونچ نہیں۔ اسواسطی اپنے مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اور
آپ لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس انسانی زندگی کو نہایت غنیمت سمجھ کر
سچے دہارمک خدائی بندے بنو۔ اس تمام دنیا کو اوس پرماتما کا پوتر گہر سمجھہ آپس
میں ایک باپ کی اولاد بہائی بہنوں کا سا سلوک رکہو۔ یہہ اپنا ہے وہ بیگانہ ہے یہہ ایماندار
آدمیوں کا خیال نہیں ہونا چاہئیے تمام دہرتی کو ہی اپنا کنبہ سمجھہ لینا چاہئیے۔ فقط
جناب پنڈت صاحب موصوف کی تقریر جسقدر خوبی کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آپکے بعد جس رگ
نے تقریر کرنے کے لیئے آنا تہا۔ اوسکے متعلق بوجوہات چند اگرچہ کمیٹی میں کسیقدر اختلاف
تہا۔ اس اختلاف کا باعث وہ غلط فہمی تہی جو اونکے خاص معتقدات کے متعلق ممکن تہا کہ عام
میں ہوجاوے۔ سو یہہ اختلاف اسطرح رفع ہوا کہ اونکی تقریر کے پہلے پریسیڈنٹ صاحب
سپیکر صاحب کا مسودہ بیان سناویں جو اونہوں نے لکھکر کمیٹی کو دیا لہذا پریسیڈنٹ
صاحب سے التماس کی گئی کہ وہ سپیکر موصوف کو معرف کرانے سے پہلے وہ کاغذ پڑہ
دیں جسمیں سپیکر صاحب موصوف نے اپنے معتقدات لکھہ دیئے تہے چنانچہ پریسیڈنٹ
صاحب نے ذیل کے الفاظ بطور انٹروڈکشن بیان کیئے۔

---

(१) स वै पुंसा परो धर्मो यतो भक्तिरधोक्षजे ॥
अहैतुक्यप्रतिहता ययात्मा सम्प्रसीदति ॥
(२) नदेत्प्रेयो वित्तात्प्रेयो पुत्रात्प्रेयोऽन्यस्मात्सर्वात् ॥
(३) यत्र ज्ञात्वा नापरं लाभं मन्यन्ते नन्तदर्शनात् ॥

تقریر پریسیڈنٹ

اسوقت میں ایک ایسے شخص کو آپکے سامنے انٹروڈیوس کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہوں جسکی طرف سے یہ کاغذ جو مجھے کمیٹی منتظمہ سے ملا ہے ۔ کمیٹی ہذا نے مجھے سنانے کی درخواست کی ہے آپ اُسے بغور سُنیں کیونکہ تقریر سننے سے پہلے تقریر سنانے والے کے عقاید سے واقف ہوجانا اس جلسہ میں از بس ضرور ہے ۔ اب میں اس کاغذ کو پڑھتا ہوں ۔

"میں نہ عیسائی ہوں نہ موسائی نہ محمدی میں مسلمان ہوں اور ماننے والا ہوں علی طور پر توریت کا انجیل کا قرآن کا اور میں مسلمان اُن معنوں میں نہیں ہوں جن معنوں میں باقی اہل اسلام ہیں"

اس بزرگ سے بعض احباب پہلے سے واقف ہونگے آپ ہیں فاتح الکتاب المبین جناب منشی امام الدین صاحب پنشنر منصف ۔ امید ہے کہ آپ دلی توجہ سے اُنکا بیان سنیں گے ۔

توریت

عالیجناب منشی محمد امام الدین صاحب فاتح الکتاب المبین

منصف (پنشنر)

اے خدای پاک میں تیرا شکر گذار ہوں کہ تو نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ دلایا اے بھائیو یہ مجمع مذاہب کی تحقیقات کے لیے اکٹھا ہوا ہے ۔ ہر ایک مذہب کی غرض حصول نجات ہی اور دیکھنا یہ ہے کہ کس مذہب پر چلکر نجات حاصل ہوسکتی ہے ۔ ابدی نجات صرف اسی کو ملے گی جو خدا تعالےٰ کے احکام بجا لاویں گے ۔ دیکھو مثلاً اگر کسیکے دو بیٹے ہوں ۔ ان میں سے ایک تو اپنے باپ کی منشا دریافت کر کے اوسپر عمل کرتا ہے اور دوسرا وہ منشا دریافت نہیں کرتا ۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ باپ اسپر خوش ہوگا سو جو شخص اللہ تعالیٰ کی مرضی دریافت کرتا ہے وہ سب سے اچھا آدمی ہے جو آدمی خدا کے حکم کو دریافت کرلیتا ہے وہی سب سے عمدہ ہے ۔

لیکن یہ امر ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی شناخت کا ذریعہ بھی ہمارے پاس ہو اور ہمارے پاس کوئی ایسی علامت ہو جس سے ہم جھوٹے اور سچے خدا کے پیغام رساں میں تمیز کرسکیں جہانتک مجھے واقفیت ہے

٭ دیکھو کتاب احبار ۱۸ باب ۵

صرف توریت الہامی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں خاص شناخت احکام خدا کی ہے کسی اور جگہہ یہہ شناخت نہیں ۔ توریت میں[1] شناخت نبی کا ذریعہ یہ ہے کہ اسکی پیشینگوئی پوری ہو اور جو وہ کہے ایسا ہی ہو لیکن یہہ بھی ضروری ہے کہ اوسکی تعلیم خلاف خدا اور شرکانہ نہ ہو

توریت میں احکام مختلف ہیں اوس میں جسم اور روح دونو کی بابت ہدایات مندرج ہیں ۔ اور ضروری ہے کہ ایسا ہی ہو کیونکہ جسم اور روح دونو ملکر کام کرتے ہیں ۔ ایک دوسرے سے الگ نہیں ۔

توریت نے جسم کے متعلق مختلف احکام دیے ہیں اور انکی پیروی کے لیے تاکید کی ہے اور اس میں یہہ لکھا موجود ہے کہ اگر تم میرے[2] احکاموں کو مانوگے تو موت سے بچوگے اور کبھی نہ مروگے ۔ اس اصول پر منوسمرتی میں بھی لکھا موجود ہے کہ برہمن کبھی نہیں مرتے جسم کے متعلق بہت سے احکام ہیں لیکن میں پہلے کھانے کے متعلق احکام بیان کرتا ہوں ۔ ان احکام پر چلنے سے ضرور نجات ہو سکتی ہے ۔ حرام چیزوں میں سے ایک چیز خنزیر ہے یہہ توریت اور قرآن دونوں میں منع کیا گیا ہے منوسمرتی میں بھی[3] اسکو حرام لکھا گیا ہے ۔ ایسا ہی سب[4] جاریایے جنکا کھر چرا ہوا ہو اور جگالی بھی کرتے ہوں وہ پاک ہیں ۔ اور اونٹ اسلیے حرام ہے کہ اسکا کھر چرا ہوا نہیں اور منوسمرتی[5] نے بھی ایسا ہی اونٹ کو حرام لکھا ہے ایسا ہی[6] توریت میں نباتات جو بیجدار ہوں وہ حلال لکھی گئی ہیں ۔ ان احکامات کی تعمیل کے لیے یہانتک زور دیا گیا ہے کہ خدا کے دس احکام میں سے یہہ ہے کہ جو مجھے سے محبت رکھتا ہے اور میرے حکموں پر چلتا ہے اسکو پشتوں تک میں فائدہ پہونچاتا ہوں ۔ اسی سے پایا جاتا ہے کہ یہہ خدا کا کلام ہے ۔ اس قسم کے حکم ہی اسے خدا کا کلام ثابت کرتے ہیں جس طرح جسم اور روح ملکر آپس میں کام کرتے ہیں ۔ اوسیطرح ہمیں خدا کی محبت سے کام لینا چاہیے جسمانی حالات کے متعلق دھونا اور جسم کو صاف رکھنا جیسے جنابت میں غسل کرنے وغیرہ کے احکام ہیں ۔

توریت میں ہر ایک حکم کے نہ ماننے کی سزا مقرر ہے اور توریت میں ہر ایک سزا کا کفارہ بھی لکھا ہے بہشت اور دوزخ صرف تمثیل کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت بھی رکھتے ہیں ۔

ایسا ہی رضاعت کے متعلق بھی احکام مقرر ہیں ۔ گناہ ہوا نا اوٹھانے اور بھولا[7] ہوا یولاد اپس لانے سی

---

[1] کتاب استثنا ۱۳/۱ و کتاب استثنا ۱۸/۱۹-۲۲ [2] کتاب احبار ۲۶/۳-۴ [3] منوسمرتی پانچواں ادھیا چودھواں سلوک [4] کتاب احبار ۱۱/۳ [5] منوسمرتی پانچواں ادھیا اٹھارہواں شلوک [6] کتاب پیدائش ۱/۲۹ [7] کتاب استثنا ۲۲/۱

روکا گیا ہے یہہ بھی حکم ہے کہ گاہ کاٹنے کے وقت بیلوں کا مُنہ نہ بند کیا جاوے اگر کسی سے دشمنی ہو دشمن کے جانور سے دشمنی کرنے کی بھی ممانعت ہے روحانیت پر زور دیتے ہوئے یہانتک لکھا ہے کہ اگر جانور کا انڈا لینے جاوے اور وہان دو انڈے ہوں تو چاہیے کہ ایک انڈا وہاں چھوڑ دیا جاوے ۔ ایسا ہی موذی جانور گھر میں رکھنے والا گنہگار رہے ۔ جو بے منڈیر کنواں بنائے یا بے منڈیر گھر بنائے وہ بھی گنہگار رہے ۔

میں افسوس کرتا ہوں کہ وہی توریت جسے امام اور نور کہا گیا ہے اوسکو پھینک دیا گیا ہے میں توریت کو مانتا ہوں مگر یہودی نہیں ہوں میں انجیل کو اتنا مانتا ہوں جتنا توریت کی کسوٹی سے وہ ثابت ہوتی ہے ۔ میں سچا مسلمان ہوں کہ میں قرآن کے احکام کو مانتا ہوں لیکن میرے ساتھ ہی انجیل اور توریت کو مانتا ہوں اسلیے عام محمدیوں کیطرح نہیں ہوں

منشی صاحب موصوف کے بعض حصہ تقریر سے بعض مسلمانوں نے گیلری میں شور مچایا کہ یہہ شخص مسلمان نہ سمجھا جاوے جب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قائل نہیں لیکن جناب حکیم صاحب (پریسیڈنٹ) نے فی الفور اس شور کو بند کرکے کہا کہ منشی صاحب نے رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا ہے جسپر منشی صاحب نے اپنی جگہہ پر اوٹھکر کہدیا کہ وہ رسول عربی کے رسالت کے قائل ہیں اس پر حکیم صاحب نے ذیل کے پرحکمت الفاظ فرماکر لوگوں کے جوش کو سرد کردیا۔

"آپ نے یہ کہدیا ہے کہ میں قرآن شریف کو مانتا ہوں لیکن ساتھہ ہی توریت کو اسلیے میں مانتا ہوں کہ قرآن شریف میں ہی اسکو نور اور ہدایت کہکر پکارا گیا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقراری ہوں ۔ فاتح الکتاب المبین امام الدین تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے قائل ہیں اور ہمنے تو اس پلیٹ فارم سے بھی تقریریں سنی ہیں جو رسول خدا کو بالکل نہیں مانتے تو آپ کی باتیں تو بہت ہی غور کے قابل ہیں جو باوجود اپنے معتقدات کے قرآن شریف کے بھی قائل ہیں اب اسوقت میں ماسٹر درگا پرشاد صاحب کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ آپ اپنی تقریر شروع کریں ۔ جناب ماسٹر صاحب پہلے سے ہی معروف ہیں وہ ہماری کمیٹی کا رکن کی پریسیڈنٹ ہیں لیکن اسوقت اس حیثیت میں پیش نہ ہونگے بلکہ وہ آریہ سماجہ کی طرف سے بحیثیت ایک وکیل کے سماجک اصول پر سوالات مجوزہ کا جواب دینگے ۔ آپ کا انتخاب کیا اپنے لیاقت عامہ کے لحاظ سے اور کیا اس لحاظ سے کہ آپ لاہور کے ایک آریہ سماج کے پریسیڈنٹ بھی ہیں نہایت ہی موزون ہے"۔

۱؎ استثنا ۲۵/۴

آریہ سماج

عالیجناب ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریسیڈنٹ آریہ سماج لاہور و میر مجلس کمیٹی منتظمہ جلسہ مذاہب

دہرم مہوتسو کا جلسہ جو لاہور میں ۲۶ دسمبر ۹۶ء سے ۲۹ دسمبر تک ہوا اس میں مضامین مفصلہ ذیل پر مختلف اصحاب نے اپنی عقاید کے رو سے بحث کی ہے۔ اول۔ انسان کی بدنی اخلاقی روحانی صفات (دوم) انسان کے مرنے کے بعد کی حالت (سوم) دنیا پر انسان کی زندگی کے مقاصد اور انکی تحصیل کے ذریعے (چہارم) اس زندگی میں اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اعمال کی تاثیر (پنجم) علم کے منبع۔

قبل از بحث امر بات کا یاد رکھنا ناظرین کو ضروری ہے کہ جلسہ کے قلیل وقت میں ایسے مضامین پر بحث کرنے سے یہ بات ہرگز دل پر نہ لانا چاہیے کہ جو کچھ اس موقعہ پر کہا جاوے صرف اتنا ہی وید شاستر میں درج ہے۔ کیونکہ ہر ایک بیان بولنے والے کی واقفیت پر منحصر ہوتا ہے اور میں وید شاستر جاننے کا دعوی نہیں کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھ میں اس قدر علم نہیں جس قدر ہونا چاہیے مگر پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکے میں از روئے وید شاستر مضامین مذکورہ بالا پر اپنے خیالات ظاہر کرتا ہوں۔

مضمون اول۔ یعنے انسان کی بدنی اخلاقی اور روحانی صفات اسکی نسبت ہمارے شاستر میں یوں لکھا ہے کہ آدمی مرکب پانچ کوش (طبقات) کا ہے اول ان مے کوش (طبق ساختہ غذا) جس میں جلد ہڈی۔ مسی۔ لہو۔ رگ۔ پٹھے اور ناڑی انکو ستھان بھی کہتے ہیں دوم پران مے کوش (ہوائی طبق) جس میں پران (سانس) اندر سے باہر جانیوالی ہوا (اپان) باہر سے اندر آنیوالی ہوا۔ سمان تمام بدن میں گھومنے والی ہوا۔ اودان گلے میں کھینچنے والی ہوا۔ ویان جس سے بدن میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ ناگ۔ یعنے ڈکار لینے کی طاقت۔ کورم آنکھ پھڑکنے کی طاقت۔ کرکل بھوک لگانے کی طاقت۔ دیودت جمائی لینے کی طاقت۔ دھننجے جو ہوا مرنے کے بعد جسم میں رہے سوم منومے کوش (طبق حواس) جس میں اہنکار۔ بانی۔ پیر۔ ہاتھ۔ اندری۔ پیدائش کے عضو چہارم وگیان مے کوش (روحانی طاقتوں کا طبق) بدھی (عقل) چت (یادداشت) سروتر (سننے کی طاقت) توچہ (چھونے کی طاقت) نیتر (دیکھنے کی طاقت) جہوا (زبان) ناسکا (سونگھنے کی طاقت) ان طاقتوں سے روح میں علم آتا ہے مثلاً آنکھوں کے ذریعہ روشنی اور رنگ کی واقفیت ہوتی ہے۔

پنجم آنندمئی کوش (طبق سرور) جس میں محنت صبر۔ اور آنند (آنند اس خوشی کو کہتے ہیں جو علم سے پیدا ہوتی ہے) اور کاون روپ پرکرتی یعنے طبیعت کا خاصہ۔

چھٹا ہرن مئی کوش (پرمیشور جوتی سروپ کے تجلے کا طبق) اسکا بیان شاستر میں یوں لکھا ہے

ہرن مئی پرے کوشے ورجم برہم نشکلم تچھبرم برہم جوتی شام جوتی تدیر آتم ودرو دوروں۔ منڈل اوپنشد۔ یعنے۔ آتما کے جاننے والے حکیم کہتے ہیں کہ جو برہم پرمیشور بغیر جسم اور بغیر تبدیل کے ہے اور جو روشنی کا روشن اور پاک ذات ہے۔ وہ اس روشنی کے اعلے طبق میں ظہور میں آتا ہے۔ یہ عام صفات بلحاظ مضمون بالا کے تین حصوں میں منقسم ہو سکتے ہیں۔ یعنے خوراک کا طبق اور ہوائی طبق جسکے اخراج اوپر بیان ہوئے ہیں وہ جسمانی آدمی کا حصہ ہے۔ اخلاقی حصہ میں دسوں حواسوں کے دو طبق ہیں نمبر تیسرا اور چوتھا یعنے جو شخص صفات جو تیسرے طبق میں بیان کیے گئے ہیں انکو موجب ہدایت وید مقدس قابو میں کرکے دوسرے طبق کے صفات روحانی کے موافق استعمال کرتا ہے وہ آدمی ہمارے شاستر میں خلیق یعنے آچار والا کہلاتا ہے۔ یہ شمار میں چودہ (۱۴) صفت ہیں انکے واسطے شاستر میں پہلی ہدایت کہ ان حواسوں سے یم اور نیم کا سیون کرنا چاہیے۔ یم شاستر میں یوں بیان کیے گئے ہیں۔ اہنسا (قتل) سے پرہیز ستیہ یعنے حق پر عمل کرنا استیہ۔ یعنے چوری سے پرہیز۔ برہم چرج یعنے پاک دامنی۔ اپری گرہ (توکل) نیم یہ ہیں۔ پاکیزگی۔ سنتوش یعنے تحصیل علم۔ پرمیشو کا بھروسہ۔ عبادت پانچویں اور چھٹے طبق سے صفات روحانی ظاہر ہوتے ہیں جسکی چھ جزوں کا اوپر بیان آیا ہے۔ چونکہ انسان کی طبیعت کا خاصہ جسکا ذکر پانچویں کوش میں بیان ہوا ہے۔ اسکی تین قسمیں ہیں۔ یعنے ستوگن۔ تموگن۔ رجوگن۔ اسلیے جو آدمی اعلے درجہ کی صفتیں حاصل کرنا چاہتا ہے اسکو تمام کوشوں کی صفائی جسکا اوپر ذکر ہوا ہے۔ کرنا چاہیے۔ مثلاً خوراک کے طبق کی صفائی کے لیے تمام مکروہ اشیاء مثلاً گوشت و شراب جس میں گندگی اور حیوانی خاصہ ملا رہتا ہے ترک کرنی چاہیے اور جسکے کھانے سے انسان بجائے فرشتہ خصلت فرشتہ صفت بننے کے حیوانیت کی طرف زیادہ جاتا ہے۔

انسان کو لازم ہے کہ اگر تموگن اس میں زیادہ ہے یعنے سستی گناہ کی طرف رغبت و جہالت کی طرف زیادہ رغبت ہو تو رجوگن کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یعنے نیک کام میں مصروفیت کے لیے کوشاں ہو۔ لیکن چونکہ انسان کا اعلے فرض پرمیشور کے جاننے کا ہے۔ اسلیے ستوگن کی کوشش کرنا ضروری ہے جس سے انسان دیوتا صفت بن جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک انسان فرشتہ صفت نہیں ہوتا تب تک پرمیشور کا دیدار حاصل نہیں کر سکتا جس میں اسکو ہر ایک چیز کا علم ہوجاتا ہے اس طرح سے مختصر طور پر تین صفات کا ذکر کردیا ہے۔ باقی

رہے کہ وہ تفصیل کہ جس سے انسان ان طبقوں کی ترقی کرسکتا ہے اور اسی دنیا میں اپنی طاقتوں کو بڑہا کر اسکے اعلے درجہ کی طاقت حاصل کرتا ہے جس سے پرمیشور کا وصال حاصل ہوتا ہے وہ اسوقت بیان نہیں ہوسکتی ۔ جس صاحب کو پرمیشور کی تلاش کا سچا شوق ہو وہ وید مقدس اور اپنشد پڑہیں ۔

سوال نمبر ۵ کا بیان ۔ حالت انسان بعد مرگ

ہماری شاستروں میں موت کو ادرشن کہتے ہیں ۔ یعنے پوشیدہ ہوجانا ۔ اور گیتا میں مہاراج کرشن جی نے جو ہندوں کے درمیان آخر الزمان پیغمبر ہیں یوں فرمایا کہ یہ حکماؤں کا مسلم تجربہ ہے کہ نیستی سے ہستی نہیں ہوتی اسلیئے جس طرح کہ روح نیستی سے ہستی میں نہیں آسکتی اس طرح وہ فنا بھی نہیں ہوتی بجبکہ روح ازلی ابدی ہے اور وہ پرمیشور کی شان ہے ۔ مہاراج گیتا کے ۔ دوسری ادھیائے میں بہت عمدہ طور پر واضح کرتے ہیں کہ جس طرح انسان پرانے کپڑوں کو پہینک کر نئے کپڑے اختیار کرتا ہے ۔ اسطرح سے روح پرانے بدن کو جو اسکی پوشش تہی پہینک کر نیا لباس اختیار کرتا ہے مہاراج فرماتے ہیں کہ روح کو نہ تو ہتیار کاٹ سکتے ہیں اور نہ آگ جلا سکتی ہے ۔ نہ اسکو پانی گلا سکتا ہے اور نہ ہوا خشک کرسکتی ہے ۔ بلکہ ہمیشہ رہنیوالی اور سب جگہہ جانے کی طاقت رکہنیوالی عقلمند طاقت ہے پس مرنے کے بعد روح کی نئی حالت شروع ہوتی ہے ۔ اور وہ حالت ترقی پذیر ہوتی ہے ۔ اس لیے اگر نیک اعمال کیے ہیں تو نیکی کی طرف ترقی ہوتی جائیگی ۔ اور انسان دیوتا صفات حاصل کرلیگا ۔ اور اگر اس کے برخلاف کام کیے ہیں تو اس میں نیچے جانیکا خاصہ پیدا ہوجاتا ہے سو جیسے وہ پرم ایشور سے دور دور ہٹتا جاتا ہے یعنے اسکو پرمیشور کے جاننے میں مشکل پر مشکل آتی جاتی ہے ۔ منو مہاراج کے بارہویں ادہیائے کے چالیسویں اشلوک میں لکھا ہے کہ ستوگن والے دیوتا یعنے فرشتہ پن کی حالت کو حاصل کرتے ہیں اور رجوگن والے انسان کی حالت کو پہنچتے ہیں ۔ اور تموگن والے حیوانیت کے درجہ کو جاتے ہیں ۔ جب انسان کو وید شاستر پڑہنے سے معلوم ہو کہ میں پرمیشور کے وصال حاصل کرنیکی قابلیت نہیں رکہتا جو کہ کسیکی سفارش سے حاصل نہیں ہوتا تب اسکو خود پرمیشور سے دعا مانگنی چاہیے کہ یجر وید کے چوتھے ادہیا اور پندرہویں منتر میں لکہی ہے جس سے روح کو گناہ کی ٹھوکر کرنے کے بعد پھر موقعہ ترقی کرنیکا دیا جاتا ہے ۔ اور اسکے بیرون ۔ عمر اور پران کی طاقت وغیرہ دائم ترقی دیجاتی ہیں ۔ ہمارے شاستر میں ایسا کہیں نہیں لکھا کہ صرف ایک بار ہی زندگی عطا ہوتی ہے ۔ اور پہر ہمیشہ کے لیے مرگ یا نرک ہوتا ہے ۔ بلکہ اعلی درجہ کا انصاف اور محبت پرمیشور کی

ذات باری تمام مخلوقات کو ہمیشہ عطا ہوتا رہتا ہے ۔ اور اسکے دربار میں عرض اس سے کی جاتی ہے اور وہی عرض کا جواب دیتا ہے ۔ کسی دیوتا یا رشی اور منی کو اس میں دخل نہیں بلکہ ہماری شاستر میں لکھا ہے کہ پرمیشور گھٹ گھٹ میں پرجمان ہے ۔ اور وہ کبھی روح کو جدا نہیں کرتا ۔ دیکھو منڈک اپنیشد گوماہتم ۔ ایسلیے روح بے ڈھرک اور بڑی خوشی کے ساتھ ترقی کرتی رہتی ہے اور کائنات کے سیر کرتی رہتی ہے ۔ جبکہ وہ درجہ تکمیل تک پہونچ جاتی ہے تو اسکو یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ جو کچھ چاہے ویسے ہی وسائل اپنے لیے مہیا کرلیتی ہے ۔ مثلاً سننا چاہے تو سننے کی طاقت حاصل کرلیتی ہے وغیرہ ۔ یہ کمالیت کی حالت جس میں اسکو پورا گیان ہوجاتا ہے ۔ ہمارے شاستر میں لکھا ہے کہ وہ چھتیس ہزار پیدائش تک رہتی ہے یعنے ۳۱۱۰۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰ سال شمسی بعد اسکے پھر روح کو پیدائش میں کہیں نہ کہیں کام کرنا ہوتا ہے ۔ اسیطرح بیشمار دفع روح کو کمالیت خاص ہوتی ہے اور بیشمار وقت پرمیشور ایشور کے کاروبار کے شامل ہونے سے ایشوری گیان میں ہوجاتی ہے ۔ کٹھوپنشد میں لکھا ہے کہ جب آدمی کو خوشی کی کمالیت یعنے سرگ نصیب ہوتا ہے جو کہ مکتی سے نیچے درجہ ہے ۔ اس میں بھی انسان کو کوئی خوف نہیں رہتا اور نہ اسکو موت ستاتی ہے ۔ اور نہ تکلیف بھوک و پیاس کی ہوتی ہے ۔ بلکہ بڑا بھاری آنند رہتا ہے جس سے وہ مکتی کی بخوبی تیاری کرسکتا ہے ۔ اسیطرح سے میں نے کچھ شاستر کے موافق روح کی کمالیت بعد مرگ بیان کی ہے ۔

تیسرے سوال کا جواب

ہماری شاستر میں زندگی کے چار مقاصد لکھے ہیں ۔ وہ یہ ہیں ۔ دہرم ۔ ارتھ ۔ کام اور موکھش دہرم جاننے کے لیے وید پڑھتے ہیں ۔ ارتھ یعنے دنیاوی بہبودی کے لیے کرتی ہے قانون دیکھنے چاہیے ۔ کام کے حاصل کرنے کے لیے یعنے خاندان کی ترقی کے لیے علم طبابت جس کو آیور وید کہتے ہیں یعنے علم زندگی حاصل کرنا چاہیے اور موکھش کے حاصل کرنے کے لیے ویدانت شاستر کو پڑھتے ہیں ۔ یہ کتابیں جو ان سے تعلق رکھتی ہیں اور جنکی تعداد بہت ہے وہ پڑھنے لکھنے والوں کو معلوم ہیں ۔ کہ یہ کس درجہ کی کتابیں ہیں ۔ ہزارہا سال سے اگرچہ لوگ بیجا نکتہ چینی کرتے ہیں ۔ لیکن اگر ان کو دنیا میں تسلی پانیکی خواہش ہو تو اپنی کتابوں سے حاصل ہوتی ہے یہاں پر تمام کا تھوڑا تھوڑا سا بھی ذکر کرنا نہایت مشکل ہے صرف آخری منشاء جو کہ مکتی ہے اسکی نسبت چند شاستر کے خیال ظاہر کرنا از بس ضروری ہونگے ۔ ہمارے شاستر میں پرمیشور کے گیان کو تمام دنیاوی چیزوں سے اور آسمان عیشوں سے افضل تر بنایا ہے ۔ چنانچہ کٹھہ اپنیشد میں ایک قصہ کے ذریعہ بیان کیا ہے کہ جب ملک الموت

نے مہاراج نچکیت رشی کو جنہوں نے کہ اس سے برہم گیان کی نسبت سوال کیا تھا بہت سی چیزیں یعنے جواہرات بہت عمدہ سواری سکار لباس فاخرہ اور بیشمار لڑکے اور خواہش کے موافق زندگی دینے کا وعدہ کیا تب مہاراج نچکیت نے جواب دیا کہ یہ سب سچ ہیں لیکن میں تو آپ سے صرف برہم گیان ہی لینا چاہتا ہوں جس سے گھٹنے بڑھنے والا انسان امر پدوی پاتا ہے مجھکو ان اسمانی خوشی کی چیزوں سے اور بڑی زندگی سے کچھ خوشی و خواہش نہیں۔ پرمیشور کے علم کی نسبت منڈک اپنشد میں یوں لکھا ہے کہ نہ ایشور آنکھ سے دیکھا جاتا ہے۔ نہ اسکو بانی سے بول سکتے ہیں اور نہ کسی حواس سے اسکو حاصل کر سکتے ہیں اور نہ تپ کرنے سے یعنے تیرتھ برت کرنے سے اور نہ نیک کرموں کے ذریعہ سے اسکا گیان حاصل ہوتا ہے بلکہ پرمیشور کا گیان عقل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی سے بذریعہ دھیان لگانیکے پیسے پورن برہم جوتی سروپ کا دیدار حاصل ہوتا ہے۔ گیان ہونیکے بعد منڈک اپنشد میں لکھا ہے کہ دل کی گانٹھ کھل جاتی ہے۔ تمام شکوک رفع ہوجاتے ہیں۔ تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں جبکہ پار اور پرمیشور کا درشن ہوتا ہے اور وہ لوگ جو کہ گیان سے سیر ہوجاتے ہیں اور تمام خواہشوں سے بری ہوجاتے اور شانت ہوجاتے ہیں وہ پرم ایشور میں جو کہ ہر ایک جگہ موجود ہے غائب ہوجاتے ہیں جس طرح کہ مہاراج شنکر آچارج کہتے ہیں کہ درخت سے اڑکر پرند آسمان میں غائب ہوجاتے ہیں

چوتھا سوال اور اُسکا جواب

چوتھے سوال کی نسبت مہاراج تلسی داس جی رامائن میں فرماتے ہیں کہ کرم پردہان وشو کر راکھا جو جس کیا سو تس پھل چاکھا) کرم تین طرح کے ہیں۔ سچیت یعنے پہلی زندگیوں میں کئے ہوئے کرم یہ یان جو ہم کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک تین قسم پر منقسم ہے یعنے ادھیاتمک یعنے وہ کام جو کہ خیال سے تعلق رکھتے ہیں ادھی بھوتک جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور آدھی دیوک جو بیرونی تعلقات کے سبب سے ہم کرتے ہیں۔ اسلیے ہمارے شاستروں میں کرموں کی نسبت بڑا بیان آتا ہے اور جسکی تفصیل پڑھنے سے ہی کرم کا مسئلہ سمجھ سکتے ہیں چند باتوں کے کہنے سے یہ حکیمانہ مسئلہ عام فہم میں نہیں آسکتا۔ لیکن اتنا تو سب کو معلوم ہے کہ جو آدمی کوشش نہیں کرتا وہ کوشش کرنیوالوں سے پیچھے رہجاتا ہے۔ ہمارا ویدک شاستر بتلاتا ہے کہ بدن کے وہ حصے جو کام میں نہیں آتے جسکے لیے کہ وہ بنے تھے ضائع چلے جاتے ہیں۔ دیکھو ورزش کرنے سے بدن مضبوط ہوتا ہے اور خیال کرنے سے من کی ترقی ہوتی ہے۔ اسلیے تمام کرم جنکی قسمیں اوپر بیان ہوچکی ہیں سب

سب اپنا اپنا اثر یہاں پہونچاتے ہیں اور بعد مرگ کے جیسا کہ بیان ہوا ہے انکا اثر جاری رہتا ہے یعنے اگر کرم نیک ہیں تو انسان پرمیشور کی جانب جاتا ہے اگر بد ہیں تو نیچے کی طرف جاتا ہے ۔ یعنے یا تو علم میں ترقی ہوتی ہے یا حیوانیت کی طرف رغبت بڑتی جاتی ہے ۔

منو مہاراج کہتے ہیں کہ من کے کرم من سے بھوگنے پڑتے ہیں بانی کے کرم بانی سے اور بدن کے کرم بدن سے بھوگنے پڑتے ہیں ۔ خواہ وہ نیک ہوں خواہ بد ۔ آدمی اکیلا پیدا ہوا ہے ۔ اور اکیلا ہی یہاں سے روانہ ہوتا ہے ۔ تمام چیزیں پیچھے رہ جاتی ہیں ۔ دہرم یعنے صفات اسکے ساتھ جاتے ہیں ۔ ماں باپ رشی ۔ منی ۔ اشٹ دیو کوئی اسکا ساتھ نہیں ۔ دیتا ۔

پانچواں سوال اور اُسکا جواب

وید میں لکھا ہے کہ پرمیشور کے تیج سے علم اور مادہ پیدا ہوا ۔ جوگ شاستر کے بموجب پرمیشور کل علم کا بیج ہے اور پہلے سے پہلے آدمیوں کا بھی گرو ہے اپنشدوں میں لکھا ہے کہ عقل اس سے ہی پیدا ہوتی ہے پیدائش کے شروع میں وہ برہما کو پیدا کرتا ہے اور ویدوں کو بھیجتا ہے ۔ یجر وید میں لکھا ہے اسی پرمیشور سے رشیوں نے رگ وید اور اسی سے یجر وید سام اور اتھرو حاصل کیئے ہیں ماندوک اپنشد میں لکھا ہے اسکی (ایشور) زبان وید یعنے علم ہے ۔

پس ہمارے شاستر کے رو سے علم کا مخرج اور علم کا دنیا پر ظاہر ہونا وید مقدس سے ہے میکس مولر صاحب کہتے ہیں کہ رگ وید انسان کے کتب خانہ میں سب سے پرانی کتاب ہے ۔ اسطرح علم کے مخرج کا بیان ہوا ۔ اب علم کا انسانی مخرج اسطرح پر شاستر میں بیان کیا گیا ہے یہ مخرج آٹھ قسم کے ہیں جنکو اسٹ پرمان کہتے ہیں اول ۔ ترتکس پرمان ۔ یعنے جو علم ہمکو حواس خمسہ سے حاصل ہوتا ہے ۔ یعنے اسکے پانچ قسمیں ہیں ۔ جیسا کہ دیکھنے سے رنگوں کی ماہیت معلوم ہوتی ہے ۔

دوم ۔ انومان ۔ یعنے وہ علم جو کہ دلیل سے ہوتا ہے ۔ جیسے دہوئیں کو دیکھکر آگ کا خیال ہوجاتا ہے ۔ اسکی تین قسمیں ہیں ۔ سوئم ۔ آپ مان ۔ یعنے علم تمثیل ۔ چہارم ۔ شبد پرمان ۔ یعنے حکیموں کا اپدیش ۔ پنجم ۔ ارتھاپتی ۔ چونکہ بادل کے ہونے سے بارش ہوتی ہے اسواسطے جبکہ بادل نہیں تو بارش نہیں ہوسکتی ششم ۔ ستھی یعنی ہوتی ثبوت ۔ ششم ہفتم ۔ جیسے ماں باپ کے بغیر لڑکا نہیں ہوتا ۔ اسکو سلسلہ قوانین قدرت بھی کہہ سکتے ہیں

ہفتم سمبھو جسطرح کسینے کہا وہاں سے پانی لے آؤ۔ لیکن وہ وہاں سے پانی نہ پاکر جہاں سے پانی ملا سے آیا
یہ کل مخرج جنکی اگر اندرونی قسمیں چھوڑ دی جاویں تو کل نو ہوتی ہیں یعنے ایک تو ایشوری اور باقی آٹھ انسانی
اسطرح سے مختصر طور سے مذکورہ بالا پانچ سوالوں کا بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ سب کسی نہ کسیطرح دہرم سے تعلق
رکھتے ہیں۔

وہ اصلی دہرم وید کا سب سے پرانا ہے جس کا مرکز سوائے پرمیشور کے اور کوئی نہیں ہے۔ اسکے پاس
پہونچنے کا ذریعہ دہیان وگیان ہے۔ وہی مکتی ہے۔ اور ویدشاستر میں کسی اوتار۔ پیغمبر۔ یا پرمیشور کے
پتر وغیرہ کا ذکر نہیں۔ اور نہ اس دہرم میں انسانی سرگ کا ذکر ہے۔ پرپورن برہم آدمی عورت لڑکا نہیں
ہے۔ انسان کا ہادی صرف عقل ہے۔ سو یہ وید اور شاستر جس میں اسکا ذکر ہے سب آدمی جو حاصل کرنیکی طاقت رکھتے ہیں
حاصل کرسکتے ہیں جیسا کہ یجروید میں لکھا ہے (یتھیمے وام ورچم کلیانی مابدانی جنے بھیا) یعنے میں اس منگل
سماچار کو تمام لوگوں کے لیے دیتا ہوں فقط

اس تقریر کے بعد مسٹر یحیٰی صاحب نے جو احاطہ بمبئی میں مقام ڈبہ سے بحیثیت ڈیلیگیٹ شریک جلسہ
ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے کچھ تقریر کرنے کی اجازت چاہی کیونکہ آپنے آج ہی واپس چلا جانا تھا اور
ریل کا وقت قریب تھا۔

تقریر مسٹر یحیٰی صاحب ڈیلیگیٹ

چونکہ میری زبان اردو نہیں اور ہندی آسانی سے بولی جاتی ہے اسلیے مجھے آپ معاف کریں۔ اوس ایشور
کا دھنیاواد ہے جس نے ہمکو ایسی قوت دی ہے کہ آج ہم اس جگہہ حاضر ہیں اور اسکے صفات کو بیان کرنے کے
لیے جو کہ مختلف ملکوں میں مختلف طور پر اسکے صفات ہیں۔ جمع ہوئے ہیں۔ جسطرح ایشور ایک ہی ہے
ایسا ہی اوس نے ہر زمانہ میں دہرم کے سکھانے والے آدمی بھیجے اور اسکا یہی منشا ہے کہ سب لوگوں کو
ایک ہی مذہب پر چلائے جبکہ ایشور ایک ہی ہے تو ضرورت کیا ہے کہ ہم لوگ الگ الگ رہیں بلکہ ہمکو چاہیے
کہ ہم سب اسجگہہ کی باتوں کو سنکر سب ایک ہوکر ہر ایک کے لیے فائدہ کی کوشش کریں ہم یہی چاہتے ہیں کہ آپ
لوگ سب ایک ہوجاویں پچھلے سال جلسہ میں بھی میں نے یہی بات کہی تھی۔ سوامی شنکر چند صاحب کا شکریہ
ادا کرنا چاہیے کہ اونہوں نے اس بات کو اپنے ذمے اوٹھایا ہے صرف اختلاف ممالک سے اختلاف ہوگیا

ہے والا مذہب تو ایک ہی ہے آجکل زمانہ میں ایسے لوگ ہیں کہ بالکل ایشور کو بھول گئے ہیں ایسے لوگ مذہب سے ہنسی کرتے ہیں میری رائے یہ ہے اور میں نے ارادہ کیا کہ ایک آفس (دفتر) بغیر تنخواہ کے اس مہاتسو کا بنایا جاوے اور ہم اسکے ہمیشہ ہونے کی تجویزیں سوچیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم سب لوگ ہمیشہ اسکا خیال رکھیں۔ اور ایسی ہی مدد ہم اس میں کریں۔ ہم سب کو کوشش کرنی چاہیے۔ تکلیف ہمیشہ ہر امر میں ضرور ہے۔ حضرت محمد صاحب کو اپنے دین کے پھیلانے میں تکلیف ہوئی لیکن آخر وہ کامیاب ہوئے۔ میں عذر کرتا ہوں اپنی زبان کے سبب سے اور کمیٹی کا خاص شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مسٹر پیچے صاحب کے بعد خان بہادر خدا بخش صاحب جج کھڑے ہوئے جنہیں جناب حکیم صاحب (موڈریٹر) صدارت کا انچارج کرکے نماز عصر کو چلے گئے تھے کیونکہ جناب سردار جواہر سنگھ صاحب ابھی تک واپس نہ آئے تھے۔ جج صاحب موصوف نے کھڑے ہوکر یہ فرمایا

"صاحبان"۔ اب آپکے سامنے ایک مورتی پیش کی جاتی ہے جو اپنی شکل قطع لباس (سرسے پاؤں)ھوا نہ) کے باعث ایک کامل مورتی ہیں میری مراد اس سے سوامی سادھو شگن چندر جی ہیں جو اس جلسے کے اصلی محرک اور بانی ہیں۔ امید ہے آپ انکی باتیں سنکر خوش ہونگے"۔

جناب سوامی شگن چندر صاحب بانی دہرم مہوتسو

اصحاب جلسہ۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ وقت کسی اور صاحب کو دیا جاتا۔ اگر ایسا ہوتا تو خوب ہوتا لیکن لوگوں کے اصرار سے میں مجبور ہوں اور اونہیں کے بار بار کہنے سے میں یہاں کھڑا ہوا ہوں۔ سب سے پہلے میں کچھ اپنے حالات عمر کے بیان کرنا چاہتا ہوں لڑکپن سے ہی میری زندگی عجیب ہو رہی ہے۔ چھوٹی عمر سے ہی مجھے مذہب کا خیال تھا۔ مجھے ملازمت بھی ایسی ملگئی جس میں اکثر مجھے دورہ پر رہنا پڑتا تھا۔ اور اس طرح میں اکثر مذاہب مختلف کے لوگوں سے ملتا رہتا تھا میرا تمام تجربہ یہی ہے اور میں نے یہی سمجھا کہ اگر ہمارے ملک کو کسی کی ضرورت ہے تو صرف باعمل لوگوں کی ضرورت ہے یہ بات جب مجھے سمجھ آگئی۔ تو میں کچھ عرصہ کے لیے فقیر ہوگیا۔ گجرات کے علاقہ میں کنجاہ کے مقام میں ایک مہاتما تھے اور میرا ان سے تعلق ہوگیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کہاں کہیں ہوں مجھے وہ خواب کے ذریعہ سے ہدایت کرتے

تھے چنانچہ انکے ایسے ہی حکم سے جو اونھوں نے مجھے کہا کہ مجھکو کچھ کام کرنا ہوگا - میں تین چار سال تک کالستھ سوشل ریفارم میں لگا رہا کیونکہ میں بھی کالستھ ہوں اور انکی خدمت میرا فرض تھا - اور انسان کو تمام قسم کے فرائض ادا کرنے چاہییں - میں اپنی بزرگوں کی زیادہ خدمت نہیں کر سکا - لیکن جو ہو سکا وہ میں نے کیا مجھے میرے دوست مختلف کاموں کے لیے کہتے ہیں - اکثر کی یہ خواہش ہوئی کہ میں لڑکے پڑھاؤں - کیونکہ یہ ہماری خدمت وہ سمجھتے تھے - مگر میں نے یہی سمجھا کہ اب مجھے دوسری طرف لگنا چاہیے چنانچہ میں مہاتما کی خدمت میں لگ گیا - اونھوں نے حکم کیا کہ خواہش کم کرو نیز مجھے معلوم ہوا کہ بد خواہشوں کو چھوڑنا چاہیے اچانک سنہ ۹۲ء میں دفعتاً مجھے خیال ہوا کہ جب تک سب لوگ اکٹھے نہ ہوں کوئی فائدہ نہ ہوگا اس فکر میں میں رہا - اور آخر کار یہہ تجویز دل میں آئی کہ دہرم مہوتسو ایک جلسہ کیا جاوے - سو اسکا پہلا جلسہ پچھلے سال اجمیر میں ہوا - اسکے بعد میں نے چاہا کہ کچھ آرام کروں - مگر آرام میں ہرج دیکھا - اسلیے لاہور میں آکر میں نے کام شروع کیا - اور مجھے مینیجنگ کمیٹی کے بعض ممبروں کا خاص شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ جنہوں نے مجھے ہر طرح مدد دی - مجھے پہلے سے ہی یقین تھا کہ کوئی مذہب خوبیوں سے خالی نہیں - لیکن اگر مذہب میں بظاہر کوئی کمی یا خرابی نظر آتی ہے تو اسلیے کہ ہر ایک مذہب والے اپنے مذہب کی خوبیوں پر عمل نہیں کرتے - چنانچہ اب اس مقام پر ہر ایک نے اپنے مذہب کی عمدگیاں ظاہر کرکے لوگوں کو فائدہ پہونچایا ہے -

میرا کوئی اور مذہب نہیں سوا اسکے جو میرے آباپ کا تھا - میرا مذہب ہے ساداہرن مذہب - یعنے انسان مذہب - یہ وہی مذہب ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں تھا - جبکہ ہندوستان تمام دنیا میں فضیلت رکھتا تھا -

اس مذہب کے رو سے انسان کا مذہب پیدا ہونے کے وقت سے شروع ہوتا ہے اور مرنے کے بعد اسکی تمام چیزیں یہاں رہجاتی ہیں - مگر ساداہرن دہرم ساتھ جاتا ہے -

ساداہرن دہرم کیا سکھلاتا ہے - اول ورزش جسمانی - اوس زمانہ میں ہر ایک آدمی ورزش کرتا تھا اوسکی تفصیل میں اپنی کتاب میں لکھ چکا ہوں جو یہاں سے مل سکتی ہے - دوسرا امر ہے اخلاقی صحت برہم چریہ - یعنے ودھیا پڑھنا انسانی قوت کو ضائع نہ کرنا - اور مادری زبان میں علم حاصل کرنا - امر تیسرا سروج - اور روحانی زندگی کے حاصل کرنے کے طریق مثلاً گوشہ نشینی - ودیاوانوں کی صحبت - خدا کے آگے تعریف اور دعا اور سب کے بعد میں پھر فکر معاش کرنا -

اس دہرم کے رو سے مخالفوں کے ساتھہ جو سلوک کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جو تکلیف کوئی دیوے - اس سے زیادہ تکلیف اوسکو نہ پہنچاوے - ایسا ہی اس دہرم کی تعلیم ہے کہ شادی سے لذات جسمانی کی مراد نہ ہو بلکہ عمدہ اولاد کا پیدا کرنا - اگر یہ کام نہ ہو سکیں تو اپت دھرم یعنے تکلیف کا مذہب ہے - اور ایک سماجک دہرم بھی ہوتا ہے - یعنے ہر طرح کے لوگ جمع ہوں تو ملک کی بہبودیوں میں غور کریں + الغرض اس دنیا میں رہکر دنیا کو چھوڑنا - لذات کو ترک کرنا - اپنی خواہشات کو چھوڑنا عقل کو کچھ شے نہ سمجھنا - گناہ کو چھوڑنا یہ امور ہیں کہ سادھارن دہرم نے انسان کو تعلیم کئے ہیں فقط

سادہو صاحب کے بیٹھنے پر جناب سردار صاحب (پریزیڈنٹ) نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ جس قدر تقریریں مختلف مذہب کی طرف سے ہونی تہیں وہ ہوچکی یہ جلسہ آج ختم ہوچکا ہے - لالہ دہنپت رای صاحب جو اس جلسہ کے سکرٹری ہیں وہ بطور شکریہ کچھہ عرض کرینگے -

تقریر سیکرٹری جلسہ

معزز صاحبان جلسہ ہذا کے اغراض یہ تہیں - (۱) مذہب کے واسطے عوام الناس میں دلچسپی پیدا کرنا (۲) مذہب کے حاصل کرنے کے واسطے سہل اور عملی طریقے پیدا کرنا (۳) مذہبی معاملات میں سخن شکنی یعنے تحمل پیدا کرنا (۴) جسمانی اخلاقی اور روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرنے کی کوشش کرنا - میں ان اغراض پر ایک مختصر تقریر کرونگا - کیونکہ آپ اب تک سردی میں تقریروں کو سننے کے لیے بیٹھے رہے ہیں میں نہیں کہنا چاہتا کہ ہمکو اپنے ارادوں میں کہانتک کامیابی ہوئی - ہاں اغراض جلسہ کو نہایت عمدگی سے پورا کردیا گیا اور ان اغراض کے پورا کرنے میں بہت مدد ہمکو سب لوگوں نے دی - مقصد اول میں ہمکو خاصکر بڑی کامیابی ہوئی - باوجود کلکتہ - میرٹھ - اور دیگر مقامات میں مختلف کانگرسیں - اور کانفرسیں ہورہی ہیں - لیکن جتنے آدمی یہاں جمع ہوئے ہیں اتنے کسی مقام پر ہرگز نہیں ہوئے ہونگے - مقصد دوم کے متعلق جب یہ کل کارروائی ایک کتاب میں چہاپ دی جاویگی اور اس سے ہر ایک مذہب کا آدمی ان سپیچوں کا مقابلہ کرکے دیکھہ لیگا - اور ہر ایک مذہب کی بابت اسکو معلوم ہوجاویگا مقصد سوم کی بابت یہاں جو کچھہ بیان ہوا ہے اگر اسپر تمام لوگ عمل کریں گے تو امید ہے کہ ہمارا مطلب روحانی ترقی کا بھی پورا ہوجاویگا - بڑا افسوس ہے کہ ہمارے اس کام کی مخالفت

بہت کچی کی گئی - اور کہا گیا کہ ہم منتظمان جلسہ اس امر میں خاص دلچسپی اسواسطے رکھتے ہیں کہ ہم بددیانت ہیں میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس معاملہ میں ہماری مخالفت کی - ہم اُمید کرتے ہیں کہ آیندہ سب لوگ ہماری اس جلسہ میں شامل ہوں میں سب حاضرین کا اور پریذیڈنٹ صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں - اس امر کا بیان بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض نے اختلاف کیا کہ کیوں انجمن کے مقام پر جلسہ کیا - مگر ان لوگوں کے اعتراض لغو ثابت ہوئے اور میں انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ہمکو یہ مکان دیا گیا - کیونکہ ایسا مکان لاہور میں ملنا مشکل تھا ہم بہت تھوڑے لوگ تھے اور ہمکو مدد نہیں ملی اس واسطے اگر کوئی بدانتظامی رہ گئی ہو تو ہمکو آپ لوگ معاف کریں - ہمارا خیال ہے کہ تمام سپیکروں نے ہمارے قواعد کے موافق کسے غیر مذہب پر حملہ نہیں کیا - اگر ہوا ہو تو کمیٹی کے طرف سے معافی ہے اس کام میں ہمکو مدد صرف لاہور سے بھی نہیں ملی - بلکہ سوامی صاحب (سادھو شوگن چندر) کے مختلف مقامات پر جانے سے چندہ وغیرہ سے مدد ہوئے اسکا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے - اب اگر لوگوں کو پسند ہو تو جلسہ اگلے سال پھر ہو - فقط

سکرٹری کے بیٹھ جانے کے بعد کتنے منٹ تک چاروں طرف سے ہندو مسلمان عیسائی - آریہ وغیرہ یک زبان ہوکر کہتے رہے کہ یہ جلسہ ضرور ہو - اور بالضرور ہو۔

اسکے بعد ماسٹر درگا پرشاد صاحب پریذیڈنٹ اگزیکٹو کمیٹی نے کھڑے ہوکر بیان کیا کہ اگرچہ سکرٹری صاحب نے مجمل طور پر ان احباب کا شکریہ ادا کر دیا جنہوں نے اسکام میں مدد کی مگر میں یہاں خاص دو نوجوانوں دوستوں کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے کھڑا ہوا ہوں یعنے **خواجہ کمال الدین صاحب بی** اے پروفیسر اسلامیہ کالج اور میاں **معراج الدین صاحب** ٹھیکہ دار کا حق تو یہ ہے کہ اگر ان دونو کی کوششیں نہ ہوتیں تو یہ کام سرانجام نہ پاتا اگرچہ انکی شمولیت کمیٹی میں سب سے اخیر تھی - لیکن انکی مدد سب سے اول تھی یہہ کہکر ماسٹر درگا پرشاد بیٹھ گئے اور انکے بعد رای بہوانی داس صاحب ایم اے اکسٹرا اسٹنٹ افسر جہلم موڈریٹر جلسہ نے اپنی جگہ اوٹھکر ذیل کے الفاظ فرمائے۔

تقریر عالیجناب رائے بھوانیداس صاحب ایم اے موڈریٹر

صاحبان مجھکو جلسہ میں حاضر ہونیکا بہت کم موقعہ ملا ہے جسکے لیے میں معافی چاہتا ہوں - مدعا اس جلسہ کے

جارہے تھے - اور قلت وقت کے باعث نہ میری گفتگو انکی متعلق صرف دو لفظی ہو گی -

(۱) مذہب میں دلچسپی پیدا کرنا - سو ظاہر ہے ہندو مسلمانوں نے اپنی دلچسپی ظاہر کی

(۲) حصول مذہب کے لیے بہت طریقے پیدا کرنا سو یہ امر بھی حاصل ہوگیا (۳) مذہبی معاملات میں کمال بردباری کی بہت ضرورت تھی - جیسے کہ پہلے ہندو مسلمان کیا کرتے تھے باقی چوتھا جسمانی روحانی اور اخلاقی ترقی کے وسائل پیدا کرنا - واقعی یہ امر ہوگا جب ہم تسویج شامل ہونگے - ہمیں ان سب خیالات کیطرف توجہ کرنی چاہیے برٹش گورنمنٹ کی برکت جب ہم ٹالریشن (بردباری) اسکیھتے جاوینگے تو ہماری بات پوری ہوجاویگی امید ہے کہ آپ سب ملکر کوشش کرینگے کہ آیندہ اس جلسہ کے مستقل رہنے کی صورت نکل آئیگی" -

رائے صاحب کے بیٹھنے پر سردار جواہر سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر اور پریذیڈنٹ اجلاس چارم نے اٹھکر یہ تقریر کی -

تقریر پریزیڈنٹ صاحب

سکرٹری نے آپ لوگوں کا شکریہ ادا کیا ہے - ہمنے اس پلیٹ (منبر) سے تمام قسم کے مذاہب کے خیالات سنے میں ماڈریٹر صاحبان کی طرف سے بھی فروگذاشت کے لیے معافی کا خواستگار ہوں - پروگرام میں بدنظمی ہوئی مضمون میں راستہ سے سپیکر دور گئے - مگر بات یہ ہے کہ یہ ابتدائی کانفرنس ہے - سب کے بعد ایک ہماری شکریہ ادا کرنا ہے وہ ہے شکریہ سرکار انگریزی کا جسکی طفیل اس امن سے جلسہ ہوا ریل وغیرہ نے ہمیں کسقدر آسانیاں دیں اور ایک جگہہ پر کھڑے ہوکر ہر ایک نے اپنے خیالات کا اظہار کیا - خدا کرے کہ ملکہ کا راج ہمیشہ ہو سب سے زیادہ شکریہ اللہ تعالی کا ہے - تمام شکر گذاریوں کا انجام وہی ہے - خدا ہمارے دلوں میں برادرانہ تعلق پیدا کرے - ہاں اسوقت ہم مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں - آؤ ہم سب ملکر اپنے اپنے طریق پر دعا کریں کہ خدا تعالی بارش بھیجے اور رحمت باران سے ہمکو سیراب کرے -

میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا وقت اسقدر تنگ ہوگیا ہے کہ ریمارک کرنے میں مجھے مجبوراً اختصار کرنا پڑا ہے ایسا ہی رائے صاحب اور سکرٹری صاحب کو بھی بہت تھوڑے الفاظ بولنے کا موقعہ ملا اب میں حضرت حکیم صاحب سے ملتجی ہوں کہ وہ حسب قرارداد کمیٹی فارمل طور پر اختتام جلسہ کریں -

تقریر خاتمہ

عالیجناب فیض انتساب حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی طبیب شاہی مادر سٹیٹ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (اما بعد) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔

صاحبان اس جلسہ کی ضرورت اور اسکی خوبی - یہ جس حسن وخوبی اور کامل امن وامان کے ساتھ یہ جلسہ ختم ہوا ہے اسکا بیان میرا منشا نہیں - کیونکہ ضرورت کا بیان ابتدا جلسہ میں مناسب اور اسکی خوبی کا تذکرہ جلسہ کی بسم اللہ میں پسندیدہ ہے - رہا امن وامان کا بیان وہ محتاج بیان نہیں کیونکہ عیان راچہ بیان - صاحبان اس جلسہ کے اغراض پر میں ریویو کرنے کو کھڑا نہیں ہوا کیونکہ اول تو ریویو کرنا اغراض جلسہ سے نہیں دوم یہ جیسے انسان کا یہ کام نہیں سوم اس کام کے لیے بہت بڑی اوقات اور توجہات اور افکار وعلوم کی ضرورت ہے -

صاحبان - مین اس قلیل سے قلیل وقت میں آخری تقریر کرنے کے پر مامور کیا گیا ہوں میں کہتا ہوں بڑی تعجب سے حیران تھا کہ کیا کہوں مگر بڑے ہونے اور حیرانی کے بعد یہی دل میں آگیا کہ قرآن کریم کا خاتمہ جلسہ کے خاتمہ پر سنا دوں - قران شریف کتب سماوی کی خاتم اور اسکی یہ سورت ہے جسکو مینے کہا ہے ہو کر یہ جلسہ سے قرآن کریم کی خاتم ہے اسلیے اس سورہ کو بڑی مناسبت ہوگی صاحبان - آپ تعجب کرینگے کہ اس سورۂ شریف میں کسی خاص مذہب پر کوئی خصوصیت سے حملہ نہیں جیسے اس پاک کتاب کی ابتدائی سورۃ سورہ فاتحہ میں ایسی تعلیم اور دعا ہے جو سماوی اور اخلاقی مذاہب میں کسی مذہب پر رد نہیں -

صاحبان - مینے سورہ کے پہلے ایک عربی کا ایسا فقرہ پڑھا ہے جسکو اسلام کا اصل اصول یقین کرنا چاہیے یعنے کلمہ طیبہ جس کے معنے یہ ہیں کہ کوئی ایسی چیز جسے ہمکو کامل محبت - کامل تعلق - جو کامل مطلوب - غایۃ مقصود ہو - اور معبود ہو اللہ تعالی کے سوا نہیں - دنیا میں جسقدر سماوی مذہب آئے سب یہی تعلیم لائے مگر ہادیوں اور اس راہ کے دکھانے والوں کی اتباع نے آخر ان توحید کو سکھانیوالوں - سچا راہ دکھانیوالوں کو - اللہ بنا لیا - مخلوق کو معبود بلکہ ان ہادیوں کو ہی خدا مان بیٹھے ان ہی سے کامل محبت - کامل تعلق انہیں کو کامل مطلوب وغایۃ مقصود قرار دیا

اسواسطے خاتم الانبیاء نے اپنی عبودیت کے اقرار کو اس کلمہ کا لازمی جزو قرار دیدیا تاکہ امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پھر شرک میں گرفتار نہو - کیونکہ جب ہادی کامل کی عبودیت کو ہر وقت توحید کے ساتھ یاد رکھینگے - تو کسی دوسرے کو کیوں معبود بنانے لگے - مسلمان لوگ اسیواسطے علی العموم اسطرح شرک میں گرفتار نہیں جسطرح کہ اور اقوام سو اس کلمہ کے پڑھنے سے

ایک مومن اپنا کامل مقصود - اپنا کامل معبود - اپنا کامل مطلوب اپنی غایت ایک ذات کو ٹھیراتا ہے جسے اللہ کہتے ہیں اور مقام شکر یہ ہے کہ عموماً جسقدر تقریریں مختلف مذاہب کیطرف سے جلسہ میں ہوئیں انہوں نے بھی اس مطلوب حقیقی کی مہما کی کہ جسکی شان میں لا الہ الا اللہ آیا اور اسکے بیان سب نے گرمائی

صاحبان اس کلمہ کے بعد ابتدا میں اس سورہ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں جسکو میں نے پڑھا ہے -

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ - مَلِكِ النَّاسِ - اِلٰهِ النَّاسِ - اس سورہ شریف کی ابتدا میں اللہ تعالی نے تین نام ظاہر فرمائے ہیں - اور ہر جلسہ کے پہلے سوال میں بھی ایسے ہی تین امور کا ذکر کیا ہے کہ جنکا فرداً فرداً تعلق ان تین ناموں سے ہے وہ تین انسان کی جسمانی - اخلاقی اور روحانی حالت کا بیان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ - مَلِكِ النَّاسِ - اِلٰهِ النَّاسِ غور فرمایئے ابتدا میں انسان ایک جسم ہوتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا - اور یہ ربی انسان کا بچہ جب ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو بجز اسکے کہ اسکو جسمانی ضرورتیں سب سے پہلے پیش آتی ہیں اور کن علوم کی اسکو ضرورت ہے؟ اور بالکل ظاہر ہے کہ اگر مولی کریم رب العلمین انسان کی ربوبیت نفرما دے - اور چوسنے پھر نگلنے اور ہضم کرنے کا علم نہ بخشے - پھر ہضم کی نالیاں اس غذا پر تصرف نکریں پھر شریانوں میں اور پھیپھڑوں میں خون صاف ہو کر جزو بدن نہ ہو تو انسانی نشو و نما کا کیا ٹھکانا ہے

اسیطرح جسمانی غذا میں ماں کی چھاتیوں اور حیوانات کے عمدہ دودھ میسر نہ آویں تو نو زائیدہ انسان کی نسبت کس کامیابی کی کیا امید ہو سکتی ہے اسیطرح ہر روشنی اور ہوا بھی عمدہ طور پر اسے نہ پہنچیں تو انسان کی جان بری کیونکر ممکن ہے -

صاحبان انسان کی اس حالت پر نظر کرو جو اسکو نطفگی کی حالت میں لاحق ہیں - اور پھر انسان کے اس کمال و استواری پر نظر کرو جو حسن میں وہ اپنے دائرہ کمال کی تکمیل کرتا ہے - اور پھر انصاف سے دیکھو کہ یہ تمام سامان کمالات جسمانیہ اپنے اصول و فروع سے کس نے عطا فرمائے - تو آپ یقین فرمائینگے کہ ایک رب الناس جس نے اسکو ایک طرف جذب مواد طیبہ کی طاقتیں عطا فرمائیں دوسری طرف مواد طیبہ کا بے انت خزانہ مہیا فرما دیا چونکہ وہ ذات پاک طیب اور ہر ایک خبث و نجاست سے منزہ ہے انسان کے جسمانی حالات کی ترقی کے لیے بھی اسنے کیسے کیسے اسباب طیبہ مہیا کر دیئے ہیں

جب انسان اپنی جسمانی حالت کی ایک حد تک تکمیل کر لیتا ہے - تو اسکی عمدہ پرورش کے بعد انسان کے اخلاق کا نشو و نما ہوتا ہے -

کبھی اسکو انواع و اقسام کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں - جیسے رنگا رنگ خوراک کے لیے قسم قسم کے غلہ پھل - پانی - عرق شیرینیاں ترشیاں جمع کرتا ہے پہننے کیواسطے اور ایسا ہی گرمی سردی ہوا روشنی - بارش اور گرد و غبار سے بچنے کے لیے ایسا ہی محنت و مزدوری عیش و عشرت - جنگ وغیرہ وغیرہ حالات مختلفہ کے لیے اسے مختلف اسباب مہیا کرنے پڑتے ہیں - اپنے آرام کی خاطر اسکو مکانات بنانے پڑتے ہیں جنمیں انسان کو گرمی - سردی - غبار - بارش کا لحاظ کرنا پڑتا ہے اپنے ضروریات کے واسطے مختلف کی چیزیں رکھنا چاہتا ہے -

قوائے شہوانی اور بقائے نسل کے خیال سے اسکو اپنے جوڑے کی ضرورت پیش آتی ہے

قوی غضبیہ کو بھی اسے جوش لانا پڑتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اسکے اغراض اور مطالب ضروریہ اور صحیحہ میں کوئی روک ڈالتا ہے تو انسان اپنے

مطالب جسمانیہ۔ اور اخلاقیہ میں گاہے قوۃ استقلال و ہمت بلند کے ساتھ۔ شجاعت و بہادری سے بھی کام لینا پڑتا ہے اور جب ایسکی بنی نوع کوئی اسکا مقابلہ کرتا ہے اور اسکی اغراض و مطالب اور شہوات دلیہ جو صلگی و کامیابی میں حملہ کرتا ہے تو اسکو بادشاہوں اور حکام کی احتیاج پڑتی ہے اور کبھی حکام میں سے اسکا محتاج یہ حاکم۔ قوۃ عدل انصاف رحم شفقت بطور و فکر سے کام نہیں لیتا تو اسکو فطرۃً کو ایک ایسی عظیم الشان طاقت کی طرف جھکنا پڑتا ہے جو سب حکام کے حاکم اور سب بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اسکے حضور گڑگڑاتا ہے۔ کہ میرے دشمنوں اور میرے ظالم حاکموں کا تو انصاف کر اور میرے مطالب و مقاصد میں تو میرا انصاف فرما اس بادشاہ عظیم الشان کا نام ملک الناس ہے۔

نیز خود انسان کے لیے اگرچہ اکثر اوقات ایسے بادشاہ ہوتے ہیں جو اسکو جرائم کے ارتکاب اور اس کے خلاف ورزی پر سزا دیتے ہیں مگر بعض جگہ اور بعض موقعوں پر یا تو حکام و بادشاہ موجود ہی نہیں ہوتے جیسے بعض مہذب بلاد میں بھی بعض وقت ایسا معاملہ پیش آجاتا ہے اور بعض مکانات اور میدانوں پہاڑوں میں ایسا اتفاق ہوتا ہے اور غیر مہذب بلاد میں تو اکثر یہی ایسے مواقع پیش آتے رہتے ہیں نیز ارتکاب جرم کیوقت اگر دنیوی حکام اور ناظم اگرچہ اپنے قوانین کے رو سے انسان کی اخلاقی حالت اور انسان کے کی حالت پر اثر ڈال سکتے ہیں جیسے ہندوستان پہلے سال کیا تھا مگر انسان کے ان اندرونی جوشوں پر جسکی باعث کوئی انسان جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ایک ایسی زبردست طاقت کا اعتقاد انسان کے اخلاقی حالت کی اصلاح کیلیے ضروری ہے جسکی نگرانی پر یقین انسان یہانتک رکھتا ہو کہ وہ انسان کے موجودہ یا آئندہ ارادوں کا علم رکھتا ہے اور یہی بداخلاق کو سزا دیتا ہے اسکا نام اس سورۂ شریف میں ملک الناس ہے

کیا معنے وہ بادشاہ جو انسان کے قویٰ جسمانیہ اور ارادے علم و عمل اور انسان کے ہر اندرونی بلکہ بیرونی اندرونی پر حکمران ہے یہ جسمانی اخلاقی دونوں حالتوں کی تکمیل کے بعد انسان کی روحانی حالت شروع ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان کا جسم کمال پر پہونچا اور ہر قسم کے تکالیف سے صحیح و تندرست ہوا تو انسان کو اخلاق فاضلہ کی ضرورت ہے مگر جب جسم و اخلاق دونوں کمال کو پہنچ جاوے تو اب اسکو ابدی اور لازوال آرام کی خواہش پیدا ہوتی ہے اگر بقا کی خواہش انسان کی فطرت و جبلت میں نہوتی تو علم طب کی یہ ترقی ہم نہ دیکھتے جو آج نظر آتی ہے اور مذہب کی تحقیق میں کوئی ہلچل نہ ہوتا۔ نیکی اور نیک چلن کے اصول منضبط نہ ہوتے۔

روح کی کامل محبت اور پورا پیار اور پوری چیز جس میں روح کو کامل اطمینان ہو اسکا نام ہے اسلام میں اللّٰہ تمام تعلقات سے خواہ جسمانی ہوں خواہ اخلاقی اندرونی ہوں یا بیرونی جب انسان کو آرام نہیں ملتا۔ تو تمام انسان کے لیے رحمت بخش ہے اسکا نام ہے الٰہ الناس۔ انسان کا اصل مطلب۔ اور غایۃ درجہ کا محبوب اور معبود۔

غرض انسان کے تینوں حالتوں جسمانی۔ اخلاقی۔ روحانی میں جو جسم کا مربی قوی کا مربی روح کا مربی ہے اسکو اس سورہ میں رب الناس کہا ہے اور وہ ذات جسمانی و اخلاقی و روحانی افعال اقوال اعتقادات پر جزا دیتا ہے تب اسکا نام ہے ملک الناس اور جبکہ انسان کا اصل غرض ذاتی محبوب اور غایۃ مقصود بنتا ہے تو اسکو الٰہ الناس کہا ہے یہ پیارے امام حجۃ الاسلام نے اپنے بے نظیر مضمون میں اسکی مفصل بحث فرمادی ہے

اب غور فرماویں جب ہر سورۃ میں انسان کی حالتوں کی طرف اشارہ کر کے اللہ کریم نے فرمایا کہ رب بھی میں ہوں اور بادشاہ بھی میں ہوں اور محبوب مطلوب اور غایتہ مقصود بھی میں ہی ہوں تو میرے بندو مجھ کامل پاک ذات سے پناہ مانگو - اور کہدو ہاں ہر ایک انسان تم سے کہدے کہ میں ربوبیت اور ضرورۃ حکومت میں اور ضرورت محبت میں رب الناس - ملک الناس - الہ الناس کی پناہ مانگتا ہوں اور پناہ بھی کس امر میں مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ -

صاحبان تم نے مختلف مضامین سنے اور انمیں اس قسم کی باتیں تمہارے کانوں میں پھر دلوں - تمہاری آنکھوں پھر دلوں تک پہنچیں جن میں صداقت اور کامل راستبازی ہو گی اور ایسی بھی جنمیں محض کذب و افترا اور دھوکا ہوگا - یہ قرآن کی آخری سورۃ کیسی بے نظیر اور لطیف ہے جس میں یہ بیان ہے کہ تم اللہ کریم المولی الرؤف الرحیم رب الناس - ملک الناس - الہ الناس سے پناہ مانگو تمام ان غلطیوں اور وسوسوں سے جو کسی موسوس کے نظارہ یا کلام سے پیدا ہوئے ہوں -

کیونکہ ان وسوسوں کی مثال ہو بہو اس تکلیف رساں کتے کی سی ہے جو آنکھوں پھر کاٹنے کے لیے طیار ہے جسطرح اس کتے سے بچنے کے لیے ہمکو اسکے مالک کی پناہ مانگنی ہے اور اگر اسکا مالک ہمیں بچانا چاہے اور اس کتے کو دھتکار دے تو کیا مجال کہ وہ کتا کسیکو کاٹ کھاسکے اسیطرح انسانی یا شیطانی وسوسوں سے بچنا بھی اس وجود کے پناہ سے ہوگا جو کل مخلوقات کا رب اور مالک اور محبوب ہے -

وسواس نام ہے ہر ایک ایسی چیز کا جسکا برا ہونا ہمسے مخفی رہ گیا اور جسکی بدی سے ہم بے خبر رہے اور اسکی شرارت ہمارے جسم پر یا اخلاق پر یا روحانی معاملات پر برا اثر ڈالتی ہو یا ڈالا ہو اور ہمیں اسکی اطلاع نہ ملی ہو -

چاہے وہ مخفی چیز ہو - چاہے وہ انسان ہو یا شیطان بصورت انسان - میں اپنے لیئے آپ یہ دعا مانگتا ہوں اور آپکو یہ دعا مانگنی کی سفارش کرتا ہوں - کہ اس جلسہ میں جو کچھ ہمنے سنا اس میں سے جو کچھ ہمارے جسم - اخلاق اور روح کے مفید نہو بلکہ کسی کسی مخفی طریق سے وہ نقصان رسان ہوں اس سے آپ اس سے پناہ میں مانگے جو رب الناس - ملک الناس - اور الہ الناس ہے کیونکہ انہیں میں صفات کے ماتحت انسانی جسم - اخلاق - اور روح کی تکمیل ہوتی ہے اور عرض کرتا ہوں کہ یہ قرآن کی خاتم اب اس جلسہ کا خاتم ہو - فقط



اب ہم حسب وعدہ سردار رجیندر سنگھ صاحب کی تقریر درج کرتے ہیں جو ہمارے رپورٹر نے بروقت تقریر لکھی سردار صاحب موصوف نے تقریر سے پہلے سر جھکا کر منہ میں پرارتھنا کی اور پھر فرمایا -

تقریر

عالیجناب سردار راجندر سنگھ صاحب ایڈیٹر خالصہ بہادر لاہور

(سکھ ازم)

آپ لوگ حیران ہونگے کہ میں نے یہ کیوں کہا کہ آخر کیا کرتا تھا یعنی بہلول دانا کی بات ۔ کیونکہ بہلول ایسے موقعہ پر ہمیشہ کو یاد کر لینا ضروری ہے ۔
بہتر یہی کہ انسان کو خدا نے موت کا وقت نہیں بتلایا ورنہ سب کام انسان کے رہ جاتے ۔ لیکن پیدا ہونے کا وقت بتلا دیا گیا ہے ۔

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام
با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

بس اب آپکے لیے بہتر گورو صاحب کہتے ہیں جیسا حافظ نے کہا اسلیئے تمام مذہب کے آدمی ہمارے باوا صاحب کی تعریف کرتے ہیں اور کوئی انکو برا نہیں کہتا جیسا کہ زرا صاحب کی شہادت بھی ہے جس ملک کی ریفارم کے لیے وہ آتا ہے وہی زبان میں آتا ہے گرو نانک صاحب کے زمانہ میں مسلمان پنجابی جانتے تھے اور سنسکرت نہیں تھی اسلیئے وہی احکام قرآن اور وید کے کیونکہ خدا کا حکم اور نام ہمیشہ ایک ہے پنجابی میں کہے جیسا کہ گرو صاحب نے کہا ہے ۔ جو میں کہتا ہوں آپ نہیں کہتا بلکہ خدا جو مجھ میں ذات ہے وہ مجھکو سناتا ہے ۔
سب جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ مرشد کی بغیر گزارہ نہیں سب لوگ دنیا میں تھا وغیرہ اور ہوکر آئی مگر کوئی مرشد ہوکر نہیں یا پیش پر کیا ہے (عملی طور سے) سب کر دکھایا ہے باوا صاحب کی کیا سکھوں کا مذہب بالکل سادہ اور آسان ہے اس میں بہت جھگڑے نہیں لیکن گرو صاحب نے یہی کہا ہے کہ اوٹھتے بیٹھتے ہر وقت پرمیشر کا نام لینا چاہیے ۔
جو ہمارا مذہب تھا وہ اس شکل میں نہیں تھا جس میں کہ وہ صاحب نے بتلایا ۔ گرو صاحب کی تعلیم مکمل دس صحیفوں میں ہے ۔ دس گرو ہوئے اور اس تعلیم کو اخیر میں گورو گوبند سنگھ نے پورا کیا ۔
روح کے لیے جسم اور جسم کے لیے حفاظت ضروری ہے ایسا ہی گورو صاحب کے دیدہ ور لکھا اور خیال کیا اور اخیر میں گورو گوبند سنگھ صاحب نے تلوار باندھی اور اگرچہ جنگ ہوئے مگر وہ مسلمانوں سے ملتے جلتے رہے ان گروؤں کی بابت جو کچھ ہمنے اخذ کیا وہ انکی کلام میں دیکھنا چاہیے
چونکہ کل سکھ تعلیم گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ میں مکمل ہوئی اسلیئے انہوں نے اپنی کلام میں کہا کہ ہم کیا ہیں ۔
کوئی ہندو کوئی سنیاسی ۔ کوئی جتی ۔ کوئی ترک کوئی شافعی مگر سب بنی آدم ہیں سب کو ایک سمجھو کرتا کریم اور رحیم سب کا ایک ہی ہے ۔ کوئی فرق نہیں ایک ہی کی سب پرستش کرتے ہیں گرد و سب کا ایک ہی ہے ایک ہی سروپ ہے"
کبیر اور گورو نانک کی تعلیم ایک ہی ہے لیکن گرو نانک صاحب اور کبیر کسی کا دل نہیں دکھاتے تھے ۔

ایک نور سے سب جگ پیدا ہوا کیا بھلے کیا مندے
خلق میں خالق اور خالق میں خلق"

ایسا ہی سجدہ گاہوں کی بابت کہتے ہیں مسجد مندر سب ایک ہیں ۔ ایک ہی خالق کی پرستش کرتی ہے پوجا اور نماز ایک ہی بات ہے دیوتا ۔ ادیو ۔ ترک ۔ ہندو مختلف دیس کے رہنے والے ہیں مگر اصل میں سب ایک ہی ہیں

سب کے ناک کان آنکھ وغیرہ ایک ہی طرح کے ہیں پران قرآن سب ایک ہی ہیں وہ قرآن جسکو مرزا صاحب نے کل قابلیت سے بیان کیا اگر مسلمان اس قرآن پر اسطرح چلیں جسطرح مرزا صاحب نے بیان کیا تو پھر ان جیسا کون ہے جیسے تمام لہریں پھر دریا میں ملجاتی ہیں ایسے ہی کچھ خدا سے نکلکر خدا ہی میں ملجاتی ہیں گرو گوبند سنگھ صاحب بھی جسطرح کل آدمی تھے گرو صاحب نے ایسی ہی ہر ایک اخلاق وغیرہ کی بابت بہت کچھ کہا ہے اور گیان کو انہوں نے سب سے اول رکھا

ایسا ہی کہا ہے۔

کہ اگر سب کچھ کہا جانا اور بھسم لگانا اور مسان میں بیٹھنا اگر پرانے مکانات میں رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اور اگر جنگلوں میں رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اور اگر چپ رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اگر جتی رہنے میں اور اگر ننگی پاؤں رہنے میں نجات ہے۔ تو پھر حیوانات اور جمادات اور درخت وغیرہ کو نجات اور دیدار الٰہی ہو جاوے"۔

عقل فہم کے لیے اور کام کرنے کے لیئے عطا کی گئی ہے پس بغیر گیان کے اور کرم کے ٹھیک کرنیکے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اور کچھ نہیں جسنے اپنے دلکو قابو میں کیا وہ ہی سب سے زیادہ معرفت حاصل کرتا ہے جو ایک بیوی رکھتا ہو وہ ہمیشہ جتی کہلاتا ہے۔ گھر کی بیوی کو چھوڑ کر اندھ دوسری کے پاس جاتا ہے جیسے طوطا درخت کی گوند میں پاؤں ڈالتا ہے"۔

ایک مرید گورو کا بڑا انکی اپنی عبادت کا رکھتا تھا۔ آپنے بھنگ گھٹوا کر رکھ لی پہلے دن صرف کلیاں کرائیں اور اسکا اثر نہ ہوا دوسرے دن تھوڑا پلایا تب اثر ہوا۔ سو سمجھایا کہ عملی طور پر ایکٹ کرنا چاہیئے جیسا رسول خدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے کروڑوں ہو گئے اور یہ عملی طاقت کا نتیجہ ہے۔ انسان کو باعمل ہونا چاہیئے **عملی طاقت** کے سوا کچھ نہیں جیسے کہ گورو صاحب نے فرمایا

مہر مسیت صدق مصلی حق حلال قران — شرم سنت شیل روزہ ہو مسلمان

کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نماز — تسبیح سانس بہاوسی نانک رکھے لاج

یعنے مہر مسجد ہے اور صدق مصلے ہے۔ حق حلال قرآن ہے۔ شرم سنت یعنے شرم کا مینے ختنہ کرایا ہے مہربانی کرنیکا میں روزہ رکھتا ہوں۔ میرا کعبہ نیک کام ہے سچ بولنا میرا مرشد میرا کلمہ بخشش ہے۔ اس طرح کی میں نماز پڑھتا ہوں۔ میری تسبیح سب کے ساتھ محبت کرنا۔ غرض پورے طور پر عمل کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے

تمت

ایک مبارک تجویز متعلقہ طبع ثانی براہین احمدیہ و دیگر کتب

سینے کتاب سراج منیر مصنفہ حجۃ اللہ المسیح الموعود والمہدی المسعود حضرت مرزا غلام احمد صاحب سلمہ الرحمان رئیس قادیان کے ٹائیٹل پیج براہین احمدیہ کے دوبارہ چھپوانے کی بابت بعض احباب کی تجویز سے یہ تحریک کی تھی کہ اسکے طبع کرانے کے لیے چندہ کھولا جاوے جسمیں مبایعین حضرت ممدوح شامل ہوں اور ہر ایک بھائی مبلغ آٹھ روپیہ فی نسخہ بطور چندہ دے۔ دو سو درخواست آنے پر کتاب چھپوائی جاوے اور دو سو نسخے کے علاوہ جسقدر نسخے زیادہ چھپیں وہ بطور امداد کتب خانہ حضرت اقدس میں شامل کیے جاویں اگر اس تجویز کو بعض احباب نے قبولیت کی نگاہ سے دیکھا لیکن چونکہ یہ نایاب کتاب مقبول عام ہے اور مبایعین حضرت اقدس کے علاوہ بہت سے اور بھی خواہان اسلام اس کتاب کے خواہشمند پائے جاتے ہیں اسلیے ہم چند لاہور کے دوست چاہتے ہیں کہ اس کتاب کو جسقدر جلدی ممکن ہو کسی قلیل سے قلیل قیمت پر جس میں منافع کا خیال نہو چھپوا کر عام طور پر شائع کر دیا جاوے۔ اس کتاب کی چاروں جلدیں اگر اس ریویو جلسہ مذاہب کی تقطیع پر چھپوائی جاویں تو شاید چودہ سو صفحہ (١٤٠٠) سے کم ہرگز نہ ہو اگر ان موتیوں کے بھاؤ بکنے کے قابل مضامین کی جو اس کتاب میں مندرج ہیں بالکل پرواہ نہ کی جاوے اور محض اسکی ضخامت پر ہی غور کیا جاوے تو بھی اسکی تاجرانہ قیمت پانچ روپیہ سے کم نہ ہونی چاہیے لیکن چونکہ ہمیں اسکی اشاعت منظور ہے اور منافع کی پرواہ نہیں اسلیے یہ تجویز ہے کہ اسکی قیمت صرف تین روپیہ مقرر کی جاوے جو اسکی چھپائی اور کاغذ وغیرہ کیلیے مکتفی ہوگا (اس کتاب کی اصلی قیمت دس روپیہ ہے) لیکن اس قلیل قیمت پر یہ کتاب اس صورت میں چھپ سکتی ہے جبکہ اسکے لیے معقول تعداد درخواستوں کی آجاوے۔ سو ہمارے دوستوں کو مناسب ہے کہ وہ اس اشتہار کی اشاعت عام طور پر فرما کر خاکسار کو اطلاع بخشیں کہ انکے ہموطن احباب اور دوستوں میں کس قدر خریداری اس کتاب کی ہوسکتی ہے۔ ایسا ہی دیگر اسلامی بھائیوں کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں اور اگر خریدار بننا چاہیں تو ہمکو اطلاع دیں + یہ وہی کتاب ہے جسکو کل علمای ہندوستان نے دیکھکر حضرت مصنف کے دعوی مجددیت کو تسلیم کر لیا تھا اور یہ وہی کتاب ہے جسکی تعریف میں سالوں کے رسالے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھے تھے جو اب بھی امام المسلمین کالقد اسمیں سب مذاہب پر بحث کی گئی ہے۔

ان درخواستوں کا انتظار چھ ماہ تک کیا جاویگا اور جنوری ۹۶ء سے اس کتاب کے چھپنے کا انتظام ہوگا ہمیں یقین ہے کہ اس قلیل قیمت پر کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ رہیگا اس کتاب کے علاوہ باقی کتب حضرت مرزا صاحب جو ایک دفعہ چھپکر ختم ہو چکی ہیں مثلاً شہادت القرآن حجۃ الاسلام سچائی کا اظہار فیصلہ آسمانی وغیرہ انکو دوبارہ چھپوانے کا بھی ارادہ کیا گیا ہے جو چھپکر قلیل قیمت پر بک سکیں اسلیے جو بھائی متفق ہوں انکو خریدیا یا انکی عام اشاعت منظور ہو وہ بھی خاکسار کو اطلاع دیں۔

حضرت مرزا صاحب جس قدر کتب تصنیف فرماتے ہیں انکے ختم ہوجانے پر **طبع ثانی** کا موقع نہیں ملتا اسکی بھاری وجہ یہ ہے کہ وہاں کسی **تجارتی** غرض یا اصول پر کوئی کتاب نہیں چھپتی جو کتاب چھپتی ہے اس میں سے نصف کے قریب **مفت تقسیم** کرنی ہوتی ہے بعض تصنیفات تو ایسی بھی ہوتی ہیں جو ساری کی ساری عنداللہ تقسیم ہوتی ہیں یہ بہت ہی کم واقعہ ہوا ہے کہ کسی کتاب کی وصول شدہ قیمت **محنت** اور **لاگت** کا معاوضہ دیسکے۔ علاوہ ازیں نئی تصنیفات کے طبع میں سرمایہ خرچ ہوتا ہے جنکی تعداد ہر روز بڑھتی جاتی ہے مثلاً اس سال ان چھ ماہ میں اشتہارات کے علاوہ اسوقت آٹھویں یا نویں کتاب زیر تصنیف ہے۔ اس صورت میں کسی کتاب کی نہ تو **طبع ثانی** کی گنجائش ہے اور نہ وہاں ضرورت مقابل میں ہمارے دوست ایک تو تعداد میں بڑھتے جاتے ہیں اور بعض غریب ہیں وہ قیمت کے متحمل نہیں اسلیے یہ بھی تجویز ہے کہ لاہور میں ایک **بک ایجنسی** (کتابوں کی ایجنسی) کھولی جاوے جس میں وہ تمام کتابیں چھپوائی جاویں جو کتب خانہ قادیان میں ختم ہوجاویں۔ ان کتابوں کی قیمت بہت ہی قلیل رکھی جاوے گی جسمیں وہ قلیل سے قلیل منافع بجو کارکن کی محنت کا معمولی درجہ کا معاوضہ ہوگا اسکا تیسرا حصہ حضرت امام برحق کے مقدس مشن کی امداد میں صرف ہوگا۔ ہمارے دوست خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شہادۃ القرآن جیسی مفید کتاب جس میں ایک نیچری (جو احادیث کے بکلی منکر ہیں) کے کہنے پر نزول مسیح الموعود کا ثبوت قرآن سے دیا گیا۔ اور جس کا حجم چھپتر صفحہ کے قریب ہے اسکی قیمت صرف ساڑھے تین آنہ کے ٹکٹ لگانے ہیں محرکان ایجنسی کی غرض کہانتک دینی بھائیوں کے فائدہ رسانی کی ہے۔ میری جو دوست اس تحریک سے متفق ہوں مذکورہ بالا ختم شدہ کتب میں سے اگر انکو کسی کتاب کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دیں جب اسطرح کتب کی قیمت نہایت قلیل ہوجاویگی تو ہمارا ذی ثروت دوستوں کو بہت سے کتب کی مفت تقسیم کرنے کا عمدہ موقع ملیگا

کتب ذیل کی تعداد کتب خانہ قادیان میں بہت کم رہگئی ہے انکے ختم ہونے پر ارادہ ہے کہ انکو مذکورہ بالا صورت پر دوبارہ طبع کرایا جاوے

نام کتاب	موجودہ قیمت فی
برکات الدعا	۲ر
تحفہ قیصرہ	۲ر
ازالہ اوہام	سے
آئینہ کمالات اسلام	عہ
ست بچن آریہ دھرم	مہر

کل کتب موجودہ کتب خانہ قادیان کے لیے دیکھو صفحہ آخری

المشتہر

خاکسار کمال الدین بی۔ اے۔ پروفیسر اسلامیہ کالج

پاک وصاف صابون ساختہ لاہور

[illegible]

فہرست صابون

صابون						قیمت فی بکس
	اعلیٰ روغن گلاب			تصویر والا بکس		
"	روغن [illegible]	۳	"	"	"	۵/
"	جمیل ایران	۳	"	"	"	۶/
"	آس	۳	"	"	"	۶/
"	مارل	۳	"	نیل لگا ہوا بکس	"	۴/
"	[illegible]	۳	"	"	"	۳/
"	تیلی	۳	"	"	"	۳/
"	اعلیٰ [illegible] ٹکیہ	۳	"	تصویر	"	[illegible]

[illegible]

(۱) بیرونجات کی [illegible]

(۲) [illegible]

التماس

[illegible]

اطلاع

[illegible] ارسال ہوگی

المشتہر

[illegible] کشمیری بازار لاہور

زبدة الاقاویل

فی ترجیح القرآن علے الاناجیل

اس کتاب میں عیسائیوں کے اوس قدیمی اعتراض کا تفصیلی اور دندان شکن جواب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں جسمانی احکام درج ہیں روحانی تعلیم بالکل نہیں ہے۔ راقم نے انکی اس غلط بیانی کو ثابت کرنے کی غرض سے اناجیل کی ان آیات کو جنکو وہ اپنے زعم میں روحانی خیال کرتے ہیں پہلے چند فصلوں میں اس طور پر تقسیم کیا کہ اول کلام مسیح پھر کلام حواریین کو درج کیا۔ بعد ازاں ہمچوں قسم احکام قرآن شریف اور کچھ بطور نمونہ کلام رسول اللہ اور اقوال صحابہ رضہ سے نقل کر کے ہر فصل کے اخیر میں قرآنی تعلیم کی اناجیلی تعلیم پر ایسے دلائل قویہ سے ترجیح ثابت کی ہے کہ خصم کو بجز سکوت کے کچھ چارہ نہیں۔

علاوہ اسکے اس کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں پانچ امر ضروری ایسے بیان کیے گئے ہیں جو اناجیل مروجہ کی پوست کندہ قلعی کھولتے ہیں چنانچہ امر اول میں اناجیل مروجہ کا قطعی دلائل سے غیر الہامی ہونا ثابت کر کے امر دوم میں جتایا گیا ہے کہ بعض اناجیل غیر مروجہ خصوصاً انجیل برنباس سے الہام منفک نہیں ہوسکتا اور قرآن بھی انہیں کی تصدیق کرتا ہے امر سوم میں نبی آخر الزمان اور قرآن شریف کی ضرورت کو بدلائل قویہ ثابت کر کے امر چہارم میں محققین مسیحیوں کی شہادتیں محمدی تعلیم کی عمدگی پر درج کی ہیں۔ امر پنجم میں قرآن شریف کی خصوصیات اور اناجیل مروجہ ان سے بالکل عاری ہونا ثابت کر کے دکھایا گیا ہے کہ قرآن شریف اور کتب احادیث تو ایک طرف رہے اناجیل مروجہ اپنی تقویت میں اہل اسلام کی معتبر کتب سیر کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتیں قیمت اسکی مع محصولڈاک ۸ ہے جو اپنی خوبی سے جو خاص اسکا حصہ ہے بالکل کوڑیوں کے مول ہے جن صاحبوں کو مطلوب ہو بہت جلد راقم سے بذریعہ ویلیو پے ایبل منگالیں کیونکہ اسکی صرف چند جلدیں باقی ہیں درصورت توقف کف افسوس ملنا پڑیگا

راقم فقیر محمد مالک سراج الاخبار شہر جہلم

غلام محی الدین اینڈ کمپنی سوداگران ٹھیکیداران فوجی لودھیانہ

اگر آپ کو مندرجہ ذیل اشیاء سے کسی چیز کی ضرورت پڑے تو ایک پیسہ کا کارڈ بھیجکر طلب فرمائیگا۔ فوراً تعمیل ہوگی

مال سوتی

لنگیاں زردار ہر رنگ و ہر قسم کی	صہ سے سعہ تک
۔۔ سادہ	۔۔ ۶ ۔۔ صہ ۔۔
زمین خاکی پختہ رنگ فی گز	۱۰ ۔۔ عہ ۔۔

ٹین سفید منع اینیاں دھاری فی گز ۶ سے ۸ تک

گبرون (لود یانہ کلاں) ہر رنگ فی تھان سے " عہ "

رومال سفید و رنگین چھوٹے بڑے فی ۲ " ۸ "

فرش چھاپہ رنگ پختہ فی گز ۲ " ۴ "

لنگ عام رنگدار رسے عہ " عہ "

تولیہ براے غسل وغیرہ " ۴ " لٰہ "

دریاں ہر رنگ فی گز ۹ " عہ "

ٹوپیاں (اباچیچا) اسر دنی جوڑ ۱۲ " عہ

پگڑیاں صاحبانہ فی عہ " سے "

کمر بند ہر رنگ " لٰہ " سے "

کاٹرائی ہر جسپ کے واسطے سفید عہ " عہ "

" خاکی ۹ " عہ "

مال پشمینہ و اون

دالیسر نگل چادر (رنگ شال) ابرے تحفہ مساعجب فی سے سو سے تک

رامپوری چادریں خورد و کلاں سے " سے "

چادریں پشمینہ سادہ فی جوڑ سے " سے "

" کامدار " سے " سے "

الوان پشمینہ ساختہ لودیانہ " سے " سے "

پارچہ پشمینہ براے سوٹ فی گز سے " سے "

مالیدہ خود رنگ بادامی وغیرہ فی گز سے " سے "

مالیدہ کا چوغہ سادہ و کامدار فی سے " سے "

پٹو کشمیری براے سوٹ فی تھان سے " سے "

ٹوپیاں مالیدہ کامدار فی عہ " لٰہ "

جراب و دستانے پشمینہ وغیرہ فی جوڑ ۶ سے عہ تک

جامہ وار براے پردہ وغیرہ " سے " سے "

قالین رنگا رنگ بخاری و کشمیری فی سے " سے "

مال ابریشمی

میز پوش کامدار ہر رنگ فی للعہ " سے تک

دروازوں کے پردے فی جوڑ سے " سے "

سپلکاری " سے " سے "

رومال ڈوریہ دار فی سے " سے "

زرباف شال " " سے " سے "

گلوبند " " لٰہ " سے "

ازار بند ریشمی " سے " سے "

رومال دستی " ۹ " سے "

سامان وردی فوج

سرج خاکی و نیلہ وغیرہ فی گز لٰہ " للعہ تک

پارچہ براے بارانی کوٹ " سے " سے "

اشیا ذیل حسب معیار و رنگ تیار ہیں

وستارہ فی ۱ " سے تک

لیس و فیتوں زریں و اونی وغیرہ فی گز عہ " سے "

بٹن وردی ہر قسم فی درجن ۹ " سے "

تمغوں کے فیتے فی گز لٰہ " عہ "

جال ریشمی و اونی بغرض غیرہ کے لیے سے " سے "

جھالر زریں و سادہ فی گز ۴ " سے "

کلاہ (مع البابش) زریں و سادہ ہر قسم ۹ " سے "

بنچی (بابا ڈوپچی) گرم ہرایک رنگ وقسم ۱۲ ار ؎ ۱۲ آر ؎
کمبل ولایتی ودیسی وغیرہ فی سے ؎ ۵ ؎
بابرانکوٹ افیری وغیرہ ؎ صہ ؎ ۵ ؎
کمربند زریں وپشمینہ وسادہ ؎ صہ ؎ صہ ؎
گھوڑوں کے جال سوتی ؎ عہ ؎ للہ ؎

ہرقسم کا ساماں جو فوج کی وردی کے لیے ضروری ہے جسکی تفصیل اسجگہ دینی غیر ممکن ہے موجود رہتا ہے فہرست درخواست کرنے پر مل سکتی ہے

المشتہر
غلام محی الدین میونسپل کمشنر لودیانہ لیسٹ ۱۸ ا بنگال

نصائح العارفین ترجمہ مصالح المؤمنین

یہ عجیب ونایاب کتاب علم دین وتصوف کا ذخیرہ شریعت و طریقت کا مجموعہ قاضی محمد بدل بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے ہے اور عام فہم اردو ترجمہ اسکا حکیم مولوی رحیم الدین احمد صاحب دہلوی نے کیا ہے کوئی مضمون ایسا نہیں جسمیں قرآن وحدیث کا حوالہ نہ دیا گیا ہو اور عبادات نماز وغیرہ کے ارکان میں جو جو حکمتیں مستتر ہیں انکا انکشاف بھی ہر ایک موقعہ پر عمدہ طریق سے کیا ہے منجملہ ۵۲ مضامین کتاب موصوف کے بعض مضامین کا ذکر ذیل میں لکھا جاتا ہے علم کی تعریف۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ ناسوت ملکوت۔ جبروت۔ لاہوت۔ ایمان مفصل ومجمل وغیرہ کا بیان اسلام کے معنے اور اسکی تصریح حقتعالی کے اسما وصفات پر ایمان لانے اور اسکے متکلم قدیم وقیوم ہونے کا بیان جلال وجمال کی صفات ولی۔ کرامت۔ آیۂ ماجعل اللہ لرجل الخ کی تفسیر نفسوں کی تعریف پر خفی وسر کا بیان روح وعقل محبت و عشق کا بیان۔ اسم اللہ کی تصریح وخواص وذکر اسم اعظم کی تحقیق ملائکہ پر ایمان اور انکی کیفیت بطور حکماء۔ کتابوں پر ایمان اور انکا قدیم اور قرآن مجید کا معجزہ ہونا اور ناسخ ومنسوخ کا بیان۔ پیغمبروں پر ایمان اور معجزہ۔ کرامت۔ استدراج وسحر وطلسمات وغیرہ کا بیان۔ حضرت رسول مقبول کے بعض خواص معجزات وغیرہ۔ نماز کے ارکان وزکوۃ۔ روزہ وحج وغیرہ کا بیان۔ قیامت پر ایمان۔ دابۃ الارض۔ اور حضرت امام مہدی ودجال حضرت عیسے ویاجوج و ماجوج کے بیان میں اور آفتاب کا مغرب سے نکلنا اور اس جہان کے فنا ہونے اور زندہ ہونے کا بیان حوض کوثر۔ میزان۔ پلصراط کا بیان خیر وشر و تقدیر کا بیان۔ مذاہب باطلہ جبریہ۔ شیعہ۔ خوارج مرجیہ وغیرہ کی کیفیت مرنے کے بعد زندہ ہونیکی بحث ودلائل توحید ومعرفت ومشاہدہ معان کا بیان۔ ظلمانی ونورانی حجابوں کا حال وغیرہ قیمت ولایتی پیپر کاغذ دیسی ۱۲ قیمت مجلد ۳ ؎ ۲ ؎

کتاب حیات اعظم

یعنے سوانح عمری حضرت امام اعظم مصنفہ مرزا حیرت دہلوی قیمت فی جلد کاغذ عمدہ عہ مختصر تفصیل مضامین حیات اعظم حسب ذیل ہے دیباچہ میں اسلام کی حقیقت تاریخ حدیث صحاح ستہ پر مختصر ریمارک اور اسلام کی سہولت پر جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال۔ پہلا باب امام ابوحنیفہ کا نسب ولادت اور اعتراضات شیعہ کا جواب۔ دوسرا باب امام صاحب کی تعلیم اور حدیث حاصل کرنے کا مورخانہ بیان تیسرا باب امام صاحب کی حسرتانہ وفات و مقبرہ و اولاد کا ذکر چوتھا باب امام صاحب کے نسبت مسٹر ہملٹن مترجم ہدایہ اور میجر رابرٹ مصنف تاریخ بغداد اور جارج سیل مترجم قرآن کی رائے اور انکے نکتہ چینیوں کے جوابات پانچواں باب سیرۃ النعمان پر شیعوں کے اعتراضات کا معقول جواب چھٹا باب امام صاحب کی عادات و صفات پر غیر طرفدارانہ بحث ساتواں باب فقہ حنفی اور اعتقاد کی مطابقت و مخالفت کا باہمی موازنہ آٹھواں باب اجتہاد فقہا کے اختلاف کی وجہ تاریخی طور پر۔

مجموعہ رسائل متبرکہ یہ پندرہ رسالے اردو میں ہیں کوئی رسالہ شروع کرکے تمام کیے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ہر قسم کی دینی و دنیوی فواید اور تصوف اور دلچسپ نیک لوگوں کے اقوال و افعال اور بزرگان دین مثل حضرت غوث اعظم اور خواجہ صاحب اجمیری کے سوانح عمری و حالات تشریف آوری ہند و مقابلہ کفار وغیرہ کے دیکھنے سے لطف بے اندازہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱) رحمانی فوائد اسمار ربانی۔ (۲) نظام العقاید مصنفہ حضرت مولانا فخر صاحب (۳) نجات المومنین شرح چہل حدیث (۴) گلدستہ فضائل غوثیہ (۵) فیوض القادری مشتمل چہل درکیب فیض (۶) معین الارواح مشاہدات خواجہ معین الدین چشتی (۸) مقامات فقر (۹) صراط الصالحین ترجمہ آداب الطالبین آداب اخلاق بزرگان (۱۰) سلسلہ چشتیہ مع مختصر تذکرہ خواجگان چشت (۱۱) شمائل الاولیا (۱۲) گلزار بہشت (۱۱) گلدستہ معرفت (۱۳) قصائد بہار چشت (۱۴) کلام مقبول فی مدح اولاد الرسول وغیرہ مجلد عہ۔

تکملہ سیر الاولیا تذکرہ بزرگان ہر چہار سلسلہ کے علاوہ متاخرین اولیا خصوصاً خلفا حضرت مولانا فخر صاحب و خواجہ نور محمد صاحب مہاروی کے مفصل حالات اور ملفوظات و لمعات خواجہ محمد عاقل صاحب وغیرہ درج ہیں مصنفہ حضرت خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری۔ کاغذ سفید دبیز مجلد عہ کاغذ خانی عہ۔

سیر العارفین مع ۳۲ نقشہ جات مقامات متبرکہ مصنفہ حضرت مولانا جمالی صاحب جس میں بزرگان چشت و سہروردیہ کے مفصل سوانح عمری وغیرہ تحقیقی طور پر درج ہیں شائقین کو چاہیے کہ ایک جلد اس معتبر تاریخ بزرگان

کی اپنے کتب خانوں کے لیے ضرور خرید لیں ورنہ اس کتاب
کا چھپنا معلوم قیمت ۱۰ر

بحر الحیات - فارسی مصنفہ حضرت محمد غوث گوالیاری
علم جوگ و معرفت وغیرہ میں یہ عجیب و غریب کتاب دس باب
پر منقسم ہے - باب اول - در معرفت عالم صغیر (باب دوم)
در معرفت تاثیرات عالم (باب سوم) در معرفت حقیقت
وغیر ذالک (باب چہارم) در معرفت ریاضت و چگونگی
حالات آن (باب پنجم) در معرفت ایجاد انسانی و انواع
دم و ماہیت آن (باب ششم) در معرفت جسد و ماہیت
و محافظات آن (باب ہفتم) در بیان وہم (باب ہشتم)
در معرفت فساد جسد و ظاہر شدن علامات مرگ (باب
نہم) در بیان تسخیرات روحانیات (باب دہم) در
حکایات ایجاد عالم (خاتمہ) در بیان آسن ہای مفیدہ
یعنی نشست متعلقہ علم جوگ قیمت ۸ر

احسن الشواہد ترجمہ افضل الفوائد ملفوظ حضرت
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہ جس میں ہر
قسم کی مفید باتیں باعث تفریح و درستی ایمان اور عجیب
حکایات انبیاء علیہم السلام و تذکرات اولیاء کرام درج
ہیں جنکو حضرت ممدوح جلسہ مریدان میں فرماتے تھے اور
حضرت امیر خسرو انکو تاریخ وار قلم بند کرتے تھے قیمت
ہر دو حصہ ۱۳ر

لطائف نفیسہ در فضائل اویسیہ

یعنی سوانح عمری حضرت خواجہ اویس قرنی حضرت خواجہ
اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے علوی مراتب و بزرگی درجات
سے کون مسلمان آگاہ نہیں اکثر کتب تذکرات اولیاء
و احادیث وغیرہ میں آپ کا ذکر موجود ہے مگر آجتک کوئی
ایسی جامع کتاب جسمیں آپکے عجائب حالات و مجاہدہ نفس
و کشف و کرامات و اقوال وغیرہ کا مفصل بیان ہو دیکھنے
میں نہیں آئے تھے اب اتفاقاً سلسلہ اویسیہ کے ایک با
خدا شخص سے یہ نادر کتاب دستیاب کر کے افادہ عام
کی غرض سے طبع کی گئی پچیس لطیفوں پر مشتمل ہے -
طبع کی تعداد قلیل ہے شائقین جلد طلب فرمائیں قیمت ۸ر

اخبار صدائے ہند لاہور

کیا آپنے صدائے ہند نہیں دیکھا؟ اگر نہیں تو ضرور
دیکھیے - آپ اسکو بالکل اسم بامسمے پائیں گے - ملکی
و قومی و علمی مضامین کا ارگن - تار و ڈاک کی خبروں
کا مخزن - خیر خواہان ملک و قوم کے خیالات کا آئینہ
مہذبانہ لطائف کا البم - انتخابی شعر و سخن کا گلدستہ
طالب علموں کی جان - بچوں - بوڑھوں - چھوٹوں
بڑوں سب کا ہم مذاق - رعایا کا سفیر - گورنمنٹ کا
دل سوز مشیر - آٹھ صفحہ کا ہفتہ وار اخبار قیمت
حسب حیثیت - عـہ - لـہ - ے - ہے سالانہ

صدائے ہند بک ایجنسی لاہور

میں ہر قسم کی فارسی۔ عربی۔ اردو۔ انگریزی کتابوں کا علمی ذخیرہ موجود ہے جس میں ہر فن اور ہر مذاق کی درسی۔ اخلاقی۔ قانونی۔ مذہبی کتابیں ناول ڈرامے نقشجات سنہری کاغذات۔ قطعات وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اور قیمت بھی واجبی سے واجبی لی جاتی ہے۔ نیز نو تصنیف کتابوں کی اشاعت کے لیے صدر بک ایجنسی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ درخواستوں کے ساتھ نقد قیمت یا ویلیو پے ایبل کا حکمنامہ آنا چاہیئے۔

المشتہر

خاکسار۔ دین محمد مالک اخبار صدائے ہند و صدائے ہند بک ایجنسی لاہور۔

اخبار

ہمدرد ہند لاہور

سب اخباروں سے سستا اور عمدہ ہفتہ وار اخبار لاہور کے مشہور کرشن جنیدر پریس سے شائع ہوتا ہے اخبار ہمدرد ہند ۶۔ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء سے ہر دو شنبہ کو باہتہ صفحہ بڑی تقطیع ۲۲ – ۲۶ پر نہایت آب و تاب سے ساتھ عمدہ عمدہ مضامین اور لطافت خیالات اور عالمانہ آرٹیکل اور چیدہ چیدہ نوٹ اور دل چسپ بامذاق لطائف و ظرائف نصیحتیں سے چیستان۔ کلیز بکی پر مشتمل ہوتا ہے۔ گورنمنٹ گزٹ۔ یورپ۔ ایشیا۔ افریقہ۔ امریکہ۔ وغیرہ کی تازہ خبریں غزلیں اور اکثر کے ساتھ تیسرے اور مفصل حالات اور اشتہارات بادہ ستہ پیراستہ ہو کر نہایت خوشخط اور نفیس چھپتا ہے اور کمال حسن تزئین اور زیب و زینت شائع ہوتا ہے۔

ناظرین! یہ ہمدرد ہند محض بنظر فوائد قوم و ملک آپ جیسے خیرخواہان و معاونان اور مددگاران کے بھروسہ اور اعتماد پر جاری کیا گیا ہے آپکو اسکے طرز اور انتظام سے اس امر کا یقین تا کید نہ مشکل نہ ہوگا کہ ہمنے کسی ذاتی منفعت کو دخل نہیں دیا ہے اور نہ ہماری خواہش ہے کہ اسکی آمدنی سے کچھ بچت ہو صرف مد نظر یہ ہے کہ اسکا خرچ اسکی آمدنی سے پورا ہوتا رہے جن اصحاب نے اسکی خریداری قبول فرما کر ہمکو باقاعدہ سال تک ملاحظہ کیا ہے ان پر امر مخفی نہیں ہے کہ اسنے کسقدر جلد ترقی کی اور اب اسکی کیسی عمدہ حالت ہے نا پسندیدہ تحریروں سے بچنے کا بہانہ تک مقرر کیا ہے اخبار کا جوہر یہ ہے کہ وہ خود غرضی خود مطلبی تعصب کینہ وری کو چھوڑ کر آزادانہ اور بے لگاؤ رائے ہمیشہ دیتا رہے۔ اس اخبار میں اچھی طرح ان سب امور کا لحاظ رہتا ہے۔ آپ سچ جانیے کہ یہ

ہمدرد ہند ملک کا خیرخواہ۔ گورنمنٹ کا خیر طلب سچائی کا دوست دروغ اور کذب کا دشمن ہے کسی کی مدح و ذم سے سروکار نہیں۔ امر حق کے اظہار کرنے میں عار نہیں۔

قیمت ہمدرد ہند عام خریداروں سے عہ دیسی رؤسا سے عـہ گورنمنٹ و الیان ریاست صـہ

اب ہم بخیال طوالت اسکو یہیں پر چھوڑ کر ادب کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ اگر آپ کو اسکی خریداری منظور ہو درخواست خریداری کی روانہ فرمایئے تاکہ نام نامی آپکا **معاونوں** فہرست کو زینت بخشے

علاوہ اسکے ہمارے نامی گرامی مطبع کرشن چند کمپنی لاہور میں ہر ایک قسم کا کام چھپائی واجبی اجرت پر کمال صحت و صفائی سے چھپ سکتا ہے ۔ درخواست پر تعمیل ارشاد ہوسکتی ہے

المشتہر

کرشن چند کمپنی مینیجران اخبار ہمدرد ہند لاہور دروازہ شاہ عالمی وچھووالی متصل آریہ سماج لاہور

خالصہ بہادر لاہور کی کتابیں

سفر یورپ و امریکہ ۔ مہاراجہ صاحب بہادر والیئے کپورتھلہ کی اپنی تصنیف کی ہوئی سیر یورپ و امریکہ کی کتاب جسکو پڑھنے سے گھر بیٹھے مغربی ممالک کی سیر ہوجاتی ہے نہایت عمدہ کاغذ پر خوشخط مجلد قیمت [illegible] سے محصول ڈاک علاوہ اسکو [illegible]

آخری پیشوا

جس میں سری گورو گوبند سنگھ جی کو آخری پیغمبر اور گورو گرنتھ صاحب جی کو آخری الہامی کتاب ثابت کیا ہے قیمت ۲ر

ظفرنامہ فارسی نظم میں وہ خط جو گورو گوبند سنگھ نے مقام دینا سے اورنگ زیب کی طرف لکھا تھا قیمت ۱ر

تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ اول قیمت [illegible] اس تواریخ میں دسوں گورو صاحبان کا حال ہے حصہ دوئم جس میں بندہ کی بہادری اور خالصہ جی کے جنگ وجدل کا حال ہے قیمت ۱۲ر حصہ سوئم اردو جسمیں بارہ مثلوں اور والیان ریاست کا حال ہے قیمت [illegible]

تواریخ گورو خالصہ گورمکھی حصہ اول نمبر اول جس میں صرف گورو نانک صاحب جی کا مفصل حال ہے قیمت [illegible]

تواریخ گورمکھی حصہ اول نمبر دوئم جس میں گورو انگد صاحب جی سے لیکر گورو ہرگوبند صاحب جی کا مفصل حال ہے قیمت [illegible]

تواریخ گورو خالصہ حصہ دوئم جس میں بابا بندہ کا حال ہے قیمت [illegible] حصہ سوئم جس میں بارہ مثلوں اور راجگان کا مفصل حال ہے قیمت [illegible]

پنتھ پرکاش گورمکھی جس میں کل پنتھ خالصہ کا حال نظم میں ہے قیمت [illegible] گورو گرنتھ صاحب دوسری جلد ٹائپ کا قیمت [illegible] گورو گرنتھ صاحب موٹا ٹائپ بہت عمدہ مجلد چمڑہ قیمت [illegible] روپیہ ہے

علاوہ اسکے ہر قسم کے پستک بھی مل سکتے ہیں ۔ درخواست کرو بنام مینیجر خالصہ بہادر لاہور انارکلی

تجارتی ایجنسی لاہور

پنجاب اور بالخصوص لاہور سے جسقدر تجارتی سامان مختلف مقامات کو رئیسوں امیروں عزیزوں اور دیگر کاروباری صاحبان کے پاس جاتا رہتا ہے ۔ اور لیجانیوالے لوگ جس بیجا منافع کے ساتھ اسکو باہر لیجا کر بیچتے ہیں وہ کچھ پوشیدہ امر نہیں

بیرون ہندوستان سے اپنے ملک کے والیان ریاست۔ ناظرین! ان امیروں اور شریفوں کو بچانے کے لیے کارخانہ … ایک تجارتی شاخ بھی شروع کر دی ہے اس تجارتی ایجنسی کے ذریعہ لاہور کا ہر قسم کا مال صرف ایک آنہ فی روپیہ کمیشن لینے پر نہایت دیانت کے ساتھ روانہ کر دیا جاتا ہے اور دعوٰی کیا جاتا ہے کہ جس نرخ پر یہ ایجنسی مال بھیجیگی کوئی واقفکار بھی اس سے کم نرخ پر خرید نہ سکیگا۔ … نقد قیمت کے ساتھ آنی چاہئیں یا وی پی ایبل کا حکم آنا چاہیے وی پی ایبل صرف رؤسا یا امرا کو بھیجی جاویگی تاکہ ایسے چالاک لوگ جو چیز کو طلب کر کے واپس کر دیتے ہیں ایجنسی کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

لاہور سے جو مال کثرت سے بیرونجات میں بھیجا جاتا ہے وہ یہ ہے۔

ریشم کا سامان۔ ازاربند … گلکاری سامان مختلف قسم زرد وزی کے۔ پشمینہ کا سامان۔ دوشالے … مالیدہ … کابلی مختلف قسم و رنگ و قیمت کے ذری سامان گوٹہ کناری پیلیس لیس سلمہ ستارا پوشش تصویر رو پہری مختلف قسم و رنگ و قیمت کے ادویات میں بالخصوص عرق بید مشک اور علی العموم ہر قسم کی انگریزی۔ یونانی ویدک ادویات انگریزی سامان میں ہر قسم کا ولایتی اسباب شیشہ آلات۔ وغیرہ

المشتہر

خاکسار فیروز الدین غفرلہ مالک اخبار رفیق ہند و مہتمم تجارتی ایجنسی لاہور۔

فہرست کتب مصنفہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب جو قادیان ضلع گورداسپور سے دستیاب ہو سکتی ہیں

کتب متعلقہ عیسائیت نمبر ۱ النور حصہ اول … حصہ دوم ۳ … ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ۴۔ تحفہ قیصریہ ۵ … جنگ مقدس … تحفہ … ملکہ معظمہ کو بھیجی گئی ہے … اسلام … گیا … اور عیسائی مذہب … ترجمہ کی گئی ہے ۱۰ انوار الاسلام ۹۔ ضیاء الحق ۱۰ آخری … کتابیں جب آتھم … آتھم کے متعلق ہوئی ہوتی … نور الحق ۱۱ … عربی و اردو ۱۲ … جنگ مقدس … ڈپٹی آتھم عیسائی

آریہ مذہب کے متعلق

سرمہ چشم آریہ ۱۳ … آریہ دھرم … ست بچن … مذہب … ست بچن آریہ دھرم …

شیعہ مذہب کے متعلق

سر الخلافہ … زبان عربی ۱۹ … زبان عربی و اردو …

اپنے دعوی کے متعلق

ازالہ اوہام ہر دو حصے فتح الاسلام ۲۲ توضیح مرام ۲۳ حمامۃ البشریٰ … حصہ عربی … اتمام الحجہ … نور الحق حصہ دوم عربی و اردو ۲۷ تحفہ بغداد عربی … رسائل … عربی مع ترجمہ فارسی و اردو …

نشان لیکھرام کے متعلق

سراج منیر … نشانات دیگر … استفتا … اسلام براہین احمدیہ حصہ چہارم … کرامات الصادقین تفسیر سورہ فاتحہ … عربی … کمالات اسلام …